www.novelsclubb.com
گوشہِ تخیل
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

گوشہ تخیل

www.novelsclubb.com

مرتبین: محمد منشاء بھٹی صاحب،

محترمہ چندا آمنہ صاحبہ

انتساب

"ادب سے تعلق رکھنے والے باادب لوگوں کے نام"

www.novelsclubb.com

پیش لفظ

اسلام علیکم!

اس کتاب کا نام "گوشہ تخیل" رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ "اس کتاب میں شامل تمام لکھاریوں کے تخیلات کے لمحات کو اس میں قلمبند کیا گیا ہے اور قارئین کو بار آور کروایا گیا ہے کہ "لکھاری اپنے تخیلاتی دنیا میں کن کن سوچوں اور موضوعات میں محو ہو کر اپنے جذبات اور احساسات کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے خوبصورت الفاظ کو صفحہ قرطاس پر مرتب کرتے ہیں"

یہ کتاب میرے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ "یہ کتاب میرے ان خوابوں کی ایک تکمیل ہے جو میں نے اکتوبر 2022ء میں ادب کی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد دیکھنے کی جسارت کی۔" مگر اپنے خوابوں کو اپنے ادارے سے منسلک لکھاریوں کے خوابوں سے منظم کر کے میں نے انہیں اس کتاب میں لکھنے کا موقع دیا۔ آج میرا وہ خواب شرمندہ

تعبیر ہو چکا ہے الحمد اللہ یہ میرے ادارے ماہنامہ ماہ روح انٹر نیشنل پلیٹ فارم کے زیر اہتمام شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے۔

رائٹر چندا آمنہ

تعارف

یہ کتاب انفرادیت سے بھرپور ہے انفرادیت سے مراد یہ ہے کہ "یہ کسی ایک لکھاری کی کتاب نہیں ہے بلکہ پاکستان کے مختلف صوبوں، شہروں، فرقوں اور مذاہب کی تفریق سے بلا تر ہو کر لکھاریوں نے اس کتاب میں شرکت کی ہے۔ اس لیے یہ پاکستان کی مشترکہ کتاب ہے۔ کیونکہ اس کو پاکستان بھر کے لکھاریوں نے اپنے الفاظ کے موتی پرو کر ایک خوبصورت سہرا کے طور تشکیل دیا ہے۔ان لکھاریوں میں، ناولٹ، کالم نگار، شاعر، صاحب کتاب، شریک مصنفین کے طور پر لکھنے والے اور نو آموز لکھاری شامل ہیں ۔ مگر اس کی انفرادیت یہاں اختتام پذیر نہیں ہوتی ہے یہ تو ابتدائے انفرادیت ہے۔

"کیونکہ اس کتاب میں اردو ادب کے کسی ایک صنف کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا بلکہ صنف اور عنوان کی قید سے آزاد ہو کر اردو ادب کے ہر صنف کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جن میں اردو ادب کے صنف (شاعری ،کالم اور افسانہ) خصوصی توجہ کا مرکز ہے۔ شریک مصنفین نے انسانی زندگیوں کے مختلف پہلوؤں پر قلم

آزمائی کرتے ہوئے اپنے تجربات،احساسات اور جذبات کو قلمبند کیا ہے۔اردو ادب کا صنف (افسانہ) تمام قارئین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرے گا اور صنف (کالم) قارئین کے لیے معلومات اور راہنمائی کا موجب ہو گا۔صنف شاعری قارئین کو محظوظ کرنے کا موجب بنے گا۔

اس کتاب کو اپنی سالگرہ کے موقع پر منظر عام پر جلوہ گر کر کے تمام قارئین کو بطور تحفہ پیش کرنا میرا مقصد تھا الحمد اللہ میں اس میں کامیاب ہوئی۔اس کتاب کو ترتیب دینے ، منظر عام پر جلوہ گر کروانے میں بانی وچیئر مین ہم عوام لاہور پاکستان نیوز پیپر محترم جناب محمد منشاء بھٹی صاحب کی خدمات پیش پیش ہیں۔

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر آپ سب کی نظر کرنے کے عقب میں بہت محنت شاملِ حال ہے۔کتاب کے عنوان "گوشہ تخیل" یعنی (وہ کونہ جس میں براجمان ہو کر لکھاری حقیقت کی دنیا سے تخیلات کا سفر طے کر کے کائنات پر غور و فکر میں مشغول رہتے ہیں) آپ بھی اس گوشہ تخیل میں ہماری اس مشترکہ کاوش سے محظوظ ہو۔اور کتاب کو پڑھنے کے بعد اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کریں آپ کی آراء ہماری حوصلہ افزائی اور اصلاح میں کارآمد ثابت ہو گی۔امید کرتی ہوں میری اور بانی وچیئر مین ہم عوام لاہور پاکستان نیوز پیپر محمد منشاء بھٹی صاحب کی یہ کاوش آپ کو پسند آئے گی۔

اگرچہ میرا ادبی سفر مختصر ہے اور مجھے تجربہ بھی نہیں ہے مگر اس کتاب کو نیک نیتی سے مرتب کیا ہے۔آپ سب کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے حصے دار اور آپ کی قیمتی آرا کے منتظر۔

نو آموز رائٹر محترمہ چندا آمنہ صاحبہ،

بانی وچیئر مین محمد منشاء بھٹی صاحب

فہرست

نمبر شمار	مصنفین	صفحہ نمبر
1	محمد منشاء بھٹی صاحب،(افسانہ)	1
2	محترمہ چندا آمنہ صاحبہ،(کالم،افسانہ)	6
3	جناب ساجد عباس ساجد صاحب،(کالم)	15
4	کائنات قمر محمد شریف،(کالم)	23
5	روزی یوسف،(کالم،شاعری)	32
6	ار بار فیق راجپوت،(کالم،افسانہ)	43
7	کنزہ رفیق راجپوت(ماہی)،(افسانہ)	49
8	فاطمہ ساجد،(شاعری،افسانہ)	60
9	ارسلان احمد،(کالم)	72
10	شازیہ یاسین	79
11	رائے سمیع اللہ،(کالم)	90
12	حلیمہ سعدیہ،(کالم)	97
13	فائزہ حسن،(کالم)	101

www.novelsclubb.com

14	عائشہ ذیشان،(افسانہ)	107
15	مریم احمد،(افسانہ)	115
16	کاشفہ نور رانجھا	121
17	سعدیہ یوسف سعدی،(افسانہ)	128
18	عائشہ جمیل(کالم)	138
19	قراۃ العین شفیق(افسانہ)	145
20	کرن مرتضی،(افسانہ،کالم)	157
21	نمرہ توصیف(افسانہ)	167
22	ارم شاہین،(کالم)	177
23	سائرہ مبین،(افسانہ)	186
24	منظم حیات(افسانہ)	193
25	ماہ نور شہزاد،(افسانہ)	201
26	اقراء ملک،(کالم،افسانہ)	209
27	عائشہ رانا،(افسانہ)	216
28	شگفتہ اعجاز(افسانہ)	225
29	شاہ تاج بانو(افسانہ)	234
30	سحر مومنہ(افسانہ)	237
31	فقیہہ بتول،(افسانہ،کالم)	247
32	سیدہ علیشبہ تنویر،(افسانہ،کالم)	256

www.novelsclubb.com

33	نمرہ امین،(کالم)	265
34	رابعہ نعیم(شاعری،کالم)	273
35	راجہ نجم الحسن،(کالم)	279
36	ماہم حامد(افسانہ)	285

www.novelsclubb.com

محمد منشاء بھٹی

محترم کا نام محمد منشاء بھٹی ہے۔ محترم تحصیل چونیاں ضلع قصور کے ایک گاؤں "بکن کے" کے رہائشی ہیں۔ انہوں نے 2012ء میں صحافت شروع کی۔ 2018ء کے شروع میں اپنے اخبار "روزنامہ ہم عوام لاہور پاکستان" اور "ایم بی نیوز چینل" کا آغاز کیا۔اس وقت ان کا یہ اخبار ایک نامور ادارہ بن چکا ہے۔ جس کے تحت مختلف اخبار اور چینل چل رہے ہیں اور ایک میگزین "ماہنامہ ماہ روح انٹرنیشنل" اور انتھولوجی کتاب "گوشہ تخیل" بھی پرنٹ ہو رہی ہے۔ محترم اب اس میں بانی چیئرمین ہم عوام میڈیا گروپ لاہور پاکستان ہیں اور محترمہ چندہ آمنہ صاحبہ چیف ایگزیکٹو کی سرپرستی میں اب ایک اور اخبار شائع ہونے جا رہا ہے۔ "روزنامہ صدائے تحریر لاہور پاکستان" میں عشر و زکوۃ کمیٹی کے بھی چیئرمین ہیں۔ یہ نیشنل یونین آف

جرنلسٹ آف پاکستان کے نائب صدر پنجاب ہیں۔ جرنلسٹ موومنٹس آف پاکستان کے سیکرٹری ونشریات مرکزی اور پنجاب ہیں۔ یہ مختلف اخبارات میں ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔اب بھی "روزنامہ مظلوم کی آواز، روزنامہ صدائے تحریر لاہور پاکستان اور روزنامہ ایس ایم بی" میں بطور ایڈیٹر کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے

عشقِ روح

از قلم : محمد منشاء بھٹی

یہ عشق کی کہانی ہے زندگی میں ایسے کئی انسانوں سے ملاقات ہوئی، جن کے ہاتھوں

پر خود کو ختم کرنے کی کمزور کوشش کے نشان تھے۔مجھے عشقِ مجازی کا جو روپ ان ہاتھوں پر خود سے بنائی لکیروں میں دکھائی دیتا تھا،وہ سب مصنوعی تھا۔وہ جسم کا عشق تھا،اسے عشقِ حقیقی کہنا عشق کی توہین تھی۔ایک دن اسی کھوج میں ایک دربار کا رخ کر بیٹھا۔مجھے ایک ایسے شخص سے ملنا تھا،جو میرے ریڈیو کے پروگرام میں ایک دو بار مہمان کے طور پر آیا۔کمال آواز تھی اس کی،بابا بلھے شاہ کا کلام، قوالی،حمد و نعت۔سب پر عروج حاصل تھا اسے۔اس کے گلے میں کچھ ایسا تھا،جو سننے والوں کو کچھ دیر کے لیے اس دنیا سے بے بیگانہ کر دیتا تھا اور کسی اور ہی دنیا کا مسافر بنا دیتا تھا۔مجھے اسی کی تلاش تھی۔

مزار پر پہنچا تو ایک کونے میں اسے لیٹے پایا۔پاس بیٹھا اور بچے کی طرح ضد کرنے لگا کہ "وہ مجھے بابا بلھے شاہ کا کلام سنائیں۔"آج میری قسمت جاگ اٹھی تھی۔وہ وجد کی حالت میں تھا۔ایک بار اس نے میرا نام لیا اور پھر بولتا چلا گیا۔اس سارے لمحے میں مجھے کئی بار احساس ہوا کہ مجھے جکڑ لیا گیا ہے۔میں کسی اور دنیا میں سفر کر رہا ہوں۔

"بیٹا: جو تو پوچھنے آیا ہے میں جانتا ہوں۔ یہ سب عورت کی زلف کی اسیر ہے۔ وہ ایک طوائف تھی۔ میں بندہ بشر، جوانی کی راہیں متعین نہیں تھیں، دل دے بیٹھا۔ اس کے بستر پر پڑی کئی سلوٹیں، مجھے اس سے باز نہیں رکھتی تھیں۔ مجھے شروع میں جسم کی کشش اس کے پاس لے کر گئی مگر پھر وہ سب بدل گیا۔

میرا سونا، میرا اجاگنا، میری سوچیں، سب اس کی زلف کی اسیر ہی تو تھیں۔ ماں باپ سے پیار تھا، ماں سے بات کی تو اس نے مجھے زندہ دفن کرنے کا بول دیا۔ میں نے ماں چھوڑ دی، کیسا بدبخت تھا میں جوگی بن گیا۔

نیلے آسمان پر بادل آ چکے تھے۔ بارش ہونے کو تھی۔ مجھے نہ جانے کیوں ایسا لگنے لگا کہ بادل بھی اس کی محبت کا قصہ سننے اکھٹے ہو چلے ہیں۔ تمہیں کبھی ایسا عشق ہوا ہے؟ نہیں ہوا ہو گا۔ یہ وہ عشق ہے ہی نہیں جسم کا عشق۔ یہ روحوں کا عشق ہے۔ یہ عشق انسان کو کائنات کے کسی دوسرے حصے میں لے جاتا ہے۔ زمین پر رہنے نہیں دیتا، عشقِ لاحاصل۔ جب انسان جھولی بھر بھر محبت کرے اور خالی دل، خالی ہاتھ لے کر پھرے ایسا عشق۔" یہ غلط ہے کہ عشق کیا جاتا ہے یہ تو بس ہو جاتا ہے

بچے،اس کا وار اتنا سخت ہوتا ہے کہ اس کی جھونک شاید ہی کوئی سنبھال سکتا ہے، نگاہیں ،بینائی کھو دیتی ہیں، عقل شکست کھا جاتی ہے۔ یہ ایسا عشق ہے پاک عشق۔"

مجھے ماں کی طرح ،اس کے در سے بھی ٹھوکر کھانی پڑی، "میری روح کو وہ جسم سمجھتی رہی اور میں پاگل ،اس کے جسم کو روح سمجھ کر اپنا سب کچھ برباد کر بیٹھا۔" بس پھر میں آکر یہاں خدا کے بندے کے در پر بیٹھ گیا۔ رو رو کر، گڑگڑا کر، بچوں کی طرح اپنے رب سے اسے مانگنے لگا۔ مگر وہ کہاں مل سکتی تھی مجھے؟ شاید مل جاتی تو خدا نہ ملتا پتہ نہیں۔

بادلوں کی گرج ایسی تھی کہ میری طرح بادل بھی اس کی اس بات پر ناراض تھے کہ "وہ ایسی عورت کے ساتھ محبت کو خدا کی محبت سے کیسے ملا رہا ہے؟؟ باباجی! خدا نہ ملتا مطلب ؟؟ "ایک گنہگار عورت کے ساتھ یوں محبت ہو جانا ایسے تو میری زندگی میں بھی کئی خیال آئے، کہ مجھے لگا کہ مجھے اس لڑکی سے محبت ہو چلی ہے۔ مگر میں نے تو ہمیشہ اس کو ناپاک جانا"۔ وہ چیخ اٹھا۔ وہ ناپاک ہی تھی اسے محبت کا نام

نہیں دے سکتے۔

"تم روح کا مطلب نہیں جانتے جسم کے طواف جسم کی محبت،اس کو روح کی محبت کا نام دو گے تو وہ ناپاک ہو گی""مطلب؟ باباجی طوائف سے محبت، پاک محبت کسی بھی لڑکی سے محبت، ناپاک محبت میں سمجھا نہیں"۔

باباجی نے سر جھکایا، آنسوؤں سے چہرہ تر ہونے لگا"خدا کے لیے روح کی محبت کو ناپاک نہیں کہو، روح طوائف نہیں ہوتی۔روح روح ہوتی ہے۔"میں اس عورت کو مانگنے یہاں دن رات خدا کی عبادت کرنے لگا۔میں عبادت اس لیے نہیں کرتا تھا کہ مجھے یہاں وقت گزاری کا بہانہ چاہیے تھا۔مجھے تو بس سکون ملتا تھا۔ایسا سکون جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ایسے جیسے میں اس دنیا میں ہوں ہی نہیں۔

پھر وہ وقت آیا"جب مجھے میرے نبی پاک ﷺ نے ہاتھوں میں اٹھالیا"

میں چونک گیا"مطلب؟"پترا مطلب "یہ جو ہرا رنگ میں نے پہن رکھا ہے مطلب صراطِ مستقیم۔مطلب ایک ایسا راستہ جس کے سب راستے عالمِ ارواح کی طرح جاتے تھے۔میری نمازیں، میری عبادت، میری حمد، میری نعت، بس یہی تو

میری کائنات تھی۔"

مجھے ایک جسم کی روح نے ایسی جگہ پہنچادیا، جہاں میں لاکھ عبادتوں کے ساتھ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مجھے اللہ سے عشق ہو گیا تھا۔ یہ بھی روح کا عشق تھا۔ جسم کا نہیں۔اب میں بس جب دل کرتا ہے، اپنے محبوب سے گھنٹوں باتیں کرتا ہوں، یہ ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے، جو مجھے دیوانہ کر دیتی ہے۔ مگر مجھے تو لگتا ہے کہ عشق دماغ کا خلل ہے، میں اپنے کئی ایسے مریضوں کو جانتا ہوں، جن کے دماغ کے ایک مادے ڈوپامین کو جب دوائی دے کر کم کیا، تو ان کا سب عشق بھاگ گیا۔ کونسا عشق؟ جسم کا عشق؟ جسے تم عشقِ مجازی کا نام دے کر، میرے اور خدا کے عشق کی توہین کرتے ہو؟ وہ عشق جو ہر دن نئی عورت کے ساتھ ہو جاتا ہے؟ وہ عشق؟ اچھا یہ بتاؤ خودی کیا ہے؟

میں بولا" بابا جی اقبال کی خودی؟"

وہ بولے "ہاں وہی سمجھ لو "خودی مطلب "میں اپنا پن"

وہ بولے" نہیں ہر گز نہیں، خودی مطلب، نفس اور تیرے اندر بیٹھی روح کی

جنگ۔" روح تجھ پر حاوی ہوگئی ، تجھے کسی سے روح کا عشق ہوگیا، وہ عشق لاحاصل رہا، تونے اس عشق کی جگہ اس ہرے رنگ کو دے دی، اس طرح تیری ناؤ پار لگ گئی اور تونے سراغِ زندگی پالیا۔ مطلب جسم یا نفس کو ہرا کر اپنی روح کی خوراک پوری کرنا؟ اس طرح روح کو پال کر اتنا طاقت ور بنا دینا کہ تیری "میں" مر جائے اور تو جاگ جائے۔ مطلب خدا کو پالے، زندگی کو پالے۔

تیز بارش ہونے لگی

میری آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ مجھے واپس لوٹنا تھا۔ مگر قدم بوجھل تھے۔ باباجی مسکرائے اور بولے "چل اب تیرا کام کیے دیتے ہیں آنکھیں بند کر"

ایک آواز روح سے ٹکرانے لگی:

"مکہ گیاں گل مکدی نہ ہی، پاویں سو سو جمعہ پڑھ آئیں اے

گنگا گیاں گل مکدی نہ ہی، پاویں سو سو غوطے کھائی اے

بلھے شاہ گل تاہی مکدی جدوں میں نوں دلوں مکا ای اے

پڑھ پڑھ عالم فاضل ہوئیں، کدی اپنے آپ نوں پڑھیا نہیں

www.novelsclubb.com

جاجاوڑنہ مندر مسیتی، کدی من اپنے وچ وڑیا ہی نہیں

ایویں روز شیطان نال لڑنا ایں، کدی نفس اپنے نال لڑیا ای نہیں

بلھے شاہ آسمانی اڈدی پھڑنا، جیڑا کر بیٹھا انوں پھڑیا ای نہیں"

بارش تیز ہو چکی تھی۔ایک وجد کا عالم تھا۔میں نے عورت کی زُلف کے اسیر ،ایک خدا کے ولی سے ملاقات میں عشقِ حقیقی کی جھلک دیکھ لی تھی۔ یہ منزل آسان تھی۔ماضی تلخ تھا۔ مگر مجھے عشقِ حقیقی کے اس سفر میں عشقِ مجازی کی راہوں میں بھٹکنے کے خوف نے لرزہ دیا تھا۔کالی زُلفیں، گہری آنکھیں، یہ سب کس منزل کی جانب لے جاتی ہیں۔ یہ منزل میرے سامنے بیٹھی تھی۔ مگر وہ ایک وجد کا عالم تھا، جس کی جھلک ہی میرے لیے ، آبِ حیات تھی۔ یہ ایک عشق کی کہانی تھی۔روح کے عشق کی سچی کہانی۔۔۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

چندا آمنہ

محترمہ کا نام چندا آمنہ ہے ان کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر ضلع قصور سے ہے۔یہ ایک سوشل رائٹر ہیں۔ان کا قلم تھامنے کا مقصد حق و صداقت کی آواز بلند کرنا، مسائل کو منظر عام پر لانا تاکہ ان کی اصلاح ہو سکے اور عام انسان کی آواز بننا ہے۔

"اصلاح برائے تنقید" ان کا مقصد ہے۔یہ پاکستان کی مختلف اخبارات اور رسالوں میں لکھ چکی ہیں۔کچھ انتھالوجی کتابوں کا بھی حصہ ہیں جن میں "ازواجِ مطہرات" اور "رنگ قدرت" شامل ہیں جو بہت جلد منظر عام پر جلوہ گر ہوں گی۔ہمسایہ ملک بھارت میں 40 سے زائد انتھالوجی کتابوں میں کو-آرتھر کی حیثیت سے لکھ چکی ہیں اور انڈیا کی کتاب "میجک آف لو" کی کمپائلر ہیں۔بہت سی ادبی سرگرمیوں کا حصہ بن کر پوزیشنز اور اعزازی اسناد حاصل کر چکی ہیں۔ہم عوام لاہور پاکستان نیوز پیپر کی بانی وچیئرمین ہیں اور ان کے ادارے کے تحت شائع ہونے والے میگزین "ماہنامہ ماہ روح انٹرنیشنل" کی مدیرہ ہیں۔ان کا تعلق محکمہ صحت سے ہے

یہ النور بلڈ فاؤنڈیشن کی ممبر ہیں جو کہ تھلیسیمیا کے مریضوں کے لیے خون کے عطیات جمع کرنے میں سر گرم ہے۔ایک تنظیم رضاکار پاکستان خواتین میں اپنے ضلع قصور کی صدر ہیں جو کہ ضرورت مندوں کے لیے عطیات اور تھلیسیمیا کے مریضوں کے لیے خون جمع کرنے میں سر گرم ہے۔ان کی خواہش ہے کہ وہ خواتین لکھاریوں کو تحفظ فراہم کر کے ادب کی دنیا میں آگے بڑھنے کا موقع دیں ان کو پر موٹ کرنا ان کی زندگی کا مقصد ہے۔یہ چاہتی ہیں اگر یہ "عشق" لکھیں تو عشق ہو جائے، یہ "درد" لکھیں تو قاری وہ درد محسوس کریں یہ "اصلاح" لکھیں تو ان کے الفاظ انقلاب برپا کر دیں۔

رنگِ حیات"

www.novelsclubb.com

گوشہ تخیل میں اکثر سوچوں کا کارواں انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔انسان تخیل کی دنیا میں ایک بے نام راستے کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ جہاں مسافت طے کرتے کرتے ہم کہیں نہ کہیں اپنے اصل سے جا ملتے ہیں اور "روح کی اصل تو خدا کی ذات ہے۔"تب ہمیں خداشناسی مقصدِ حیات اور خودشناسی کی دولت ملتی ہے۔تب ہم کائنات پر مدلل نظر دہراتے ہیں یہ طائرانہ نظر ہمارے بہت سے سوالات کے جوابات بن جاتی ہے۔

زندگی نام ہے چلتے رہنے کا،زندگی نام ہے خواہشات کا،زندگی نام ہے خواہشات کی تکمیل کا،زندگی نام ہے خوابوں کا،زندگی نام ہے امید کا،زندگی نام ہے جینے کا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے زندگی جینے کی بجائے زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔ایک بے معنی زندگی جس کا کوئی حاصل نہیں ہے۔" مقصد انسان کو آگے بڑھنے کی تقویت بخشتا ہے۔"

امید انسان کو جلا بخشتی ہے زندہ رہنے کی وجہ دیتی ہے خود میں نکھار پیدا کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے امید پر دنیا قائم ہے امید سہارا ہے امید آس ہے۔ایک ناامید

انسان کسی کام کا نہیں ہے۔ ناامید ہونا مومن کی نشانی نہیں ہے۔ ہمیشہ اللہ پاک سے اچھا گمان رکھیں کیونکہ "انسان جیسا گمان کرتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں

اللہ پاک فرماتے ہیں:

"اے میرے بندے میری رحمت سے ناامید مت ہونا"

اللہ پاک سے جیسی امید اور گمان رکھو گے ویسا ثمر پاؤ گے۔

انسانی دل خواہشات کا منبع ہے جہاں ایک کے بعد دوسری خواہش جنم لیتی ہے۔

"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

بہت نکلے میرے ارمان پھر بھی کم نکلے"

اللہ تعالیٰ نے انسان کے قلب میں خواہش کا عنصر رکھا ہے۔ انسان خواہشات رکھتا ہے خواب سجاتا ہے مگر ان کی تکمیل کے لیے اللہ پاک نے محنت اور دعا کا راستہ بھی تو رکھا ہے۔ کیونکہ دعا ایک دستک کی طرح ہے جو تقدیر بدل سکتی ہے تقدیر کے بند دروازوں کو کھولنے کی ہمت رکھتی ہے۔ اگر ہم اپنی نیک اور جائز خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں تو محنت کے بغیر ممکن نہیں اور اس سے بھی زیادہ ضروری رحمتِ

خداوندی اور رضائے الٰہی کا شامل ہونا انتہائی ضروری ہے۔ مگر انسان انتشار کا شکار تب ہوتا ہے جب اپنی خواہشات اللہ کی بجائے بنی نوع انسان سے وابستہ کرتا ہے۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

"توقعات کا انجام دکھ ہی ہوتا ہے"

اللہ پاک نے کوئی تخلیق بے معنی و مقصد پیدا نہیں کی پھر چاہیے وہ کوئی مادی اشیاء ہو یہ انسان بذاتِ خود۔ ہر چیز اور ہر بشر کی تخلیق کے پیچھے کئی راز نہاں ہیں۔ ہر انسان کو اللہ کریم نے بامقصد بنایا ہے اور کسی نہ کسی امر کے لیے چنا ہوا ہے بس خدا کی حکمت کو پہچاننے کی دیر ہے۔ "خودی میں خدا کو تلاش کرنے سے خدا مل سکتا ہے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

www.novelsclubb.com

"تم حرص کیا کرو (دین کے کاموں کی) ہر اس چیز کی جو نفع پہنچانے والی ہو"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر اگر روشنی ڈالی جائے تو رحمتہ للعالمین کے اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کے مقاصد کو پہچانو "حرص کرو" سے مراد دنیاوی مسائل یا مادی وسائل اور آسائشوں پر نہیں بلکہ تم حرص

کرو خیر کے کاموں میں ، اپنے اعمال میں ،اپنی نیکیوں میں جو تمہیں روز محشر نفع پہنچائیں گی۔

"میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی"

"معرفت ،عبادت ،قربت کے راستے

ہم جی رہے ہیں فقط تیرے ہی واسطے"

ہماری زندگی کے مقاصد توحید و رسالت کی پیروی اور دین حق کی سربلندی ہے۔

انسان اپنی زندگی میں مختلف لوگوں سے وابستہ رہتا ہے یہ تعلقات رشتے کہلاتے ہیں۔ جن میں والدین، بہن بھائی، میاں بیوی، استاد و شاگرد، دوست اور ہمسائے سرفہرست ہیں۔ نبی کریم نے فرمایا:

"اگر تم اپنی عمر میں برکت چاہتے ہو تو رشتے نبھانا سیکھو"

مگر ہم نے رشتوں کو نبھانے کی بجائے آزمانا شروع کر دیا جب کہ اسلام رشتے نبھانے کا درس دیتا ہے۔ ہمارے خون کے گروپس ملیں نہ ملیں ہمارے دلوں کے

تار آپس میں جڑے رہنے چاہیں۔ جو افراتفری کا عالم ہے اس دور میں ہمیں اپنے پیاروں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے مگر ہم نے مادیت اور دنیاوی مسائل کی بنا پر انہیں پس پشت ڈال دیا ہے۔ عاجزی کی بجائے انا اور ضد کا لبادہ اوڑھے اپنے احساس، محبت اور مخلصی سے بھرپور رشتوں کا قلع قمع کر رہے ہیں۔

"زندگی کا یہ ہنر بھی آزمانہ چاہیے
جنگ اگر اپنوں سے ہو تو ہار جانا چاہیے"

اخلاقیات اقدار کے مجموعے کا نام ہے لیکن مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ نوجوان نسل کی غلط تربیت ہے۔ ہماری نئی نسل کی تربیت مذہبی اور دینی ماحول کی بجائے پیدائش کے ساتھ ہی سوشل میڈیا اور موبائلوں پر ہوتی ہے۔ والدین کے پاس اولاد کے لیے وقت درکار نہیں بچوں کی دیکھ بال آیہ کرتی ہے۔ بچوں کا دل بہلانے کے لیے ان کی ہر ضد پوری کی جاتی ہے۔ بچپن میں انہیں دینی ماحول دینے کی بجائے موبائل دیئے جاتے ہیں جہاں بچے انڈین کارٹون اور گانے سن کر بڑے ہوتے ہیں۔ والدین سے دوری بچپن میں ہی شروع ہو جاتی ہے بچہ تنہائی کا شکار ہوتا

ہے پھر غلط لوگوں کی صحبت اور غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک نے انسان کے لیے کچھ حدود مقرر کی ہیں ہر چیز تناسب میں ہی اچھی لگتی ہے۔ انٹرنیٹ کے جہاں بے شمار فوائد ہیں وہی نقصان بھی ہیں نوجوان نسل کے زوال کی بڑی وجہ انٹرنیٹ اور ٹیکنالوجی کا غلط استعمال ، غیر اخلاقی مواد اور انٹرنیٹ کی دوستیاں ہیں۔

جس کی وجہ سے ہمارے بچوں کی غلط کردار سازی ہو رہی ہے۔ مذہبی معاشرتی اور خاندانی نظام کھوکھلا ہو چکا ہے انٹرنیٹ کی خرافات اور دوستیاں وبال جان ہونے کے ساتھ ساتھ بلیک میلنگ اور جنسی بے راہ روی کو فروغ دے رہے ہیں۔

اللہ کریم نے انسان میں ایک ہمسفر کی محبت اور ساتھ کی خواہش اور ضرورت رکھی ہے یہ فطرت انسانی میں شامل ہے ۔ اور اس کا حلال اور جائز طریقہ نکاح کی صورت میں پیش کیا۔

مگر آج کل کی نئی نسل جو خود کو انتہائی جدید اور لبرل سمجھتی ہے انٹرنیٹ پر غیر اخلاقی مواد کی بدولت ان کی نفسانی خواہشات عروج کو پہنچ جاتی ہیں۔ جن کے

حصول کے لیے وہ غلط ، ناجائز اور حرام راستہ اختیار کرتے ہیں اور مغربی کلچر کے پیروکار بن جاتے ہیں اور محبت جیسے پاکیزہ جذبے کو پامال کرتے ہیں۔ گرل فرینڈ بوائے فرینڈ کلچر کو فروغ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں ایک سچا انسان (مسلمان) نکاح کرتا ہے یہ بوائے فرینڈ گرل فرینڈ والی زندگی رسوائی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں بلکہ یہ کافروں کا بنایا ہوا دنیا کا غلیظ، ناجائز اور حرام رشتہ ہے۔

"اور پاک دامن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جبکہ ان کا مہر دے دو اور ان سے عفت قائم رکھنی (نکاح مقصود ہو) نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی"

رسول اللہ نے فرمایا:

"نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت سے اعتراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں "

تو پھر رحمت للعالمین کی حکم عدولی کر کے ہم کیسے فلاح پا سکتے ہیں ؟؟ بات چیت سے شروع ہوئی دوستی محبت میں بدل جاتی ہے اور پھر ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوتا

www.novelsclubb.com

ہے ۔ شیطان اپنے شکنجے مضبوط کرتا ہے اور تنہائیوں میں ہونے والی ملاقاتیں بدکاری اور زناکاری کا روپ دھاڑ لیتی ہیں۔ابلیس ان کا راہنما بن جاتا ہے سب سے خوبصورت دھوکے محبت کے نام پر دیے جاتے ہیں۔"عورت غیر محرم پر اعتماد اس وقت کرتی ہے جب اس کے محرم رشتے اس پر اعتبار نہیں کرتے اس کو تحفظ فراہم نہیں کرتے اس کی خواہشات کا احترام نہیں کرتے تب وہ غیر محرم کی طرف راغب ہوتی ہے۔"

ایک بڑی وجہ اللہ کے حکم "پردے" سے نافرمانی بھی ہے پردہ فارسی زبان کا لفظ ہے "عورتوں کا نامحرموں سے ستر چھپانا اور غیر مردوں سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا پردہ کہلاتا ہے ۔" قرآن کریم میں سات بار" حجاب کا حکم آیا ہے سورتہ الاحزاب آیت نمبر انسٹھ میں حکم ربی ہے:

"اے نبی اپنی بیویوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے اپنے اوپر چادر ڈال لیا کرو یہ مناسب طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں"

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ہی نہیں بلکہ مردوں کو بھی حکم دیا کہ

"اپنی نگاہوں کو نیچی کرلو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو"

ساتھ ہی عورت کو حکم دیا:

"تم اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کرو اور اپنے سینوں کو ڈھانپو"

مگر بنت حوا ایک نامحرم ابن آدم کو اپنا محافظ تصور کر لیتی ہے مگر وہی محافظ عزتوں کے لٹیرے ثابت ہوتے ہیں۔

"جس معاشرے کا مرد بگڑ جائے وہاں بہنوں، بیٹیوں کی عزت نیلام ہوتی ہے"

ابن آدم کی اداؤں، دلفریب باتوں، رنگین الفاظوں اور بنت حوا کا بھروسہ جیتنے کے لیے زمین و آسمان کی رقابیں ملانا بنت حوا کو ابن آدم کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ وہ محبت ہی کیا جس کا ثبوت دیا جائے؟؟ محبت اور محبتوں کے ثبوت دینے کے لیے خود کو بے آبرو کرنا اور ناجائز رشتے میں ملوث ہونا کہاں کی سمجھداری ہے؟؟ ایک انجان نامحرم کو اپنا آپ سونپ دینا، کیا بنت حوا کے جذبات، احساسات، خواہشات، خواب اور سب سے بڑھ کر اس کی عزت اتنی سستی ہے کہ کوئی بھی اسے اپنے پیروں تلے

روند کر چلا جائے؟؟؟تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اس حرام کاری میں دونوں مشترکہ شریک ہیں۔بنت حوا کی معصومیت کو بیوقوفی میں بدل دیا جاتا ہے۔ نکاح کا جھانسہ دے کر اس کی عزت کا قتل کیا جاتا ہے نفسانی خواہشات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ پھر "میرے گھر والے نہیں مان رہے" کہہ کر تعلق یا تو ختم کر دیئے جاتے ہیں یا پھر بنت حوا کی فحش تصاویر اور ویڈیوز بنا کر انہیں بلیک میل کیا جاتا ہے ان سے مال بٹورا جاتا ہے یا مزید زناکاری کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔

اپنے من پسند شخص کی لاپرواہی بنت حوا کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیتی ہے اس کے دل کے کئی ٹکڑے ہو جاتے ہیں سارے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار رہنے لگتی ہے۔ اور بالآخر اس قدر شدید ڈپریشن میں رہنا اسے خودکشی کی طرف آمادہ کرتا ہے. ایک بے آبرو ہوئی بے جان لاش کی مانند وہ موت کو گلے لگا کر منوں خاک تلے ہمیشہ کی ابدی نیند سو جاتی ہے۔

اسباقِ قدرت

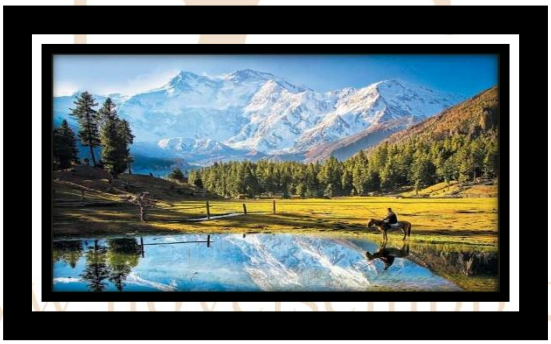

آمنہ تنہا گوشہ تخیل میں بیٹھی تو خود سے سوال کرنے لگی "تم تو کہتی ہو تمہیں رب کے "کن فیکون" پر بہت یقین ہے تو پھر کیا اس طرح سے ناامید ہونا رب کی ناشکری نہیں ہے؟؟؟ کیا تمہیں اپنے اللہ کا فرمان یاد نہیں؟؟

"اے میرے بندے! میری رحمت سے ناامید نہ ہونا"

ایک خواہش کے پورے نہ ہونے پر کیا رب کی عطا کردہ تمام نعمتوں کو پس پشت ڈال دو گی؟؟؟ اللہ پاک تو قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

اسی دوران اس کی نظر آنکھوں کے سامنے کے منظر پر پڑی سبحان تیری قدرت! کیا دلفریب منظر ہے۔ آپی! آپ کو قدرت سے اتنا لگاؤ کیوں ہے نور نے آمنہ سے سوال کیا؟؟؟ کیونکہ قدرت سے ہمیں بہت سے اسباق حاصل ہوتے ہیں آپی وہ کیسے نور نے دوبارہ سوال کیا؟؟

اللہ پاک کی کوئی تخلیق بے معنی و مقصد نہیں ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے وجود میں سبق آموز ہے۔

نور! دیکھو آسمان کی طرف اس کا نیلا رنگ مثبت سوچوں کی علامت ہے یہ ڈھلتا آفتاب اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر پریشانی بالآخر ختم ہو جائے گی۔ یہ اپنے گھونسلوں کو واپس جاتے پرندے یاد دلاتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے ہمیں لوٹ کر اللہ

کی طرف جانا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے

"بے شک ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

یہ دھوپ اور ہوا ہمیں زندگی کے اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز کو سمجھنے کی تقویت بخشتے ہیں۔ جس طرح چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی وہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے اس طرح انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی تمام تر قابلیت اور صلاحیت اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمت ہے۔ اسے خود پر غرور اور اترانا نہیں چاہیے بلکہ عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔

ہر رات ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرواتی ہے کہ غم کے بادل چھٹ جائیں گے اور ہر آنے والی صبح ہمیں نئی خوشیوں کامیابیوں اور امید کی نوید سناتی ہے۔ لہلہاتے سرسبز و شاداب کھیت ہماری آنکھوں کو تازگی بخشتے ہیں۔ بہتے جھرنے اور صاف شفاف پانی مومن کے دل کی پاکیزگی کو بیان کرتا ہے جس میں کسی کے لیے کوئی حسد، بغض یا برائی نہیں پائی جاتی۔ یہ سبز پودے مومن کی پاکی کو بیان کرتے ہیں اور خوشحالی کی ضمانت ہیں۔ یہ گلاب جس کے ہم دیوانے ہیں اس کے ساتھ لگے

کانٹے یہ ہمیں زندگی کی تلخ حقیقت اور خوشی و غم کی یاد دہانی کرواتا ہے۔ یہ پہاڑ ہمیں مومن کے صبر واستقلال اور بلند حوصلوں کا درس دیتے ہیں۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ ! آمنہ آپی بہت شکریہ اب مجھے سمجھ آئی کہ آپ قدرت کی اس قدر دلدادہ کیوں ہیں۔ آج سے میں بھی قدرت سے سیکھوں گی قدرت سے پیار کروں گی اور خدا کا تشکر ادا کروں گی۔ اس ساری گفتگو نے آمنہ کا ایمان تازہ کر دیا اور وہ پھر سے پرامید ہو گئی۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

ساجد عباس ساجد

محترم کا نام جناب ساجد عباس ساجد صاحب ہے ان کا آبائی شہر ملتان ہے مگر اس وقت کراچی شہر میں قیام پذیر ہیں۔

ان کا ادب سے لگاؤ سکول دور سے ہوا، ادب میں باقاعدہ آغاز 2010 میں فیس بک پہ کالم نگاری سی کیا۔ مختلف ادبی گروپ میں ادب کے فروغ کے لئے کام کیا۔

2019 میں اردو ادب کی باقاعدہ خدمت کے لیے بزم عین عشق نام سے گروپ بنایا، تین سال 2022 میں آن لائن جریدے کا آغاز کیا۔ یوں فیس بک سے آن لائن جریدے تک کامیاب سفر رہا۔ ماہنامہ عین عشق برقی جریدے کا ایک سال کامیابی سے مکمل ہوا۔ ان شاءاللہ سلسلہ جاری رہے گا۔

مکتبہ حب الادب کے زیرِ اشاعت کتاب تذکرہ اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ میں شامل ہوئے اور 28 مضامین یعنی 28 صحابہؓ کرام پر تذکرہ لکھنے اور سب سے زیادہ اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ پر لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اب تذکرہ خاندان

نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب میں بھی شامل ہیں ان شاءاللہ جلد منظر عام پر ہو گی۔اللہ پاک کے فضل و کرم سے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے فلاحی تنظیم کا بھی آغاز کیا۔رضاکار پاکستان (عطیہ خون دہندگان و فلاح و بہبود) مقصد ملک بھر میں ایسے رضاکاروں کو منظم کرنا جو خون کا عطیہ دیتے ہوں یا جذبہ رکھتے ہو تاکہ ملک بھر میں کبھی بھی کسی کو بھی خون کی ضرورت ہو اسے بھٹکنا نا پڑے۔ بلکہ رضاکار تنظیم کا رضاکار بروقت پہنچ کر خون عطیہ کرے۔

ان شاءاللہ اللہ پاک کی مدد و نصرت سے یہ سبھی ادبی، سماجی و فلاحی کام جاری رہیں گے۔

بندگی ہی زندگی کے

ساجد عباس ساجد، کراچی

www.novelsclubb.com

جب مجھے پتہ ہی نہیں کہ اس پل کے بعد اگلا پل مجھے نصیب ہو گا یا نہیں تو زندگی کیسے باقی ہوئی؟ وقت کہاں بچا؟ جس پل کا پتہ ہی نہیں آئے گا یا نہیں اس پل کا انتظار کیونکر؟ مجھے ملنے والے ہر پل کو آخری پل کیوں نا سمجھوں؟ جب مجھے میرے اگلے پل کا ہی نہیں پتہ تو کیوں میں غفلت میں ہوں؟

أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور جن کی آنکھوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔(النحل:108)"

ایک پل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتہ ہے ایک پل کیا ہے؟

وہ ایک پل دراصل ایک سانس ہے۔ اگر سانس رک جائے تو کیسا پل کیسا لمحہ؟ سانس رک جائے تو وقت رک گیا۔ وقت رک گیا تو سب رک گیا۔ سب رک گیا تو کیا بچا؟ کچھ بھی نہیں۔ جب کچھ ہی نہیں تو پھر کیا؟ پھر وہی ذات باری تعالیٰ کہ جس کی خدائی میں پہلے اور بعد کا معاملہ ہی نہیں۔ یعنی وہی تھا جب کچھ نا تھا اور وہی ہو گا

جب کچھ نا ہو گا۔ یعنی کے وہی سب کچھ ہے۔ جب وہی سب کچھ ہے تو پھر کیا دنیا، کیا دنیاداری، کیا حسرتیں، کیا خواہشیں، کیا منزلیں، کیا راستے؟؟؟

یہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں یا جو کچھ بھی کائنات میں ہے وہ سب میرے لیے ہی تو ہے اور جب میں ہی باقی نا رہا تو کیا رہا باقی؟ یہ سب تو فنا ہے، ختم ہے، خالی ہے۔ تو کیوں میں ان فانی چیزوں کے خواب دیکھتا ہوں؟ کیوں میں فانی دنیا کے لئے جدوجہد کر رہا ہوں؟ کیوں میں فانی لوگوں کے پیچھے بھاگتا ہوں؟

(إنما مثل الحياة الدنيا كماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض مما يأكل الناس و الأنعام حتى إذا أخذت الأرض زخرفها وازينت وظن اهلها انهم قادرون عليها اتاها امرنا ليلا أو نهارا فجعلنها حصيدا كان لم تغن بالامس كذلك نفصل الآيات لقوم يتفكرون (یونس آیت: ۲۴)

"دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے بارش برسائی اور اس سے زمین کے پودے جس کو انسان اور جانور کھاتے ہیں خوب اگ آئے، یہاں تک کہ جب زمیں لہلہانے لگی، اپنے پھول کھلانے لگی، اور سج دھج گئی اور زمین والے سمجھنے

لگے کہ اب وہ اس سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہیں تو اچانک ہمارا فیصلہ رات یا دن میں نافذ ہوا اور ہم نے اس کو بیخ و بن سے یعنی جڑ سے ایسا صاف کیا کہ جیسے کل کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم اسی طرح (مثالوں) سے اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں اور فکر کریں)"

کیسا گھاٹے کا سودا کر رہا ہوں؟؟؟ زندگی بھر میں اس دنیا اور دنیاداری کی رغبت میں جیتا رہا۔ جس کے وجود بقاء کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ حق ہاااا یا ربی کتنا ظالم ہوں میں، کس قدر مظلوم بھی؟؟؟ مظلوم بھی خود ہوں ظالم بھی خود۔ کیونکہ خود پر ظلم کر رہا ہوں۔ اس دنیا کی، اس فنا کی محبت میں۔ حق ہاااا یا ربی سب جانتے ہوئے، سمجھتے ہوئے دنیا کا حال دیکھتے ہوئے، گزرے زمانوں کا حال جانتے ہوئے، مجھ سے پہلے والوں کا انجام دیکھتے، ہوئے بھی جانے کہاں بھٹک رہا ہوں؟؟؟

افسوس ہائے افسوس! کہ نفس کے بے لگام گھوڑے پر بیٹھا زندگی بھر جھوٹی دنیا اور فنا کے پیچھے دوڑتا رہا۔ روکنے والے بھی ملے۔ سمجھانے والے بھی ملے۔ پڑھا بھی، اتنے پیغمبروں کو بھیجا گیا میری رہنمائی کے لئے۔ مجھے ڈرانے کے لئے پر میں نہ ڈرا

میں نا سمجھا کہ اگر رک جائے یہ سب کچھ، رک گئی سانس، رک گیا وقت نا ملا اگلا پل تو کیا ہو گا؟ سب فنا ہو جائے گا۔ اونچے اونچے خواب چور چور ہو جائیں گے۔ میری ساری اکڑ مٹی میں مل جائے گی۔ میری" میں" مٹی میں دفن ہو جائے گی، سب ختم ہو جائے گا۔ دوسرا موقع بھی نا ملے گا۔ زندگی بھر زندگی کا ہر پل غفلت میں گزرا۔ وہ زندگی کہ جس کا مقصد بندگی تھا۔ وہ زندگی کہ جس کے لیے مجھے بندہ بنا کر خلق کیا گیا۔ کہ زندگی بھر بندگی کروں۔ بندگی ہی مقصد ہے زندگی کا۔ بندگی میں ہی زندگی ہے۔ بندگی نہیں تو زندگی بے مقصد۔ بندگی نہیں تو زندگی کا ہر پل بیکار۔

بندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتہ ہے بندگی کیا ہے؟

زندگی بھر بندے کا اپنے معبود کے لیے جینے کا نام بندگی ہے۔ ایسے جینا جیسے معبود چاہتا ہے۔ اپنے معبود کی رضا کے مطابق جیا تو بندگی ہے ورنہ بندگی نہیں۔

"اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں (الذرلے ت 51، آیت 56)"

بندگی انسان اور حیوان میں فرق پیدا کرتی ہے۔ حیوان کا کام کھانا پینا اور نسل بڑھانا ۔ ناحرام کا پتہ، نا حلال کی سمجھ، نا اچھے کا پتہ، نا برے کی سمجھ بس کھانا پینا اور افزائش نسل۔ انسان کے اندر بندگی نا ہو تو وہ بھی دراصل حیوان ہے دو ٹانگوں والا حیوان۔ یا شاید حیوان سے بھی بدتر۔ کیونکہ حیوان کو عقل نہیں کہ کیا حرام ہے، کیا حلال، کیا ٹھیک ہے، کیا غلط۔؟؟؟ مگر انسان کو یہ تمیز ہے۔ اس کے باجود حرام کا مرتکب ہوتا ہے برائی کا راستہ اپناتا ہے تو ایسا انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔ کہ عقل شعور کے ہوتے ہوئے سب جانتے بوجھتے حرام کاری۔

انسان کے اندر بندگی ہو گی تو وہ انسان ہے، تو ہی اشرف المخلوق ہے۔ اور بندگی کا مطلب اپنے معبود کی اطاعت۔ اور ان کی اطاعت جن کا معبود نے حکم فرمایا۔ بندگی میں جیا تو انسان۔ زندگی وہی جس میں بندگی ہے ورنہ جیتا جاگتا مردہ ہے۔

اب میں سوچوں حساب لگاؤں اپنا جائزہ لوں کہ زندگی بھر کتنی بندگی کی؟؟ کتنے پل بندگی میں گزرے۔ خود اپنا احتساب کروں۔ کہ زندگی بندگی میں گزری یا نہیں؟ گر نہیں تو پھر میں بندہ ہی نہیں بلکہ حیوان ہوں۔ بندہ ہر گز نہیں۔ زندگی بیکار ہے

بنابندگی کے۔۔۔۔۔۔کیونکہ

بندگی میں زندگی ہے۔

سرورِ عالم ،نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ " سمجھ دار وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور آخرت کی بہتری کے لیے نیکیاں کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تَعَالٰی سے آخرت کے اِنعام کی امید رکھے۔"(نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، صفحہ ۵۹)

گہرے زخم، گہرے زخم ہی خون اگلتے ہیں۔ گہرے زخم ٹھیک ہو بھی جائیں، تو نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ نشان اندر کے زخموں کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں۔ صبر و شکر کرنے والے پھر بھی یہ سوچ کر صبر و شکر کرتے ہیں اپنے مالک کا۔

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍO

"فرمادیجیئے،اے میرے بندوں ! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے جو اس دنیا میں صاحبانِ احسان ہوئے، بہترین صلہ ہے،

اور اللہ کی سرزمین کشادہ ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا(الزمر،10:39)"

صبر و شکر کہ اس نے چنا ان گہرے زخموں کے لئے۔اور وہی گہرے زخم جب تک تازہ رہتے ہیں، تکلیف دیتے ہیں، تو وہ تکلیف پھر مالکِ حقیقی کی طرف توجہ دلاتی ہے۔اور اگر گہرے زخم ٹھیک ہو بھی جائیں تو ان کے رہ جانے والے نشان زندگی بھر زخم کا احساس دلاتے رہتے ہیں اور وہی احساس پھر مجھے مالکِ حقیقی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

بالکل ایسے ہی جیسے کوئی بچہ جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو ماں کو یاد کرتا ہے۔ اور جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہو، وہ کیسے نا یاد آئے گا؟ درد میں دکھ میں غم میں تکلیف میں ۔ جب وہ یاد آتا ہے۔ تو ہر درد، ہر دکھ ہر تکلیف اشک بن کر آنکھوں سے بہہ جاتا ہے۔ تن من کا بوجھ ہلکا محسوس ہونے لگتا ہے۔ پھر مجھ کو اپنی کوتاہیاں نافرمانیاں یاد آتی ہیں۔اور احساس ہوتا ہے کہ جو دکھ ملے درد ملے زخم ملے وہ اثر ہے مرے گناہوں کا۔وہ نحوست ہے میری نافرمانیوں کی۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ))[الروم: ۴۱]

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔"

پھر ندامت کے آنسو رواں ہوتے ہیں۔توبہ واستغفار ہونے لگتی ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ میں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے رب سے دور تھا۔تو رب سے رہا نا گیا اس کو میری دوری برداشت نہ ہوئی۔تو اس نے درد و غم میں مبتلا کر دیا۔تاکہ میں تڑپوں اور تڑپ میں مجھ کو اپنے رب کی یاد آجائے۔میں جو بھول گیا تھا اپنے رب کو دنیا کی غفلتوں میں۔درد و غم کی ٹھوکریں کھا کر پلٹ آؤں رب کی طرف لوٹ آؤں اپنے مالک کی طرف اور متوجہ ہو جاؤں اپنے واحد پالنہار کی طرف۔

www.novelsclubb.com

.وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَ نْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ.(البقرہ : 155)

ترجمہ: "اور یقیناہم تمہیں خوف، بھوک، مال، جان اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور (اے نبی) صبر کرنے والوں کو خوش

خبری دے دیجئے۔'

اس آیت مبارکہ کے مطابق صاف ظاہر ہے کہ میرا آزمائش میں مبتلا ہونا ضروری امر تھا۔ اگر میں یہ بات سمجھ جاتا کہ آزمائشوں سے عظیم بھلائی حاصل ہوتی ہے تو آزمائش مجھ پر آسان ہو جاتی کہ آزمائش کے نتیجے میں ہی قربِ الٰہی کے درجات بلند اور باطنی ترقی و مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ جب تک راہِ معرفت میں دعوتِ حق کی راہ میں آزمائش میں گھرا رہوں گا اور آزمائش میں گرفتار ہو کر بھی اپنے رب اور اس کے احکام کو مضبوطی سے تھامے رکھوں گا اور ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے ذریعے اپنے رب سے جڑا رہوں گا تو بھلائی اور کامیابی کی منزلیں طے کرتا رہوں گا۔ صدقے میرے مولا جو اتنی محبت کرتا ہے مجھ سے کہ دوری برداشت نہیں کرتا اور واپس قریب لانے کے لئے درد و غم کی ٹھوکروں سے ہوش دلاتا رہا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ: "مجھے جب تک چوٹ نہ لگے گی تب تک مجھے اپنے رب کی یاد نہیں آئے گی۔ ورنہ اگر رب مجھے بھلا دے رب مجھے لاوارث چھوڑ دے تو کون ہے جو مجھے سنبھالے جب میں گروں"

کون ہے جو مجھے جوڑے جب میں ٹوٹ جاؤں۔ کتنا بے وفا و خود غرض ہوں میں کہ جب درد میں ہوتا ہوں جب غم لگتا ہے تو کبھی چرچ جاتا ہوں کبھی مندر جاتا ہوں کبھی مسجد جاتا ہوں۔ اپنے زخم لیے اپنے رب کی طرف۔ اور پھر وہی رب جو واحد رب ہے جو مندر مسجد اور چرچ والوں کا سبھی کا واحد رب ہے۔ وہی مندر میں کہ جب میں مندر جاؤں۔ وہی چرچ میں کہ جب میں چرچ جاؤں اور وہی مسجد میں فریاد سنتا ہے جب میں مسجد میں جاؤں۔ اور مجھ درد کے مارے کا درمان فرماتا ہے۔ عام لفظوں میں اکثر بڑے غلطی کرنے والے بچوں سے کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اوئے بندہ بن۔ کوئی بچے تو اسی جملے سے ہی بندے بن جاتے ہیں۔ اور اکثر بچوں کو تھپڑوں سے ہوش دلایا جاتا ہے۔ اس تھپڑ میں بھی پیار محبت اور فکر ہوتی ہے۔ تو جب تھپڑ پڑتا ہے تو بندہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح رب مجھ جیسے بھٹکے ہوئے بندے کو بندہ بنانے کے لئے درد و غم کے تھپڑ مارتا ہے۔ کہ جس سے میں بندہ بن کر اپنے رب کی طرف رجوع کروں۔ کیونکہ اسی میں بے پناہ محبت ہے میرے لیے۔ جہنم سے بچانے کی فکر ہے۔ تو کیوں نا رب

کا بندہ بن کر زندگی جیوں کیونکہ بندگی میں زندگی ہے۔ بندگی ہی زندگی ہے۔

آنکھوں سے دیکھا، دل سے محسوس کیا، روح نے طلب کیا، جب طلب ہوئی تو پھر آنکھوں نے ملن کے خواب دیکھے۔ دل میں ملن کی تڑپ اٹھی تو روح بے قرار ہوئی ملنے کو، جب روح بے قرار ہوئی تو پھر آنکھیں برسنے لگیں، دل میں درد اٹھا، روح مرنے لگی، جب روح مرنے لگی تو یہ سب کچھ جب ہو تو سمجھ جاؤ یہی محبت ہے۔ مل جائے تو شکر نا ملے تو صبر۔ ملے یا نا ملے، دونوں صورتوں میں محبت بڑھتی ہی ہے کم نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ خودی عدم لگنے لگے۔ خودی کا مٹ جانا محسوس ہو۔ اپنا آپ فنا لگے۔ تو محبت عشق بن جاتی ہے۔ یہ عشق جلا جلا کر خودی کو خاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ تب پھر یہ عشق حقیقی مالک سے جوڑ دیتا ہے۔ یعنی جس سے محبت ہوئی اسکی محبت میں دیوانہ ہوا اور اس دیوانگی نے محبوب کے خالق کی پہچان کرائی کہ: "محبوب ایسا ہے تو اسکا خالق کیسا ہو گا۔"

بس پھر کیا، پھر عشق حقیقی پھر بندہ اور معبود بس اور کچھ نہیں صرف بندہ اور معبود پھر بندگی ہی بندگی۔

بچپن سے سنا اور پڑھا ہے کہ جس کسی کو دیکھنا سمجھنا ہو کے کیسا انسان ہے، تو اس کے دوستوں سے ملو اس کے دوستوں کو جانو اسی طرح معرفت خدا کے حصول کے لیے اپنے رب کو جاننے سمجھنے کے لئے ولیوں، قلندروں امور صوفیوں کی خانقاہوں، درگاہوں پہ حاضری دینی ہو گی اپنے رب کے حبیب کی سنت پہ عمل کرنا ہو گا۔ خدا کے مقرب بندوں خدا کے بر گزیدہ بندوں خدا کے ولیوں قلندروں کے واقعات و سوانح حیات سے مکمل معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اولیاء و قلندران رب کے دوست ہیں رب کے قریب ہیں۔ آقا کملی والے اللہ پاک کے محبوب ہیں اور دوست دوست کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔

عاشق و محبوب ایک دوسرے کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر میں معرفت خدا چاہتا ہوں تو اس کے محبوب کا سچا امتی بن کر خدا کے دوستوں کی خانقاہوں بارگاہوں درگاہوں، ڈیروں پہ حاضری دوں ان کا چیلا بن کر، مرید بن کر، ان کے در کا فقیر بن کر، مٹ کر، ختم ہو کر، اپنے رب کا بندہ بننے کے لیے رب کو جانوں۔ رب کو جاننے کے لیے اس کے دوستوں سے وابستہ ہو جاؤں تاکہ بندہ بن جاؤں

کیونکہ بندگی میں زندگی ہے۔بندگی ہی زندگی ہے۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

کائنات قمر شریف

محترمہ کائنات قمر شریف کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع قصور سے ہے۔دنیاوی تعلیم میں گریجویشن مکمل کرنے کے بعد اب دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے النور ادارے سے تعلیم القرآن کا کورس کر رہی ہیں۔

جون 2022ء سے باقاعدہ لکھنے کا آغاز کیا اور اب تک بہت سی کامیابیوں کو اپنے نام کر چکی ہیں۔ان کے لکھنے کا مقصد اپنے لفظوں کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرنا ہے۔ محترمہ کی تحاریر بہت سے ہارڈ فارم،آنلائن میگزین اور مختلف اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔اس کے علاوہ مختلف اینتھالوجی کتابوں میں بھی لکھ چکی ہیں،

جن میں ہمسایہ ملک بھارت کی کتابیں بھی شامل ہیں اور پاکستانی کتابوں میں گوشہ تخیل، الصحابیات اور کتاب الدین شامل ہیں۔ لکھاری ہونے کے ساتھ ساتھ، گرافکس ڈیزائنز ہیں۔ محترمہ کائنات قمر شریف صاحبہ تحریک دفاع قومی زبان و لباس میں بطور سربراہ شعبہ ذرائع ابلاغ، رضاکار پاکستان تنظیم میں بطور ضلعی نائب صدر اور روزنامہ مصافحہ وہاڑی میں بطور بیورو چیف ضلع قصور اپنے فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ "ادب کی دنیا" ڈائجسٹ میں بطور اقوال سیگمنٹ انچارج اور بطور گرافک ڈیزائنر فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ محترمہ کائنات صاحبہ "رہبر میگزین" میں ڈیپارٹمنٹ نورِ ہدایت کی ہیڈ بطور فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ دارالعلم اکیڈمی سے مختلف کورسز کر چکی ہیں۔ محترمہ کائنات قمر نے دارالعلم اکیڈمی میں بطورِ والنٹیئر کام کیا ہے اور الحمدللہ اب الصافات انسٹیٹیوٹ کے ساتھ منسلک ہیں اور دین کی خدمت سر انجام دے رہی ہیں۔

مصنف

کائنات قمر محمد شریف (قصور)

"کسی بھی کتاب یا تحریر لکھنے والے کو مصنف کہتے ہیں۔ مصنف اسے کہتے ہیں کہ جو خود سوچ کر تحریر کرے۔ مصنف ایک تخلیقی ذہنیت کا مالک ہوتا ہے اور وہ تفکرات ،خیالات کو قلمبند کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سب سے اہم بات مصنف کو اظہار رائے میں ایماندار نڈر ہونا چاہیے۔

www.novelsclubb.com

اچھے مصنف کو اپنی بات کہنے سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ لوگوں کی تنقید کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ جو بات دماغ میں ہو کھول کر بیان کرنی چاہیے۔ مصنف کے لیے قرآنی تعلیمات اور رسول ﷺ کی ذات اقدس کی پیروی لازمی ہے۔ پھر ہی مصنف ہمیں سیدھے راستے میں یعنی دین کے راستے میں ہماری مدد کر سکتا ہے

بہترین مصنف وہی ہوتا ہے جس میں جذبہ، ہمت اور لگن ہو۔جب وہ لکھنے بیٹھے تو کئی کئی گھنٹے خالی پیپر لے کر بیٹھا رہے اور کچھ نہ لکھ سکے اور سوچنا پڑے کیا لکھوں؟؟؟ایک لکھاری کے لیے ضروری ہے کہ اس میں لکھنے کی لگن ہواور وہ لکھے بغیر نہ اٹھے۔اس کے لیے ہمت چاہیے۔

بہترین مصنف بہترین سوچ کا مالک ہوتا ہے وہ ان باتوں کو ان سوچوں کو اور رویوں کو بھی بہترین انداز میں کہہ دیتا ہے جو عام انسان کو سمجھ نہیں آتی۔اللہ پاک نے مصنف کی چھٹی حس کو بہت تیز رکھا ہے باقی افراد سے جو ہم دیکھتے ہیں۔ ہم جو دیکھتے ہم کہہ دیتے ہیں اور ہم بھول جاتے ہیں لیکن جو مصنف ہوتا ہے وہ اس چیز کو بہترین انداز سے دیکھتا ہے اور اس کے بارے میں سوچتا ہے۔بعد میں ان واقعات کو اپنی تحریر میں لے کر آتے ہیں ایک منفرد انداز میں۔

مصنف ایک ایسے انسان کو کہتے ہیں جو اپنے خیالات احسن طریقے سے قلمبند کر سکے اور دوسرں تک پہ پہنچا سکے۔اسکے الفاظ اسکی شخصیت کی نمائندگی کرتے ہیں یعنی اسکی شخصیت کو بیان کرتے ہیں۔

مصنف کے الفاظ ایسے ہونے چاہیے کہ پڑھنے والے کو انرجی ملے یعنی ایک الگ ہی طاقت ملے جیسے پڑھنے والے کو لگے کہ جو دکھ اسکے اندر تھا اسکو ختم کرنے کے لیے اسکا سامنا بڑھ گیا ہے یا پھر ریڈر کچھ نیا کرنا چاہتا تھا اور اسکی رہنمائی ہو گئی ہیں۔ مصنف کے لفظ ایسے ہونے چاہیے کہ پڑھنے والے پر گہرے اثر چھوڑے اسکے لیے یہ مرہم بن جائے۔

مصنف اپنی ذاتی زندگی میں خواہ کیسا ہی ہو مگر جب وہ فن کی بات کرتا ہے تو سچائی اور حقیقت کو پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جس ملک مختلف قسم کی تحریکیں چل رہی ہوں وہاں ادب ان سے متاثر نہ ہو، ایسا ممکن ہی نہیں۔ انسانیت کی ناقدری، ناانصافی، رنگ اور نسل کا امتیاز مسائل جہاں موجود ہوں، وہاں مصنف چپ کیسے رہ سکتا ہے؟ حب الوطنی، سماجی مسائل اور ترقی، جنگ اور امن، رنگ اور نسل، یہ ایسے موضوعات ہیں، جن سے کسی نہ کسی سطح پر ہمارا تعلق ضرور رہتا ہے۔ انسانیت کے خلاف جب جب ظلم ہو گا تو ادیب اپنی آواز ضرور بلند کرے گا۔ جیسے کہ علامہ اقبال نے آزادی کے لیے مسلمانوں کو شاعری کے ذریعے پیغام دیا۔

علامہ اقبال ہمارے قومی شاعر ہیں۔ وہ عظمت انسان کے مبلغ ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے بر صغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ وہ اپنے اس جذبے کی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔

"ایک ہو مسلم کی حرم پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر"

آخر میں یہ کہنا چاہوں گی "ایک اچھا لکھاری بننے کے لیے اپکو لکھنے کی نہیں بلکہ لکھتے رہنے کی ضرورت ہے"

"آنسو"

کائنات قمر محمّد شریف (قصور)

آنسوں صرف آنکھ سے بہنے والا پانی نہیں ہوتا۔ اس میں بہت سے جذبات کے

رنگ پائے جاتے ہیں۔دکھ،خوشی،احساس جیسی کیفیات آنسو میں پائی جاتی ہے۔
زندگی کی کتاب کے سب اوراق ہمارے مطابق نہیں ہوتے کبھی کبھی زندگی میں ایسا لمحہ آتا ہے انسان شدید دکھ میں ہوتا ہے اس کو دن کی روشنی میں رات کی تاریکی نظر آتی ہے اس کی کیفیت عجیب سی ہو جاتی ہے۔بے چینی،تناؤ پریشان حال رہنا ۔۔۔۔۔۔اس وقت یہ آیت انسان کو بہت سکون دیتی ہے "آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے"(سورہ والضحیٰ)
انسان اللہ کے سامنے سِسک پڑتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے ایک وہی ہے جو سنے گا جو لاڈ اٹھاتا ہے۔
جب آپ کو ساری دنیا چھوڑ دیتی ہیں تو اسے رب تھام لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کو آزماتا ضرور ہے مگر پھر آزمائش میں اکیلا نہیں چھوڑتا۔
اس وقت انسان بے چین آزمائش کے وقت اپنے رب سے دعا مانگتا ہے اور دعا کے دوران اللہ کی محبت اور اللہ کے خوف سے آنکھوں سے آنسوں نکل آتے ہیں۔

"دستک دی جو میرے دروازے پر تنہائی نے

آنسوں بہادیے قمر نے، جی بھر کر تیرے سامنے مولا"

ایسے لوگ میرے رب کو بہت پسند ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے بہت قریب ہوتے ہیں ۔ایسی کیفیت میں آپ کا دل اللہ کا دوست بننے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ آپ دعائیں مانگتے ہیں سکون پانے کے لیے۔۔۔اصل میں سکون تلاش کرنے کا مقصد اپنے رب کو پانا ہے اللہ سے دوستی کرنی ہے۔جب توڑ دیے جاؤ تو سمجھ جاؤ اے انسان تیرا رب تجھے اپنے قریب کرنا چاہتا ہے تجھے اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کرنا چاہتا ہے۔

اپنے رب سے دعائیں مانگو رو رو کر مانگو۔جو آنسو

تم اپنے اللہ کے سامنے بہاتے ہو ان کی بہت قدر کی جاتی ہیں۔جب تمہیں لگے کہ تمہارا کوئی نہیں ہے تو آسمان کی طرف دیکھنا وہاں وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے تمہاری مدد کرتی ہیں۔وہاں وہ ہے جو ہمیشہ سے تمہارا تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

"میرے رب میں آپ سے کبھی دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں ہوا"

(سورہ مریم:4)

اپنے رب سے رو کر مانگے۔۔

آخر میں یہی کہنا چاہوں گی۔

آنسوں وہی انمول ہے جو اللہ کی بارگاہ میں گرے۔

لوگوں کے سامنے آنسوں گرے گے لیکن لوگ قدر نہیں کرتے۔جب ہمارے آنسوں کی وجہ بے شک وہی لوگ ہو پھر بھی آپ کی کوئی نہیں سنے گا وہی ہستی ہے جو آپ کو ہزار بار سنے گی جب جب آپ پکاروں گے۔۔۔اپنے آنسوؤں کو قمیتی بناؤ۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

"جو مجھے کبھی فتویٰ دینے کا ازاں ملے

تو میں انسان کو انسان کے آگے رونا حرام لکھوں"

"بارِ قرض"

www.novelsclubb.com

کائنات قمر محمّد شریف (قصور)

بارِقرض کہتے ہیں کسی چیز کواس شرط پر دینا کہ اسکی مثل متعین مدت کے بعد واپس کرے گا۔قرض واجب ہے۔قرض ان چیزوں میں ہوتا ہے جنہیں استعمال کرکے ختم کردیاجائے جیسے کہ کھانے پینے کی اشیاء،پیسہ وغیرہ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کاارشاد ہے:

"کون ہے وہ جواللہ تعالی کوقرضہ حسنہ دے؟سووہ اس کو بڑھاچڑھاکراس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالی ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہےاور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے۔"(سورہ البقرہ:245)

امام قرطبّی فرماتے ہے:"سے قرض کاثواب عظیم ہے اس لیے کہ اس میں مسلمان کی حاجت روائی ہے۔"(قرطبّی،1:157)

اسلام میں قرض دینا اور لینا دونوں جائز ہیں دینے والے کے لیے بہت زیادہ اجر ہے۔ قرض دینے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جیسے کہ قرض خیر خواہی، سرمائے کی حفاظت اور نفع کمانا کے لیے قرض دینا ایک نیک عمل ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف کی روایت ہے:

"صدقے کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے دس گنا اور قرض کا بدلہ اٹھارہ گنا لکھا ہوا ہے"۔

آیات واحادیث سے قرض کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

قرضوں کا مقصد ایک مسلمان کی ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے۔ کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہے۔ لیکن آج یہ مقصد ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا جارہا ہے۔ ہمارا مقصد صرف پیسہ جمع کرنا ہے نہ کہ اس پیسوں میں سے صدقہ، خیرات کر کے آخرت کما سکے۔

قرض مال کی حفاظت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رض اللہ تعالیٰ ایک مالدار صحابی تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنا مال رکھواتے تو یہ فرماتے: "یہ امانت نہیں قرض ہے جو کہ رکھوانے کے لیے زیادہ سکون کا باعث ہوتا ہے"

نفع کمانے کے لیے قرض دینا جیسے کہ آپ کے دوست کو کاروبار شروع کرنے کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے آپ اسے قرض دیتے ہیں اور اس پر مقررہ فیصد سے قرض دیتے رہے۔ یہ صورت حال شریعت کے مطابق نہیں ہے۔ قرضے کے معاہدے سے نفع نہیں کما سکتے اس صورت کو شریعت نے سود قرار دیا ہے اور ہمارے معاشرے میں آج کل یہی نظام قائم ہے۔

رسول ﷺ نے قرض سے نجات کی بڑی پیاری دعا سیکھائی ہے۔

علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ترجمہ:

"اے اللہ! مجھے حلال دے کر حرام سے بچا دے اور اپنا فضل دے کر اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز کر دے"۔

خودکشی کوئی حل نہیں ہے"

چند سانسیں ہزار نعمت ہیں۔

انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے شمار نعمتیں موجود ہیں زندگی میں آسانیاں بھی ہے اور مشکلات بھی زندگی کا حصہ ہے۔زندگی چاہے جتنی بھی مشکل ہو جائے لاکھ مشکلات ہی سہی لیکن خودکشی کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

ہمارے ہاں آئے دن کسی نہ کسی نے خود کو موت کے منہ میں اتارا ہوتا ہے کوئی گلے میں رسی ڈال کر تو کوئی دریا میں ڈوب کر مر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اکیلے نہیں بھیجا اس کے ساتھ مسئلے مسائل، غم،

پریشانیاں، خوشیوں کو بھی حکم دیا کہ انسان کو اکیلا نہیں چھوڑنا اس کے ساتھ ساتھ رہنا۔ اللہ نے غم اس لیے ساتھ رکھے ہیں تاکہ انسان مضبوطی سے ان سے نبرد آزما ہو جائے اور انسان اپنے رب کو ہمیشہ یاد رکھے۔ ان غموں اور پریشانیوں سے مقابلے میں جو ہار گیا وہ گویا کہ زندگی سے ہار گیا اور بعض دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان مسائل کو قابو نہیں کر پاتا اور وہ ایسا سنگین قدم اٹھاتا ہے جس سے رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

رسول ﷺ نے فرمایا: "جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اسے قیامت کے دن اسی کا عذاب دیا جائے گا"۔ (صحیح بخاری/5700)

انسان خود کو مار دیتا ہے۔

www.novelsclubb.com

خودکشی مسائل کا حل نہیں ہے اگر ہر فرد اپنے غموں، پریشانیوں، مسائل اور الجھنوں سے گھبرا کر خودکشی کرنے لگ جائے تو دنیا کا کیا ہوگا؟؟؟ دنیا میں انسان جینے کے لیے آیا ہے اور اسے اس امتحان میں قدم قدم پر جینے کے لیے آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ دنیا ایک امتحان کی طرح ہے انسان کے لیے۔ جس طرح

بارش ہوتی ہے اور ہر چیز صاف ہو جاتی ہیں مٹی اتر جاتی ہے سب کچھ صاف صاف خوبصورت دکھائی دیتا ہے اسی طرح غموں کے بعد خوشیاں بھی آتی ہے جس طرح خزاں کے بعد بہار آتی اور بہار کی آمد نئ زندگی کی امید دلاتی ہے کہ انسان کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جہاں دکھ پریشانیاں ہے وہاں خوشیوں کا موسم بھی آئے گا۔مسائل سے بھاگ کر خودکشی کر لینا مسلے کا حل نہیں ہے۔اپنی زندگی کا خاتمہ کر کے اپنے والدین، پیاروں، دوستوں احباب کو رنج و غم میں یوں مبتلا نہیں کیا جاتا کہ وہ جیتے جی ہی مر جائیں۔

انسان کو چاہیے کہ جب مصیبت آئے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے ۔اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی نکالے گا۔اللہ کی عبادت کرے صدقہ کرے ۔۔۔خود کو رب کی عبادت میں مصروف رکھے۔۔۔

رسول ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص زخمی تھا وہ اس کی تکلیف برداشت نہ کر سکا تو اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اور خون بہنے کی وجہ سے مر گیا، میرے بندے نے اپنی جان کے ساتھ جلدی کی ہے، میں نے اس پر

جنت حرام کر دی"۔

صحیح بخاری/3276 صحیح مسلم/113)

انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔جب کوئی مصیبت آئے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔جتنے بھی لوگ دنیا میں اس وقت مصیبت میں ہے اللہ پاک ان کی مدد فرمائیں۔آمین ثم آمین

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

روزی یوسف

www.novelsclubb.com

"تعارف"

محترمہ روزی یوسف ہمیشہ سے آزاد فضاؤں میں اڑنا چاہتی تھی۔ یہ ایک معروف و محقق لکھاری بننا چاہتی تھی۔ بچپن سے ہی کتابوں کی دنیا میں کھوئی رہتی تھی۔ ان کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا تھا۔ یہ اپنی ساری زندگی تحریر و تقاریر لکھنے کیلئے وقف کرنا چاہتی ہیں۔ یہ اپنے الفاظ کا ایک دلکش ہار بنانا چاہتی ہیں یہ چاہتی ہے کہ "میں ایسے الفاظ رقم کروں جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچیں۔اور روح کو بالیدگی عطا کرے"

www.novelsclubb.com

یہ اپنا ایک مقام بنانا چاہتی ہیں۔ یہ چاہتی ہیں اپنے قلم سے ایسے مقناطیسی الفاظ بکھیریں کہ اہلِ کتاب بھی متاثر ہوں۔ انہوں نے ہمیشہ سے ادبی دنیا کا خواب دیکھا۔

یہ احادیث شریف، بچوں کیلئے دینی دنیاوی واقعات، حکایات نصائح و حکم کو آگے

پہنچانا چاہتی ہیں۔ یہ کہتی ہیں" میرا قلم میری طاقت میرے الفاظ میری پہچان بنیں۔"انہوں نے چودہ سال کی عمر میں لکھنا شروع کیا۔بہت سے مضامین لکھے جو کہ آج منظر عام پر لا رہی ہیں۔سب سے پہلے شاعر پر قلم آزمائی کی۔اللہ تعالی انہیں زندگی کہ ہر موڑ پر کامیاب وکامران کرے۔

بے پناہ محبت"

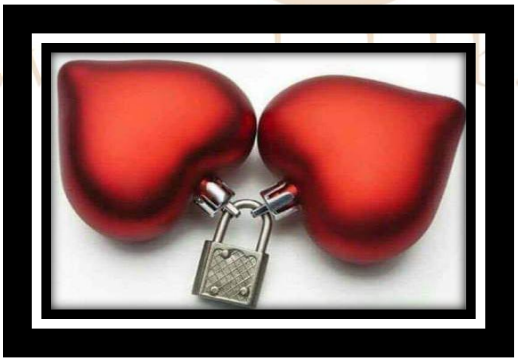

"محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا"

"محبت "ایک خوب صورت لفظ ہے جو کہنے سننے میں مزہ رکھتا ہے جو صرف بولنے سننے میں ہی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں تک کو سکون دیتا ہے۔ محبت کے بغیر زندگی ادھوری ھے اسکا مزہ وہ ہی جانتا ہے جس نے کی ہوتی ہے۔ محبت کی مہک برسوں نہیں جاتی۔ محبت کی مہک کا آغاز جانے کب سانسوں میں سما جاتا ہے؟؟؟ پھر ناجانے قبر تک رہتا ہے۔

"محبت آنکھوں سے شروع ہوتی ہے اور سانسوں پہ ختم ہوتی ہے"

محبت کے بغیر ہر پل ادھورا ہوتا ہے۔ جن کو محبت نہیں ملتی ان کو وہ اندر سے کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔ وہ روزمرہ زندگی جی تو رہے ہوتے ہیں مگر اندر سے خالی ہوتے ہیں۔ ہر روز جیتے ہیں ہر روز مرتے ہیں۔ پل پل جیتے ہیں پل پل مرتے ہیں۔ انہیں تو موت بھی نہیں آتی شاید انہیں محبت کرنے کی سزا ملتی ہے۔ خوب صورت چمکتے ستاروں کی طرح وہ چاند کی طرح ہوتا ہے۔ گلاب کی مہک، کنول پہ گرے شبنم کے قطروں کی طرح، افق میں پھیلی لالی کی طرح، چاندنی جیسی چمک کی سی.... وہ میری

محبت میرے دل میری روح میں اتر چکی ہے میں چاہ کر بھی مٹا نہیں سکتی۔

محبت کرنا بہت آسان ہے مگر نبھانا بہت مشکل ہے. وہ منزل ہی کیا جسکے راستے دشوار نہ ہوں۔ وہ محبت ہی کیا جس میں وفا نہ ہو؟؟؟ محبت کسی سے کرنا پھر حاصل نہ ہونا دل کو چھلنی چھلنی کر دیتا ہے۔

جو نہیں ملتی محبت.....!!!!

اک عاشق سے پوچھو محبت کیا ہوتی ہے..؟"محبت سب کچھ بھلا دیتی ہے۔ محبت کی جسے سمجھ نہیں آتی..اس نے کبھی محبت کی ہی نہیں۔ محبت کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ محبت پانی کی طرح ہوتی ہے جو تیز لہروں کی طرح انسان کے دل میں چلی آتی ہے۔ محبت کے سمندر میں جو ڈوب جاتا ہے پھر وہ کبھی تیرتا نہیں۔ محبت کی گہرائی شاید سمندر کی گہرائی سے زیادہ ہوتی ہے۔ محبت کسی واقف سے ہی نہیں بلکہ کسی بھی موڑ پر کسی سے ہو سکتی ہے۔"

محبت ہر کسی سے بھی نہیں ہوتی۔ محبت کرنے والے نا جانے کتنے دکھ سہتے ہیں اپنوں کا روٹھ جانا برداشت کرتے ہیں محبت شاید پھر بھی نہیں ملتی۔ سچی محبت ہر

کسی کا مقدر نہیں ہوتی۔ محبت لفظوں میں نہیں بیان کی جاسکتی، محبت آنکھوں کی خاموشی سے محسوس کی جاتی ہے۔آنکھیں ملانے سے محبت کے سمندر میں غوطے کھانے پڑتے ہیں۔دل کی دھڑکنوں سے محبت محسوس کی جاتی ہے۔دل سے یاد کرنے پر شاید دلوں کو راحت ملتی ہے۔محبت کی چادر میں لپٹے شاید ایک دوسرے کی تکلیف تک کو محسوس کر سکتے ہیں۔

محبت کی طاقت پتھر کو موم بنا سکتی ہے۔ مگر محبت کرنے والے کبھی ملا نہیں کرتے۔ محبت کرنا گناہ نہیں مگر زمانے والے جرم قرار دے کر سزائے موت سناتے ہیں۔انسان کا دل قابو میں نہیں ہوتا سمجھانے کے بعد سزائیں کاٹتا ہے پھر بھی محبت میں گرفتار رہتا ہے۔

www.novelsclubb.com

"محبت اور خاموش رات"

محبت کرنے والے خاموش رات کے پہلو میں چھپے ستاروں سے باتیں کرتے ہیں۔ خوبصورت رات آسمان میں چمکنے والے ہیرے جیسے چاند کو اپنے محبت نامے سناتے ہیں۔

محبت کے گہرے سمندر میں ڈوب چکی ہوں میں۔اب مزید بیان نہیں کر سکتی محبت اتنا خوب صورت جذبہ ہے اب اور الفاظ نہیں میرے پاس بیان کرنے کے لیے۔

محبت جھوٹ نہیں حقیقت ہے۔ جسے صرف کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ محبت وہ مرض ہے جسکی کوئی دوا نہیں ہاں مگر دعا ضرور ہے۔

محبت میری روح میری جان میری زندگی ہے یک طرفہ محبت بہت اذیت ناک ہے۔

www.novelsclubb.com

محبت میرے دل میری روح نے کی سزا میرے وجود کو مل رہی ہے۔ میرا دل ہر روز ہر رات تڑپتا ہے۔شاید محبت کرنے والے سبھی ایسا سوچتے ہونگے۔ محبت کرنے والے تنہائی پسند ہوتے ہیں اور شاید شاعری پسند بھی۔ محبت فلسفہ نہیں ایک حقیقی جذبہ ہے یقین مانو اسے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

"لکھنے کو تو ہم نے ساری رام کہانی لکھ دی
مگر تیری محبت کے قصے کہاں لکھتے"

★★★★★★★★★★★★★

"سکون کی تلاش"

www.novelsclubb.com

بہار کے خوبصورت موسم دل ربہ دلکش مناظر بہت ہی خوبصورت دن، میرے گھر میں لگے درختوں پہ پھدکتی چڑیاں، چہچہاتے خوبصورت پرندے، گلاب کے پھولوں پہ اڑتی رنگ برنگی تتلیاں نہایت ہی دل کش منظر...

ہر طرف رونق مگر نہ جانے مجھے سکون نہیں مل رہا تھا۔ بہار کی ٹھنڈی ہوائیں دل کش مناظر موسم کی خوبصورتی مگر لاؤنج میں چارپائی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی کہ اس خوبصورت منظر میں کہیں تو سکون ملے۔ایک بے سکونی بے اضطراری سی چھائی ہوئی تھی۔دل پہ بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا دل کی دھڑکنیں تو جیسے رکنے کو تھی۔ جیسے میں نے کسی سب سے قیمتی چیز کو کھویا ہو۔اس کی تلاش ہے مگر نہیں بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی نہیں مل رہی۔

www.novelsclubb.com

میری تمام چیزیں میرے پاس موجود تھی مگر میں نہیں جانتی تھی کہ میں نے تلاش کیا کرنا ہے، کھویا کیا ہے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ عجیب سی کیفیت طاری تھی۔اب تو جیسے چلنے کی ہمت بھی کھو رہی تھی۔ میرے دل پہ اس خوشگوار موسم میں بے سکونی کا عالم طاری تھا دل بے سکون ہو تو خوش نظری کچھ کام نہیں آتی۔

ایسا کیا کروں دل کو سکون آجائے قرار آجائے؟ مگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ میں چادر اوڑھ کر لیٹ گئی سونے کی بہت کوشش کی مگر نیند تو جیسے آئے گی ہی نہیں۔ نیند بھی تو سکون کا حصہ ہے کیسے آتی۔ اسی بے قراری میں پڑی اپنے اللہ کو یاد کرنے لگی۔ اور اللہ سے التجائیں کرنے لگی یا اللہ میرے دل کو سکون دے۔ اب میرا دھیان صرف اپنے رب کی ذات کی طرف تھا اذان ظہر میرے کانوں میں گونجی۔۔ میں اٹھی وضو کیا اور نماز شروع کی یہ میری زندگی کی پہلی نماز تھی۔

میں جیسے جیسے نماز پڑھ رہی تھی مجھے سکون مل رہا تھا۔ میں اپنے اللہ کے سامنے گڑگڑائی توبہ کی اور اپنے اللہ سے وعدہ کیا نماز پڑھنے کا۔ آج مجھے پہلی بار اتنا سکون ملا میں بہت خوش تھی کیونکہ مجھے وہ مل گیا تھا جسکی مجھے تلاش تھی۔ میں نے قرآن کو اپنا دوست بنالیا۔ اب الحمداللہ نماز بھی پڑھتی ہوں جب نہ پڑھو تو سکون گم ہو جاتا ہے۔ اپنے دوست کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی میری بخشش کا ذریعہ مل گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مامتا"

از قلم: روزی یوسف فارام چکسید از یریں۔

بے شمار آنسوؤں کے خزینے لیے اس حیرت کدہ عمر میں مسلسل آپ کو یاد کیے جا رہی ہوں۔ ہر لب سے کہی جا رہی ہوں اور ہر سماعت سے سنی جا رہی ہیں، ہر آنکھ پر نم ہے ہر دل پر بوجھ ہے ہر جگہ آپ کا نام ہے، آپ زمین کی خاموشیاں اوڑھے ایک بے رنگ اور بے خوشبو پیرہن پہن کر سو رہی ہیں۔ بچپن سے اب تک کا یہ سفر کتنا مختصر لگ رہا ہے، بچپن کے ان لمحوں کو اس گوشوارہ عمر سے کیسے خارج کر دوں جن لمحوں میں آپ کے مامتا بھرے ہاتھوں نے میرے اندر ایک اعتماد پیدا کیا تھا، زندگی تو کل بھی سفاک تھی اور آج بھی سفاک ہے، مگر اسے ہم اپنے ذہنی رویوں کے ساتھ برتتے ہیں۔

زمانہ کبھی بھی کسی کے لیے قربان نہیں ہوتا۔ بہت سی اذیتوں بہت سے دکھوں

بہت سے غیر متوقع رویوں، نفرتوں، دشواریوں کے درمیان سے اپنی راہ کھود کر نکالنی پڑتی ہے،اور چھلنی چھلنی دل کو بچا کر چلنا پڑتا ہے۔

یہی تو زندگی ہے اور اس زندگی کا مطالبہ یہی رہتا ہے، کہ اسے اپنے آپ بہت سے مختلف لوگوں کے درمیان رہ کر بھی محبت اور بہادری کا فن سیکھا یا جائے۔

امی کتنا مٹھاس بھرا لفظ ہے جس لفظ کو کہنے کے لیے ہر وقت بے قرار رہتی ہوں کہ کاش میں بھی کسی کو امی کہہ کر پکار سکتی ہوں، مگر اس مقام سے پہلے ہی آپ ہم سے جدا ہو گئی اور پھر آپ نے اپنے آپ کو اس جدائی کا ایک مسلسل تنہائی میں بدل لیا۔ آپ ایک منفرد ہستی تھی۔ شاید ہر بیٹی کو اپنی ماں سے اتنا ہی پیار ہوتا ہے اور اتنا ہی مان ہوتا ہے جتنا کہ مجھے ہے لیکن میں تو اس پیار سے نا آشنا ہی رہی کاش مجھے بھی کوئی دو بول محبت بھرے بول سے پکارے جس میں مامتا کے جذبات کی مٹھاس ہو،اور کاش میں بھی اپنا سر آپ کی گود میں رکھ کر سوتی، لیکن آہا یہ لفظ ہی بڑا افسوس والا ہے، جب یہ لفظ انسان کی زندگی کی ڈکشنری میں موجود نہ ہو تو زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔

اب اس اتنے وسیع نیلے آسمان تلے کوئی بھی ہستی ایسی نہیں جس کو میں ماں جسے اس گھولنے والے لفظ سے پکاروں...!!! لیکن اب اس فقرے کے مصداق زندگی گزار رہی ہوں۔

کہ اگر تم جیسا چاہتے ہو ویسا نہ ملے تو ایسے ہی بن جاؤ جیسے حالات ہوں۔

www.novelsclubb.com

"صرف مجھے معلوم ہے"

فضا مہک سے معطر ہے
علی الصبح چڑیوں کی چہکار تر و تازہ ہوائیں
ڈوبتے ہوئے تاروں کی چھاؤں میں
چلتی باد نسیم میں بہتے پانی کی کنارے پر کھڑی
اس منظر کا سحر صرف مجھے معلوم ہے
میرے سینے میں سنگ و خشت نہیں دل ہے
دل ہے کہ دلدار ہے

www.novelsclubb.com

صرف مجھے معلوم ہے

وہ مجھے ملا کہ نہیں ملا صرف مجھے معلوم ہے

روزی روایتی رہی

وہ روایتوں کو توڑ گیا یا نہیں صرف مجھے معلوم ہے

میں رات کی رانی ہوں

وہ شبنم کا قطرہ صرف مجھے معلوم ہے

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

"اب کی بار"

www.novelsclubb.com

وہ بھول گئے کہ کیا ہوا تھا

ہمیں یاد تھا کہ کیا ہوا تھا

وہ پوچھنا تو چاہتے تھے

مگر ہم بتانا ہی نہیں چاہتے تھے

مگر اب کی بار وہ جانتے بھی تھے

مگر پھر بھی انجان بنے تھے

مگر اب کی بار ہم جانتے بھی نہ تھے

مگر پھر بھی بتانا چاہتے تھے

کہ انہیں روزی سے کتنی الفت ہے کتنی چاہت ہے

یہ سب تو وہ پوچھنا ہی نہیں چاہتے تھے

مگر ہم بتا چکے تھے

وہ چھپانا چاہتے تھے

اب کی بار

ہم بھول گئے کہ کیا ہوا تھا

www.novelsclubb.com

انہیں یاد تھا کہ کیا ہوا تھا

اب کی بار

ہم بتا کر بھلانا چاہتے تھے

ہم بتا کر بھلانا چاہتے تھے

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

ار بار فیق انجم

ہم کسی اپنے سے متاثر ہو کر اس کے ہمراہ چلنے کی خواہش کرتے ہیں ۔ محترمہ کے ساتھ بھی یہی ہوا "محترمہ اپنی بڑی بہن سے متاثر ہو کر لکھنے کی راہ پر ان کے ہمراہ چلنے کی کوشش میں ہیں"۔ محترمہ کا نام ار بار فیق انجم ہے۔ محترمہ کا قلمی نام ار با رفیق راجپوت ہے۔ محترمہ کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ محترمہ اس وقت میٹرک کے امتحانات سے فری ہوئی ہیں اس کتاب میں لکھنا محترمہ کے لیے خوش قسمتی کی بات ہے یہ محترمہ کی پہلی انتھولوجی کتاب ہے اس سے پہلے محترمہ نے بہت کم لکھا ہے دو افسانے اور چند تحریریں، محترمہ کو امید ہے کہ آپ کو محترمہ کا لکھا پسند آئے گا۔

"زندگی کی کتاب"

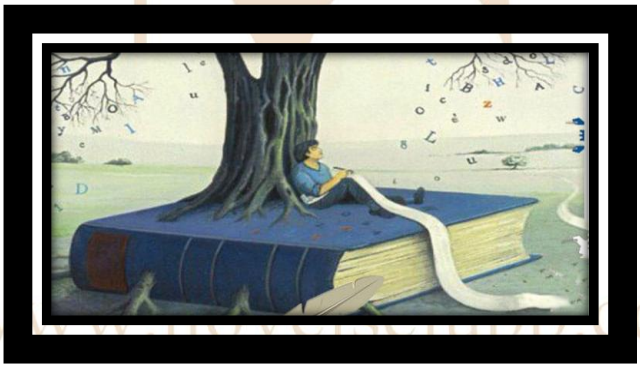

ایک مرتبہ میرے دماغ میں خیال آیا کہ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ہمیں ایک کتاب کیوں نہیں دے دیتے؟؟؟ جس میں لکھا ہو کہ اس وقت ہمیں مشکل پیش آنی ہے اور اس وقت آسانی، پھر اس کتاب کو پڑھ کر ہمیں پتہ چلتا رہے گا کہ

کب ہمیں خوشی ملنی ہے اور کب غم، کب ہمیں مشکل پیش آنی ہے اور کب آسانیاں؟؟؟ تو کتنا اچھا ہوتا ناں، اور پھر جب ہم اپنی زندگی کی کتاب کو پڑھتے رہیں گے اور پھر جہاں پر کتاب ختم ہو جائے گی (یعنی کتاب کا آخری صفحہ) تو پھر ہم مر جائیں گے۔ تو کتنا اچھا ہو، لیکن پھر میں نے سوچا اگر ایسا ہوتا تو کوئی بھی انسان ترقی نہ کرتا۔ ہر ایک یہی سوچتا کہ میں نے تو فلاں دن، فلاں وقت مر جانا ہے پھر میں کسی کے لیے اتنی محنت کیوں کروں؟ پھر کوئی بھی ترقی نہ کرتا اور لوگ جہاں جہاں تھے وہی رہ جاتے۔ ان سارے خیالات کے بعد مجھے علم ہوا کہ اللہ تعالی نے جو کچھ بھی ہمارے لیے کیا ہے وہ بہتر ہے۔

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔

"لاپرواہی"

وہ کب سے کبھی گیٹ کو دیکھتی تو کبھی سامنے لگی گھڑی کو جو بنار کے اپنا کام سرانجام دے رہی تھی۔ وقت رفتہ رفتہ گزر رہا تھا اور وقت کے ساتھ ان کی پریشانی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ اب تک کیوں نہیں آئی، اب تک تو آجانا چاہیے تھا۔ رات کا ایک بج رہا ہے پتہ نہیں کہاں ہو گی؟" ابھی وہ یہ سوچ ہی رہیں تھیں کہ گاڑی کا ہارن بجا جسے سن کر وہ جلدی سے لاؤنج کے دروازے میں آئیں گارڈ نے جلدی سے گیٹ کھولا تو ایک گاڑی تیز رفتار سے اندر داخل ہوئی گاڑی سے نکلنے والے وجود کی نظر جب ان پر

پڑی تو اس کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

"میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی کہاں تھی تم؟؟ وقت دیکھو کیا ہو رہا ہے، اس وقت تک کون باہر رہتا ہے؟ میں کتنا پریشان ہو رہی تھی تمہیں اندازہ ہے کچھ۔"

"ایک سیکنڈ۔۔۔ آپ سے کس نے کہا کہ آپ میرے لیے پریشان ہوں؟ کوئی ضرورت نہیں آپ کو میرے لیے پریشان ہونے کی۔ کیونکہ یہ حق آپ آج سے 15 سال پہلے کھو چکی ہیں۔"

So it's better you don't worry about me next .time

www.novelsclubb.com

اتنا کہتی وہ رکی نہیں بلکہ سیڑھیاں چڑھتی گئی۔

اس کے الفاظ خدیجہ بیگم کے دل کو چیر کر گزرے تھے وہ جانتی تھیں کہ وہ یہ سب کیوں کر رہی ہے لیکن وہ چاہ کر بھی اپنے کیے کو درست نہیں کر سکتی تھیں یہی سب سوچتے وہ ماضی کے خیالوں میں کھو گئیں۔ "فجر بی آپ نوال کا بہت خیال رکھیے گا

ہم لوگ کوشش کریں گے کہ ہم جلدی وآپس آجائیں"جی بیگم صاحبہ فجر بی نے کہا۔

"نوال اپنا بہت خیال رکھیے گا ماما بابا بہت جلد واپس آجائیں گے" مصطفی صاحب نے کہا۔

"نہیں بابا مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے مجھے نہیں رہنا فجر بی کہ پاس آپ پلیز مجھے ساتھ لے جائیں۔ پلیز بابا! پلیز ناں، میں نے آپ کے ساتھ جانا ہے" وہ روتے ہوئے اپنے باپ کا ہاتھ پکڑے بقول اپنے والدین کے ضد کر رہی تھی۔"نوال بیٹا ایسے ضد نہیں کرتے ہم لوگ جلدی وآپس آجائیں گے" خدیجہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہااور فجر بی سے کہا کہ وہ اسے اندر لے جائیں۔

"ماما! مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے مجھے نہیں رہنا یہاں بابا پلیز"نوال زور وشور سے رو رہی تھی مگر وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد سے نوال مسلسل رو رہی تھی جبکہ فجر بی اسے چپ کروانے کی ناکام کوشش کر رہیں تھیں۔

"بیٹا ایسے نہیں روتے ماما بابا کام کے سلسلے میں گئے ہیں وہ جلدی واپس آجائیں گے" فجر بی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے کر جاتے وہ مجھ سے بالکل بھی پیار نہیں کرتے انہیں صرف اپنے کام سے محبت ہے" نوال نے روتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا! وہ ایسے نہیں ہیں وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں ایسا نہیں سوچتے" فجر بی نے نرمی سے کہا اور بولیں "آؤ کھانا کھاتے ہیں"

"نہیں مجھے کھانا نہیں کھانا آپ جائیں اور دوبارہ میرے کمرے میں کوئی نہ آئے، مجھے کسی کی ضرورت نہیں اگر ماما بابا کو میری کوئی پرواہ نہیں تو میں بھی ان سے اب بات نہیں کروں گی" وہ غصے سے انہیں جانے کا کہتی بستر پر لیٹ گئی۔

حال

آج ان کو یاد آرہا تھا انہوں نے ہمیشہ اپنے کام میں نوال کو نظر انداز کیا تھا۔ وہ نوال پر بالکل بھی توجہ نہیں دیتے تھے۔ وہ تو یہ سوچتی تھیں کہ وہ نوال کا مستقبل بنا رہی ہیں

لیکن شاید مستقبل کی فکر میں انہوں نے نوال کو خود سے دور کر دیا۔(پہلے پہل تو جب نوال چھوٹی تھی تو جب وہ لوگ واپس آتے تھے نوال پہلی ساری باتیں بھول چکی ہوتی تھی اور ان کے آنے پر بہت خوش ہوتی اور ان سے بہت باتیں کرتی۔ لیکن جب وہ بڑی ہونے لگی تو نوال نے ان کا نظر انداز کرنا محسوس کیا تو وہ ان سے دور ہوتی چلی گئی۔ان کے آنے پر وہ اب ویسے خوش نہیں ہوتی تھی جیسے پہلے ہوتی تھی نوال کے لیے ان کا آنا اور جانا اب کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔کیوں کہ وہ وہاں ہو کر بھی اس کے پاس نہیں ہوتے تھے وہ لوگ ہر وقت اپنے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ کبھی اگر وقت مل جاتا تو نوال سے کچھ وقت اس کو دیتے مگر نوال کے لیے اب وہ کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔کام کے سلسلے میں ان لوگوں نے یہ محسوس نہ کیا کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو کھو چکے ہیں۔

اب نوال ملازموں تک محدود ہو چکی تھی ۔کیوں کہ جس بچہ کو بچپن سے اپنی ضرورت کی تمام اشیا ملازموں سے ملے وہ پھر سب رشتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔پھر چاہے ان میں والدین کا ہی شمار کیوں نہ ہو۔

آج وہ یہ محسوس کر رہیں تھیں کہ پیسے کی وجہ سے انہوں نے اپنی اولاد کو کھو دیا۔ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ "دولت سے سب کچھ نہیں ملتا خاص طور پر سکون"

وہ نڈھال سا وجود لے کر جب کمرے میں جانے کے لیے مڑی تو سامنے ہی مصطفی صاحب کھڑے تھے۔ "وہ میں بس آنے والی تھی نوال کا انتظار کر رہی تھی" انہوں نے جلدی سے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا انہیں ڈر تھا کہ کہیں مصطفی صاحب نے ان کی اور نوال کی باتیں نہ سن لی ہوں۔ "میں سب کچھ سن چکا ہوں خدیجہ بیگم "انہوں نے کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح کہا اور صوفے پر ڈھیر ہو گئے اور تھکے ہوے لہجے میں بولے "ہم نے اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے چکر میں اپنی اکلوتی اولاد کو کھو دیا"

www.novelsclubb.com

"ہیں مصطفی صاحب ! ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ ابھی غصے میں ہے دیکھیے گا جب اس کا غصہ کم ہو جائے گا تو وہ ہم سے ضرور بات کرے گی "خدیجہ بیگم جیسے خود کو یقین دلا رہیں تھیں۔

"نہیں خدیجہ بیگم ! اب بہت دیر ہو گئی ہے۔ اب ہم اپنی بیٹی کو کھو چکے ہیں۔ اب

اس کے لیے ہمارا ہونا اور نہ ہونا ایک برابر ہے ہم نے بہت دیر کر دی" مصطفی صاحب نے اپنی آنکھوں میں موجود آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ تو خدیجہ بیگم بھی نڈھال سی ان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئیں اور مصطفی صاحب کے کندھے پر سر رکھے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں یہ سوچنے لگیں کے یہ شاید ان کی زندگی کا سب سے بڑا خسارہ تھا۔

آج وہ دونوں اکیلے تھے اور شاید یہ تنہائی اب زندگی بھر کے لیے ان کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔

"اولاد کو وقت نہ دے کر والدین وہ غلطی کرتے ہیں جس کا کفارہ ساری زندگی سزا کاٹ کر بھی نہیں چکایا جا سکتا۔

www.novelsclubb.com

کنزہ محمد رفیق انجم

محترمہ کا نام کنزہ محمد رفیق انجم ہے۔ محترمہ کا قلمی نام کنزہ رفیق راجپوت (ماہی) ہے ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ ان کی تعلیم ایف اے ہے۔ان کو اردو ادب سے لگاؤ شروع سے ہے الحمدُ للہ۔اردو سے لگاؤ سے ہی بچپن میں بہت کچھ لکھا، انہوں نے پانچ سال پہلے ایک ناول رجسٹر پر لکھا اور یوں رجسٹر پر لکھنے کا آغاز ہوا مگر اس کے بعد چھوڑ دیا۔ چھوٹی چھوٹی تحریریں لکھیں۔ فیس بک پر دو سال پہلے لکھنا

شروع کیا اب تک پانچ ناول لکھ چکی ہیں۔ کچھ افسانے مختلف ڈائجسٹ میں شائع ہوئے کچھ کہانیاں اور تحریریں اخبارات اور میگزین کی زینت بنی۔ الحمدُ للہ کتاب ''ختم الرسل ﷺ'' میں بھی مختلف لکھاریوں کے ساتھ لکھ چکی ہیں جو ان کی پہلی انتھولوجی تھی "ارمغان قلب" ان کی دوسری انتھولوجی کتاب تھی پرواز اردو ادب کے کتابی سلسلے کی پہلی کتاب میں لکھ چکی ہیں یوں یہ ان کی چوتھی انتھولوجی ہے محترمہ کو بہت خوشی ہے کہ وہ اس کتاب گوشہ تخیل میں شامل ہوئی، ان کا ایک افسانہ ہے جس میں گہرہ پیغام ہے امید ہے پڑھنے والے اسے سمجھ سکیں گے، ان کے لکھنے کا مقصد صرف صرف پڑھنے والوں کو وہ پہلو دکھانا ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ جسے واضح کرنا ان کے لیے مشکل کام ہے مگر پھر بھی کوشش ہے اور امید ہے یہ کوشش کامیاب ہو گی۔

"مرض محبت"

کنزہ رفیق راجپوت(ماہی)

سنو! اچھا نہیں کرتے

تم جو دل توڑ دیتے ہو

چلتے چلتے پل بھر میں

ہاتھ جو ہمارا

چھوڑ دیتے ہو

تمہیں کیا علم نہیں ہے؟؟

تم کیا ہو ہمارے

کیا تمہیں نہیں پتہ؟؟

www.novelsclubb.com

تم جان ہو ہماری

ہماری سانسوں میں رہتے ہو

دل کی دھڑکن میں

دھڑکتے ہو

سنو

تم جب چھوڑ دیتے ہو

ہمیں سانس نہیں آتی

دھڑکن رک سی جاتی ہے

ہم چل نہیں پاتے

اک بھی قدم

جب تم راہیں

جدا کرتے ہو

سنو

www.novelsclubb.com

اچھا نہیں کرتے

یہ تم جو چھوڑ دیتے ہو

ہمیں تم بھول جاتے ہو

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اندھیرا ہر طرف پھیل رہا تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور اب چاند افق پر چمکنے کی تیاری میں تھا وہ پتھر پر بیٹھا سمندر کی لہروں سے ابھرتے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ پانی میں چاند کی روشنی دل کو مبہوت کر رہی تھی۔ وہ اس قدر مگن تھا اپنے خیالوں میں کہ پاس پڑے خالی پتھر پر آ کر بیٹھتے وجود کا علم تک نہ ہوا جو بیٹھتے ہی غور سے اسے دیکھنے لگا جس چہرے پر ہر وقت شرارت ہوتی تھی اب اس پر سنجیدگی تھی۔ جن آنکھوں میں محبت کی چمک تھی اب وہ بے تاثر تھیں یوں جیسے اجڑ گئیں ہو کوئی جذبہ نہیں تھا وہاں، کافی دیر گزر گئی جب وہ متوجہ نہ ہوا تو تھک ہار کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی نظروں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مگر اس نے پھر بھی نظر نہیں ہلائی ابھی بھی وہ ساکت نظروں سے اپنی سوچ میں غرق تھا اور ویسے بھی وہ وہاں ہوتا تو اسے محسوس کرتا اسے پتہ چل گیا کہ وہ کسی یاد کے

حصار میں ہے گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے وہ دو قدم چلتے اس کے پیچھے کھڑا ہوا اور کندھوں پر ہاتھ رکھے کھڑا ہو گیا اپنے کندھوں پر دباؤ محسوس ہوتے اس نے نظر گھما کر پیچھے دیکھا۔

"کیسے ہوا اطہر؟" کندھے سے ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کرتے پوچھا گیا لہجہ سپاٹ تھا۔ "میری چھوڑو! اپنی بتاؤ کب واپس آئے؟" اطہر نے دوبارہ اسی پتھر پر بیٹھتے پوچھا۔

"دو دن پہلے" مختصر جواب دے کر اصیل پھر سے سمندر کے پانی کو دیکھنے لگا آج اسے یہ خاموش سمندر اپنی مثال لگ رہا تھا۔ باہر سے خاموش بالکل ٹھہرا ہوا مگر اندر سے ایک طوفان کی زد میں وہ طوفان جو اسے تباہ کر رہا تھا وہ تباہی جو اندر ہی اندر اسے ختم کر رہی تھی۔

"گھر نہیں آئے؟ اطہر کو علم تھا اس کے نہ آنے کا مگر پھر بھی وہ پوچھ رہا تھا اس کے انتظار سے تھک ہار کر تو وہ وہاں آیا تھا۔ جہاں کچھ عرصے سے اس کے بھائی کو سکون ملتا تھا یہ اسے لگتا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا یہ جگہ اس کے زخم کو ہر بار ہرا کرتی تھی۔

"بس کچھ مصروف تھا" نظریں چڑا کر کہا گیا

"آفس تو خبر ہی نہیں ہوئی تمہارے آنے کی، پھر کس مصروفیت کی بات کر رہے ہو؟" اطہر کے پوچھنے پر وہ اپنے ہاتھوں کو مسلنے لگا اس کی بے چینی کی نشانی تھا یہ عمل، جب بھی وہ بے چین ہوتا یوں ہی ہاتھ مسلتا آج اطہر کو وہ اپنے نام کی طرح "اصیل" شام لگ رہا تھا جیسے اس کی زندگی کی شام ہو گئی ہو ورنہ وہ تو صبح کے اجالوں کی طرح تھا(اصیل تم اپنے نام پر بالکل نہیں ہوا صیل مطلب شام مگر تم تو روشنی ہو سحر کی۔

(روشنی)اپنی کہی بات یاد آئی تو وہ لب کاٹ کر رہ گیا۔(جس دن میں اپنے نام کی طرح ہو گیا اس دن تم سب سے زیادہ روؤں گے۔اصیل نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا)وہ سچ کہتا تھا آج وہ اپنے نام کی طرح ہو گیا تھا جس کا سب سے زیادہ دکھ اطہر کو تھا۔

"بھول کیوں نہیں جاتے ہو اسے؟" اطہر نے دکھ سے پوچھا اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔اپنے لاڈلے کو یوں درد میں دیکھنا اس نے تو ہمیشہ اسے شرارتوں میں

مگن ہنستے مسکراتے دیکھا تھا۔ اصیل نے اس کی بات پر اسے دیکھا اطہر اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ تڑپ گیا۔

"اصیل مت دو خود کو اذیت، چھوڑ دو اس کی یادوں کو" اطہر نے اس کا ہاتھ پکڑا جو وہ مسلسل ہلا رہا تھا۔

"مطلب زندگی کو الوداع کہہ دوں؟" اصیل کی بات پر اطہر نے نفی میں سر ہلایا۔

"اطہر وہ جان ہے یار، نہیں بھول سکتا میں اسے، وہ تو میری تھی ناں؟؟ میرا اس کا تعلق اتنا کمزور تو نہیں تھا جو یوں ٹوٹ گیا پل بھر میں" ضبط سے آواز لڑکھڑانے لگی۔

"اطہر میں۔۔۔۔ میں کس قرب سے گزر رہا ہوں یہ میں ہی جانتا ہوں، اس سے بچھڑنے کا وہم بھی جان نکال لیتا تھا اب تو میں اسے کھو چکا ہوں، وہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ یہ بات، یہ سوچ میرا دماغ مفلوج کر دیتی ہے یوں لگتا ہے جیسے ابھی سانس رک جائے گی۔ سر درد سے پھٹنے لگتا ہے جیسے ابھی دماغی نسیں پھٹ جائیں گی مگر۔۔۔ اس نے کچھ دیر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا پھر بولا موت اتنی جلدی

تھوڑی آتی ہے" وہ تڑپ رہا تھا اطہر نے اٹھ کر پیچھے سے اس کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

اصیل سنبھالو خود کو" اس کے آنسو اصیل کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

"اطہر میرا دل کرتا ہے میں اسے بتاؤں اسے کہوں وہ لوٹ آئے میں پوری زندگی اس کا غلام رہوں گا۔ کسی چیز کی خواہش نہیں کروں گا اسے کہو کہ میں جی نہیں سکتا ۔ہر گزرتا لمحہ مجھے خود پر قیامت لگتا ہے۔ میں اس کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں وہ جو کہے گی کروں گا بس وہ آجائے" وہ رونے لگا تھا تڑپنے لگا تھا۔ اطہر اسے سنبھال نہیں پا رہا تھا توڑنے والوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ جسے وہ توڑ رہے ہیں وہ کسی ایک کے لیے صرف تعلق نہیں بالکل سانس ہے۔

www.novelsclubb.com

اور سب سے بڑی اذیت ان تعلقات کے ٹوٹنے پر ہوتی ہے جنہیں آپ نے سچے دل اور مخلصی سے نبھایا ہو۔

"وہ کسی اور کی ہو چکی ہے اصیل" یہ الفاظ اصیل کے دل پر تیزاب کی بارش بن کر برسے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے اطہر کو دیکھ رہا تھا جو نم آنکھوں سے اسے تسلی دینے

کی ناکام کوشش کرنے میں مگن تھا۔اپنے من پسند شخص کا نام کسی اور کے ساتھ سننا کانوں میں سیسہ ڈالنے کے برابر ہوتا ہے۔اسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے زہریلا خنجر اس کے دل میں اتار دیا ہو۔

"کل اس کا نکاح تھا وہ کسی کی قسمت بن چکی ہے اصیل "اطہر نے اسے گلے لگایا جبکہ وہ پتھر کی مورت بن چکا تھا(وہ کسی اور کی ہو چکی ہے۔۔۔کل اس کا نکاح تھا) یہ الفاظ سیسے کی طرح سماعت میں پگھل رہے تھے۔

("کوئی کسی کے بنا نہیں مرتا اصیل صاحب یہ بس کہنے کی باتیں ہوتی ہیں مر جاؤں گا جی نہیں سکوں گا میرے بچھڑنے سے تم بھی مر نہیں جاؤ گے "راعنہ نے تلخی سے مسکراتے کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اور اگر میں مر گیا؟"کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح اس نے پوچھا تھا۔

"کہاناں !ایسا کچھ نہیں ہو گا نہ تم مرو گے نہ میں، بچھڑنے کی دیر ہے یہ دل کسی کے نام پر بہل ہی جائے گا"وہ کہتی جا چکی تھی لیکن اسے نہیں پتہ تھا جو دل مرض محبت میں مبتلا ہو جائے وہ تو محب کے ہمنام پر بھی نہیں بہلتا)۔اس نے اپنی پسند کے

لڑکے سے شادی کی ہے اطہر نے غصے سے کہا یہی اس کی برداشت ختم ہوئی اور وہ وہی زمین بوس ہو گیا۔

اطہر اس کا چہرہ چھوتا کبھی ہاتھ مسلتا اسے پکار رہا تھا پاگلوں کی طرح چلا رہا تھا مگر وہ ہوش سے بیگانہ ہو چکا تھا۔اطہر اسے لے کر ہسپتال پہنچا گھر میں سب کو اطلاع وہ کر چکا تھا۔آئی سی یو میں اسے لے جایا گیا وقت گزر رہا تھا۔ڈاکٹرز باہر آتے کبھی اندر جاتے مگر بتا کچھ نہیں رہے تھے۔ تین گھنٹے گزر گئے جب ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر باہر آئے اطہر بھاگ کر ان کے قریب گیا۔

"ڈاکٹر میرا بھائی؟"اطہر کی آواز نم تھی۔

"دیکھیں اطہر صاحب ہمیں کچھ سمجھ نہیں آرہی انہیں ہوا کیا ہے؟؟؟ ایک دم بی پی کا اس قدر لو ہو جانا ایک سیریس بات ہے ان کی دھڑکن بہت مدھم چل رہی ہے ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں آپ سب دعا کریں " ڈاکٹر کندھے پر ہاتھ رکھتے چلے گئے پیچھے ماں، بہنیں، بھائی، باپ ترپ گئے تھے۔اطہر وہی بیٹھ گیا(میں مر جاؤں گا اطہر اگر وہ جدا ہو گئی، روح کا رشتہ جڑ چکا ہے اس کے

ساتھ، اور اگر جسم سے روح نکل جائے تو انسان بے جان ہو جاتا ہے، مجھے لگ رہا ہے میرا سانس اکھڑ رہا ہے دل بند ہو جائے گا مجھے چکر آ رہے ہیں دماغ پھٹ رہا ہے ایک قدم بھی چلنا محال لگ رہا ہے اطہر میں اب کبھی چل نہیں سکوں گا۔ اسے کہو لوٹ آئے ورنہ یہ اصیل منوں مٹی تلے دفن ہو جائے گا کچھ تعلق صرف تعلق نہیں ہوتے جسم میں روح کی طرح ہوتے ہیں اور اگر روح نکل جائے تو انسان مر جاتا ہے میں بھی مر جاؤں گا۔

اطہر تم سب کے لیے کہنا آسان ہے کہ بھول جاؤ سچ کہوں بھولنا بہت آسان ہے اسے جس سے تعلق نام کا ہو مگر اس شخص کو بھولنا جو خون کی طرح گردش کرتا ہو بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ میرے اندر مجھ سے زیادہ ہے اب) اور بھی بہت سی باتیں سماعت میں زہر گھول رہیں تھیں اصیل کبھی اپنے دل ک بات نہ کہتا تھا چپ رہتا تھا ہنس کر ہر بات ہوا میں اڑا دیتا تھا۔ مگر اس دن اس نے سب کچھ کہا تھا یا شاید ابھی سب کچھ رہتا تھا اس دن اطہر کو لگا تھا وہ مذاق کر رہا ہے۔ مگر آج موت کے قریب دیکھ سمجھ آیا اور کوئی اس کی تکلیف کو سمجھ نہ سکا کوئی بھی نہیں کاش وہ سمجھ لیتا۔ مگر

اب کیا فائدہ اب تو بس ختم ہو چکا تھا سب کچھ۔ دو گھنٹے بعد ڈاکٹرز اس کی موت کی خبر سنا چکے تھے اس گھر میں قیامت گزر رہی تھی جہاں کبھی اصیل کی ہنسی قہقے گھونجتے تھے۔ (کاش لوگ دلوں میں اترنے سے پہلے سوچ لیں کہ دل اگر ویران ہو جائیں تو آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتے ہیں"۔۔۔"حساس طبیعت کے لوگ بچھڑنے والوں کو ہنس کر رخصت تو کر دیتے ہیں مگر ان کے جانے کے بعد جی نہیں پاتے)،اور ہر تعلق بھولنے کے قابل نہیں ہوتا زندگی کا ہر چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہوتا وہ بھی نہ بھول پایا تھا اور نہ یہ چہرہ دیکھنے کی ہمت رکھتا تھا۔

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تمہیں چاہا تھا

میری جان تھے تم

دل کی دھڑکن تھے

میرا مان تھے تم

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

www.novelsclubb.com

رات سونے سے پہلے

صبح صادق ہم تمہیں

اللّٰہ کے تحفظ میں دے کر

سکون پاتے تھے

ہمارے دن کا آغاز تھے تم

ہماری رات کا اختتام تھے تم

ہمارے دن کا پہلا خیال

رات کی آخری یاد تھے تم

ہمارے تصور پر

تمہاری حکومت تھی

ہماری سوچ پر تم ٹھہرتے تھے

ہر لمحے ہر وقت تم

ہمارے دل پر سوار رہتے تھے

www.novelsclubb.com

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تمہارے حاصل کو

ہم بہت روئے تھے

تم سے اک ملاقات کو

اک وقت تھا بہت تڑپے تھے

تم سے ذرا سی گفتگو کو

باخدا بہت ترسے تھے

تمہیں دیکھنے کے واسطے

صحرا کی تپتی دھوپ میں

بنا سائباں کے کسی ساتھ کے

اک عرصہ ہم ٹھہرے تھے

تم سے ملنے کی غرض سے

کانٹوں کے شہر سے

www.novelsclubb.com

ننگے پاؤں گزرے تھے

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کو

دسمبر کی سرد راتوں میں

تہجد میں اٹھ کر روئے تھے

تمہیں مانگا ہم نے اشراق میں

ہماری چاشت کی دعاؤں میں

تم اول و آخر شامل تھے

پھر ہوا کچھ یوں اک دن

ہماری محبتوں کو

تم نے فراموش کیا

ہمیں خود سے تم نے دور کیا

جدائی کی خنجر سینے میں

www.novelsclubb.com

تم نے ہنستے ہوئے اتار دیا

ہمہاری دعاؤں کے بدلے

ہجر کا تم نے تحفہ دیا

تنہائی ہمارے نام کر کے

ہماری زندگی کو

تم نے خاک کیا

تمہیں یاد ہو یا نہ یاد ہو

تمہیں جاتے ہوئے ہم نے روکا تھا

تمہارے پاؤں تک

ہم نے پکڑے تھے

لاکھ منتیں

تمہاری کیں تھی

بہت منتیں

www.novelsclubb.com

ہم نے مانگیں تھیں

تمہیں پانے کی چاہ میں

ہر دَر پر دستک دی تھی

تمہیں اپنا بنانے کا

جنون جو تھا

اسے تمہاری نفرت

نے جلایا تھا

اس سب سے بھی

جب دل نہ بھرا

تم نے غیروں کے

سامنے ہنستے ہوئے

میرے وجود کو

مٹی میں روند دیا

www.novelsclubb.com

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہمیں یاد ہے

سب یاد ہے

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

فاطمۃالزہرہ

محترمہ کا اصل نام فاطمۃ الزہرہ ہے اور قلمی نام فاطمہ ساجد ہے۔ اور ان کا تعلق سرگودھا کے ایک گاؤں سے ہے۔ میٹرک کے بعد عالمہ کا کورس کر رہی ہیں اور ساتھ میں لکھاریہ بھی ہیں۔ یہ اکلوتی ہیں تو انہیں شروع سے ڈائری لکھنے کا بہت شوق ہے جو کہ اب بھی لکھتی ہیں۔ یہ اپنے تمام جذباتوں کو اپنی ڈائری میں قید رکھتی ہیں۔

شروع سے کہانیاں ناول پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ لیکن کبھی سوچا نہیں تھا کہ خود بھی لکھیں گی۔

اور الحمدللہ کچھ مہینوں سے یہ خود بھی لکھ رہی ہیں۔ انہوں نے بہت سے آنلائن مقابلوں میں حصہ لیا اور انعام بھی حاصل کیے۔ یہ زیادہ تر بچوں کی اصلاح کے لیے کہانیاں لکھتی ہیں۔

ان کی بہت سی کہانیاں ہارڈ میگزین بچوں کا باغ، بچوں کی دنیا، جگنو، انوکھی کہانیاں، تنزیل ان جیسے مختلف رسالوں میں شائع ہوئی جو ان کو وہ رسالے بطور اعزا بھیجے گئے۔اور ایک ناول بے انتہا محبت لکھا جو کہ ابھی ادھورا ہے اور ساتھ میں بہت سے افسانے بھی لکھے۔ادھوری محبت، انوکھی داستان، لاڈلی وغیرہ۔

یہ کتاب الصحبیات میں لکھ چکی ہیں اور ساتھ میں کتاب خوشی میں بطور ایڈمن کام کر رہی ہے۔اور اب گوشہ تخیل میں انہوں نے دو افسانے لکھیں ہیں امید ہے آپ کو پسند آئیں گے۔

یہ آنلائن رسالوں میں بہت کم لکھتی ہیں۔اب لوگ کتابوں کی طرف کم اور آنلائن موبائل پہ پڑھنے کی طرف زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں۔اور یہ سوچتی ہیں کہ لوگ اب بھی کتابوں سے محبت کریں اور انہیں خرید کے پڑھیں تاکہ کتابوں کا وجود ہمیشہ رہے۔ان کی خواہش ہے کہ لوگ ان کو ان کے الفاظ سے پہچانے۔

ان کی ایک خواہش ہے کہ یہ اپنی ایک کتاب لکھیں اللہ کی محبت کے بارے میں اور ان شاءاللہ ان کی یہ خواہش ضرور پوری ہو گی۔

www.novelsclubb.com

"پاگل لڑکی"

ایک تھی پاگل لڑکی

جسے بارش سے محبت تھی

چوپودوں سے باتیں کرتی تھی

جو خود کی دیوانی تھی

جو کھلے آسمان تلے

چپکے چپکے تارے گنا کرتی تھی

اور جسے گلابی، کالے رنگ چوڑیوں مہندی سے

بلا کی الفت تھی

جو لکھ کے اپنے دکھ بانٹ لیا کرتی

جو جانوروں کو اپنی باتیں بتایا کرتی

جو اپنے ہر خوبصورت لمحے کو ڈائری میں لکھ لیا کرتی

جو پھولوں کی دیوانی تھی

اور جو محبت کی پیکر تھی

اور جو بس اپنے رب اور رسول ﷺ سے عشق کرتی تھی

www.novelsclubb.com

"سکون کی تلاش"

فاطمہ ساجد

کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھی ملیحہ آج بہت اکیلی تھی۔ ہمیشہ ہنستی مسکراتی لڑکی آج بہت اداس تھی اور اس کی وجہ اسے بھی معلوم نا تھی۔

اچانک سے اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا۔ ملیحہ نے مڑ کے دیکھا تو ایک لڑکی جس نے کالا عبایہ پہن کے نقاب کیا ہوا تھا۔

وہ لڑکی ملیحہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ملیحہ نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور وہاں سے اٹھنے لگی۔

"آپ تھوڑی دیر میری بات سنیں گی"

لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کے کہا:

ملیحہ وہی بیٹھ گئی۔

"میرا نام عالیہ ہے اور مجھے دو ہفتے ہوئے کالج میں آئے میں نے آپکو ہمیشہ مسکراتے دیکھا ہے۔

آج آپ بہت پریشان تھی تو سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں۔"

www.novelsclubb.com

ملیحہ رونے لگ گئی۔

عالیہ نے گلے لگا کے کہا۔

"آپ مجھے اپنی پریشانی کی وجہ بتا سکتی ہیں۔"

میں سکون چاہتی ہوں میں دنیا کی زندگی سے تنگ آچکی ہوں۔"

ملیحہ نے روتے ہوئے کہا:

"میں آپ کو کچھ بتاتی ہوں آپ اس پہ ضرور عمل کرنا۔

اس سے آپ کی زندگی پر سکون ہو جائے گی۔"

جی بتائیں"

ملیحہ نے کہا تو عالیہ نے بتانا شروع کیا۔

"روز صبح اٹھ کے تہجد پڑھنا اللہ سے باتیں کرنا آپ محسوس کرو گی کہ سب غم دور ہو گئے ہیں۔

ساری تنہائی دور ہو جاتی ہے اور آپ کو معلوم تک نہیں ہو گا کہ اللہ نے آپ کی پریشانی کیسے ختم کر دی؟

اللہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا اللہ تو انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔اس لیے ان سب باتوں کو ایک بار ضرور سوچنا۔

عالیہ اتنا کہہ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

اس کی باتیں سن کر ملیحہ کو سکون ملا۔

چھٹی کا وقت ہو گیا تھا۔

وہ اپنے گھر چلی گئی اور کمرے میں جا کر لیٹ گئی بار بار اس کا ذہن عالیہ کی باتوں کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔

صبح کے تین بجے اچانک سے ملیحہ کی آنکھ کھلی۔اور وہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھی نہا کے اس نے تہجد کے نفل ادا کی اور دعا کے ذریعے اللہ سے باتیں کرنے لگ گئی۔

اب اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ذہن پر سے بوجھ ہلکا ہو گیا ہے وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

اگلے دن جب وہ کالج پہنچی تو عالیہ وہاں نہیں تھی۔ تقریبا ہفتے بعد عالیہ کالج آئی تو

دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کیوں کہ ملیحہ نے مکمل پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

عالیہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اسے گلے سے لگا لیا۔

کیوں کہ ملیحہ کی زندگی عالیہ کی وجہ سے بدل چکی تھی۔

اب وہ دونوں بہت اچھی دوست بن چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

"ایک ادھوری داستان"

فاطمہ ساجد

ماہی اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی جس کی بچپن ہی سے ہر خواہش کو پورا کر دیا جاتا تھا۔

ماما پاپا میں نے آپ کو کہا تھا کہ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے ایان سے شادی کرنی ہے۔اس کی یہ بات سن کے ماما پاپا مان گئے کیوں کہ وہ ایان سے بہت بار مل چکے تھے۔وہ بہت اچھا لڑکا تھا۔جب عالیہ نے ایان سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی تو ماں باپ کیسے انکار کر سکتے تھے؟؟؟

میرب ابھی تک تم تیار نہیں ہوئی جلدی کرو ایسا نا ہو کہ امی کا موڈ بدل جائے اور وہ شاپنگ پہ جانے سے پھر سے انکار کر دیں۔

www.novelsclubb.com

مناہل اپنی بہن میرب کو جلدی کرنے کا کہہ رہی تھی۔میرب جی کہتی سیڑھیوں سے اتر کے نیچے آئی تو مناہل نے میرب کا ہاتھ پکڑا اور گاڑی میں لے جا کر بیٹھا دیا۔

مناہل ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اب شاپنگ مال کی طرف رواں تھی۔

ماہی بہت خوش تھی اس نے جلدی سے ایان کو کال کی لیکن اس کا نمبر بند تھا عالیہ

نے سمجھا کہ موبائل کی چارج کم ہو گی۔ لیکن اسے کیا پتہ تھا
کہ زندگی کیسا موڑ لائے گی۔

عالیہ کو بچپن سے ساحل سمندر کے پاس بیٹھ کے ڈائری پہ اپنی ہر بات لکھنے کی عادت تھی اس نے اپنی اور ایان کی ہر بات ڈائری میں محفوظ کرر کھی تھی۔

اور آج بھی وہ کمرے میں ساحل پہ جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

پاؤں کو چھوتی گلابی فراک پہنی اور اپنے کالے لمبے بالوں کی اونچی پونی کی اور گلے میں سفید سکارف ڈالے وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔

وہ کمرے سے نکلی اور گیٹ کے باہر کھڑی کار کے اندر بیٹھ کے کار کو سمندر کی طرف جاتی سڑک پہ گاڑی کو دوڑایا۔

www.novelsclubb.com

آدھے گھنٹے بعد وہ ساحل پہ اپنے ہاتھ میں ڈائری کو پکڑے سمندر کی لہروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

اور ایک پتھر پہ بیٹھ کے اس نے لکھنا شروع کیا۔ اور ابھی وہ لکھ ہی رہی تھی کہ موبائل کی گھنٹی بجی اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا تو سامنے اس کی دوست کا نمبر

تھا کال اٹینڈ کرنے پہ پتہ چلا کہ مدیحہ کی امی کی حالت بہت نازک ہے۔ماہی جلدی سے اٹھی اور گاڑی کی طرف چل دی اس کے جلدی اٹھنے کی وجہ سے ماہی کے ہاتھ سے ڈائری گر گئی۔

ساحل پہ جب میرب اور مناہل پہنچی تو دیکھا کہ وہاں کسی کی ڈائری پڑی تھی۔

میرب نے ڈائری کو اٹھایا اور بیگ میں ڈال دیا۔

گھر جا کے رات کے وقت میرب نے ڈائری کو پڑھنا شروع کی۔

میرا نام ماہین علی ہے میں ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں۔سب مجھے پیار سے ماہی کہتے تھے۔میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو کبھی سوچا نا تھا کی میری زندگی میں اتنا سب کچھ ہو جائے گا۔مجھے داخلہ لیے وہاں دو تین ماہ ہوئے تھے۔

وہاں بہت سے لڑکے تھے جنہوں نے مجھ سے محبت کے دعوے کیے لیکن میں نے کسی کو بھی جواب نا دیا میں ہمیشہ خود میں مگن رہتی تھی۔

ایک دن میں گراونڈ میں اپنی دوست نتالیہ کے پاس کھڑی تھی۔

وہاں ایک لڑکا تھا ایان میں نے کبھی کسی کی طرف غور نہیں کیا تھا۔

لیکن پتہ نہیں اس لڑکے میں ایسا کیا تھا کہ میں روز اسے دیکھتی۔ کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ بہت اکیلا بیٹھا تھا۔ ایک خوبصورت لڑکا جس نے سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اور چہرے پہ سنت رسول ﷺ (داڑھی) سجائے ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں دیکھنے پر ماہی کو وہ لڑکا بہت اچھا لگا۔

تب ماہی اس کے پاس گئی۔

تھوڑی دیر پاس بیٹھی لیکن اس نے مجھ سے بات نا کہ تو ماہی نے پوچھا:

کیا ہوا ہے؟ آپ کسی بات سے پریشان ہے؟

ماہی نے سوال کیا تو ایان نے کوئی جواب نا دیا اور اٹھ کے چلا گیا۔

وہ حیران رہ گئی کہ کیا ایسا لڑکا بھی ہو سکتا جو اس سے بات نہ کرے کیوں کہ اکثر اس نے بہت سے لڑکوں کو دیکھا تو جو لڑکیوں سے بات کا موقع نہیں گنواتے تھے لیکن ایان سب سے الگ تھا۔

کچھ دن ایسے ہی اس نے ایان سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر بار وہاں سے اٹھ کے چلا جاتا تھا۔

اب ماہی نے بھی ٹھان لیا کہ وہ ایان کو اپنا دوست بنا کے رہے گیکیوں کہ وہ پہلا ایسا لڑکا تھا جو ماہی کو بھا گیا۔

ایان دو دن کی چھٹی پہ تھا۔اور جب وہ یونیورسٹی آیا تو وہ اس کے پاس بیٹھی اور کہا پلیز آپ کچھ دیر بیٹھ کے میری بات سنیں گے ؟

اس نے منتیں کی تو مجبورا ایان کو وہی بیٹھنا پڑا تو ماہی نے کہا:

"آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں آپ کو دیکھ کے ایسا محسوس ہوتا ہے جس ماں نے آپ کی تربیت کی وہ کتنی خوش قسمت ہیں کہ انہیں آپ جیسا بیٹا ملا۔"

اس کی یہ بات سن کے ایان نے پہلی بار ماہی کی طرف دیکھا۔

سرخ اور کالے رنگ کے کپڑے پہنے بال کھلے چھوڑے بہت حسین لگ رہی تھی۔

ماہی نے پہلے بار کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

ایان نے کچھ دیر سوچا

پھر وہاں سے اٹھ کے چلا گیا۔

ماہی کو بہت غصہ آیا اسے یہ بات برداشت نا تھی کہ کوئی اسے اگنور کرے لیکن ماہی نے ہار نہیں مانی۔

وہ روز ایان کے پاس بیٹھتی اور گھنٹوں اس سے باتیں کرتی تھی۔ یان اسکی ہر بات کو غور سے سنتا تھا۔

آخر کار ایان کو اس سے دوستی کرنی پڑی۔

ایسے ہی دن بدن ان کی دوستی گہری ہوتی گئی یہاں تک کے ان دونوں کو آپس میں پیار ہو گیا تھا۔

ایان اس سے ہمیشہ دین کی باتیں کرتا تھا۔ اور ماہی بھی اس کی ہر بات کو غور سے سنتی تھی۔ اور جو بات وہ بتاتا اس پہ ضرور عمل کرتی تھی۔ ایان نے ہی ماہی کو تہجد نماز کا عادی بنایا تھا۔

ان دونوں کو دو سال ہو گئے اب ایان بہت چھٹیاں کرتا تھا۔ اب تو ایک ایک ہفتہ چھٹی پہ رہتا اور ماہی کی کال بھی نا اٹھاتا۔ ایک دن ماہی ان کے گھر گئی تو دیکھا ایان بیمار ہے پوچھنے پہ بتایا کہ اسے بخار ہے۔ ایان کے گھر والے ماہی سے مل کے بہت خوش

ہوئے اور انہوں نے کہا کہ وہ ایان کی شادی ماہی سے ہی کریں گے۔

اب ماہی نے ایان سے شادی کرنی کے لیے اپنے ماما پاپا کو راضی کر لیا تھا۔ اور آج ایان نے ان کے گھر جانا تھا۔

اتنا پڑھ کے میرب نے ڈائری کے بہت سے ورق الٹائے لیکن آگے کی کہانی نہیں لکھی تھی۔ اس نے ڈائری کو بند کیا اور سو گئی لیکن اسے نیند نہیں آ رہی وہ یہ جاننے کے لیے بے تاب تھی کہ ماہی کے ساتھ آگے کیا ہوا۔

صبح اس نے سب کچھ مناہل کو بتایا تو مناہل نے ڈائری دیکھی اس کے آخری پیج پہ یونی ورسٹی کا نام لکھا تھا۔

اگلے دن وہ دونوں وہاں پہنچی تو وہاں بتایا گیا کہ ایان اور ماہین دونوں کو کالج چھوڑے چار پانچ ماہ ہو گئے ہیں۔

وہ دونوں افسردہ ہو کے واپس آ گئی۔

لیکن انہوں نے ہار نہیں مانی وہ اکثر یونی کے باہر جاتی اور کسی نا کسی لڑکی سے پوچھتی رہتی کہ ماہین کا پتہ کسی کو معلوم نا تھا۔

ایسے ایک ماہ گزر گیا ایک دن وہ دونوں اپنے بھائی کا ایڈمشن کروانے وہاں گئی۔ تو ان کی ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی جس کا نام مدیحہ تھا وہ ماہی کی ہمسائی تھی۔ وہ بھی یونیورسٹی میں کچھ کام سے آئی تھی۔ وہ دونوں آفس میں تھی باتوں باتوں میں میرب نے ماہین کے بارے میں بتایا۔ تو مدیحہ یہ سن کے حیران رہ گئی اس نے کہا کہ وہ دونوں ہمسائی تھی اور یونی میں ساتھ پڑھتی تھی۔ تو مناہل نے کہا کہ اسے ماہین سے ملنا ہے۔

مدیحہ نے گھر کا پتہ دیا تو وہ ہفتے بعد وہ دونوں مدیحہ کے ساتھ گھر گئی۔

لیکن وہاں ماہی نہیں تھی اس کے والدین نے بتایا کہ وہ عمرے پہ گئی ہے اور کچھ دنوں تک وہ واپس آجائے گی تب اس کی ملاقات ماہی سے ہو سکتی ہے۔

وہ دونوں واپس آگئی۔ اور جب ماہین واپس آئی تو مدیحہ کو کال کر کے بتایا گیا تین چار دن بعد وہ تینوں پھر سے ماہی کے گھر آئی۔

ماہی اسے مل کے بہت خوش ہوئی کچھ دیر بعد میرب نے ایان کے بارے میں پوچھا تو ماہی کے آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

اس نے اپنی ڈائری واپس لی اور اس پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنی لگی۔

جب مجھے مدیحہ کی کال آئی میں جلدی سے گئی تو راستے میں ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

اس ایکسیڈنٹ کے بعد مجھے ہسپتال لے جایا گیا۔میں چار دن بے ہوش رہی۔

وہی نتالیہ نے بتایا کے ایان بھی وہاں آیا تھا اور اس کی حالت بہت خراب تھی جس ڈاکٹر کے پاس وہ گیا۔

نتالیہ بھی مجھے اس کے پاس لے گئی اور ڈاکٹر نے بتایا کہ ایان کو بلڈ کینسر ہے اسکے پاس وقت بہت کم ہے۔

تو میں اسی وقت اس کے گھر گئی لیکن وہاں تالہ لگا تھا۔آس پاس سے پتہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ واپس لاہور چلے گئے ہیں۔انہوں نے گھر کا پتہ بھی دیا۔

میری حالت بہت خراب تھی۔لیکن میں اپنی پروا کیے بغیر لاہور کی طرف نکل گئی اور جب تک میں وہاں پہنچی تب بہت دیر ہو چکی تھی۔

میں نے جب ان کے گھر قدم رکھا تو دیکھا سامنے ایان کے امی ابو تھے۔میں ان کے پاس گئی اور ایان کا پوچھا

تب انہوں نے کہا کہ ایان ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا چکا ہے۔

یہ سننا تھا کہ میں وہی بے ہوش ہو گئی کیوں کہ تب میری حالت ایسی نہیں تھی کہ میں ایسی خبر سن سکتی۔

اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں داخل تھی۔ میرے پاس ماما پاپا تھے میں امی کے گلے لگ کے بہت روئی۔

ایان مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا میں نے تو اس سے بہت عشق کیا تھا۔

لیکن وہ کہتے ہیں نا۔۔۔۔

"جب کوئی مقدر میں نا ہو"

"تو ہزاروں دعاوں سے بھی نہیں ملتا"

www.novelsclubb.com

میں نے اپنی زندگی میں صرف ایان سے پیار کیا تھا اور وہ مجھے نہیں ملا بلکہ اللہ جی کے پاس چلا گیا۔

یہ کہتے ہوئے وہ بہت رو رہی تھی۔

میرب نے اسے گلے سے لگایا لیکن اسے اب کوئی حوصلہ نہیں دے سکتا تھا وہ اندر

سے مر چکی تھی۔جب سے ایان مرا تھا تب ماہی بھی مر چکی تھی۔وہ زندہ لاش بن کے رہ گئی۔۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

ارسلان احمد

www.novelsclubb.com

محترم کا نام ارسلان احمد ہے ان کا تعلق شیخوپورہ سے ہے

انہوں نے F.A تک پڑھائی کی ہے۔

پڑھائی کے بعد کام کرتے ہیں۔انہوں نے پہلے کبھی کہانی نہیں لکھی کبھی کبھی شاعری لکھ لیتے تھے۔

لیکن اب انہوں نے اس کتاب گوشہ تخیل میں حصہ لیا اور بطور لکھاری اس میں شامل ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"اللہ پر یقین"

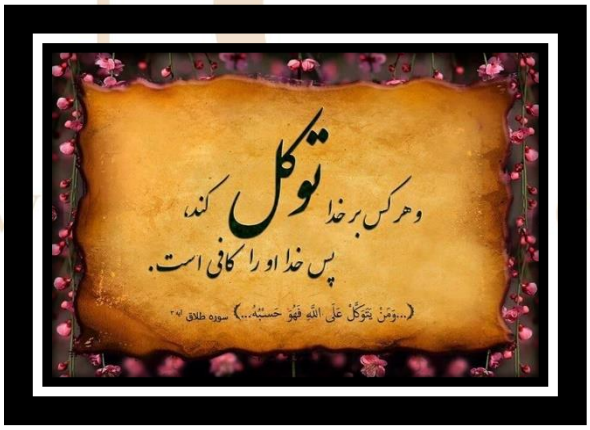

ارسلان احمد

زین ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا وہ دل کا بہت اچھا لڑکا تھا۔ ہمیشہ دوسروں کی مدد

کرتا تھا۔

بہت دن پہلے کی بات ہے کہ زین صبح کام پہ گیا تو صبح سے اس کا دل پریشان تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔

اور وہی ہوا آج تنخواہ ملنے کی تاریخ تھی۔ شام کے وقت جب تنخواہ ملی تو زین اس کو لے کے باہر آ گیا اور ان پیسوں کو اپنے بٹوہ میں ڈال کے اس کو اپنی جیب میں رکھ دیا ۔

اور فیکٹری سے باہر آ کے گھر جانے کے لیے رکشے میں بیٹھ گیا۔

وہ ہمیشہ ایک ہی رکشے میں واپس آتا تھا۔

راستے میں زین ایک جگہ رکا اس نے گھر والوں کے لیے کچھ فروٹ لیے اور واپس پھر اسی رکشے میں بیٹھ گیا۔

جب زین گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی جیب میں وہ پیسوں والا بٹوہ نہیں ہے وہ بہت پریشان ہوا۔

اسے خیال آیا کہ اس نے فروٹ خریدتے وقت بٹوہ کو جیب میں صحیح سے نہیں ڈالا

تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟؟ کیوں کہ اس والٹ میں بہت سے پیسے تھے۔

ایسے ہی جب وہ پریشان بیٹھا تو اس کے ذہن میں ایک بات آئی۔

بہت سے لوگوں سے سنا تھا کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو تو وہ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو چیزیں مل جاتی ہے۔

زین نے اسی کا ورد شروع کیا۔ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کے موبائل پہ کال آئی دیکھا تو اسی رکشے والے کی کال تھی۔

زین نے وہ کال اٹھائی تو رکشے والے نے کہا

آپ کا بٹوہ اس رکشے میں گر گیا ہے تو آپ صبح اپنا بٹوہ واپس لے لیجئیے گا۔

یہ سننا تھا کہ زین کی خوشی کی انتہا نا رہی۔

اور سوچا کہ کیا واقعی ابھی تک دنیا میں ایسے ایماندار لوگ موجود ہیں؟؟؟ جن کا ایمان ابھی باقی ہے جو دوسروں کا حق نہیں چھینتے۔

زین نے اللہ جی کا شکر ادا کیا وہ بہت خوش ہوا کہ اس نے اللہ جی پہ یقین رکھا دعا

پڑھی اور اللہ نے اس کو قبول کیا اور وہ پیسے والا بٹوہ واپس مل گیا۔

اسی لیے کہتے ہیں اگر اللہ پہ یقین رکھیں تو ہر مشکل دور ہو جاتی ہے۔اور ہر مشکل وقت میں اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیئے۔

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

"محبت کی باتیں"

از قلم : ارسلان احمد

کچھ انسان آپ کی زندگی میں ایسے ہوتے ہیں اُن کے روٹھ جانے سے چہرے کی مسکراہٹ ہی چھن جاتی ہے جب اس کے والدین اپنی اولاد کو اپنے پسندیدہ شخص کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق چھین لیتے ہیں۔

اور ویسے پسندیدہ شخص جادو گر بھی ہوتا بے چین دل میں سکون اور بے خوابی سے بوجھل آنکھوں میں خواب بھرنے کی قابلیت_

بس اُسی کے پاس ہوتی ہے.،،،

"میری بات ہمیشہ یاد رکھیئے گا

دل کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی

عشق ہو جائے تو صورت نہیں دیکھی جاتی.....

محبت کا سبق بارش سے سیکھیں....!!

جو پھولوں کے ساتھ کانٹوں پر بھی برستی ہے....

www.novelsclubb.com

لا حاصل کو اگر پانا چاہتے ہو تو تہجد پڑھا کرو کیونکہ جو نصیب میں نہ ہو اسے تہجد کی دعائیں مقدر میں لے آتی ہے۔

اور قسمت بدلنے میں وقت نہیں لگتا۔۔۔"

"اسے چاہا تو محبت کی سمجھ آئی ورنہ

ہم عشق کی تکلیف کے بس افسانے سنا کرتے تھے"

مجھے بھی محبت ہوئی ہے

لیکن تمہارے رنگ سے محبت نہیں ہوئی تھی،

ہم کافی دن بات کرتے رہے

میں نے کبھی تم سے تمہاری تصویر کا نہیں کہا تھا

مجھے تم سے حقیقی محبت ہوئی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا تم کیسی دکھتی ہو کیسی نہیں

میرے دل میں تمہارے لیے اچھے خیال تھے

میں سوچتا تھا کہ تم بہت پیاری دکھتی ہو گی۔

"چاند جیسا چہرا"

www.novelsclubb.com

"جھیل جیسی آنکھیں"

"آبشار جیسی زلفیں"

"پھول جیسے ہونٹ"

اور میں اپنے خیال میں درست تھا۔۔

جب میں نے تمہیں دیکھا تھا تو دل میں ایک آواز گونجی تھی

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے

. مشکلیں ختم ہو نہ ہو۔

لیکن تیرے ہونے سے حوصلہ ہے مجھے۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★★★★★★★★★

"حسین زندگی کے اصول"

ارسلان احمد

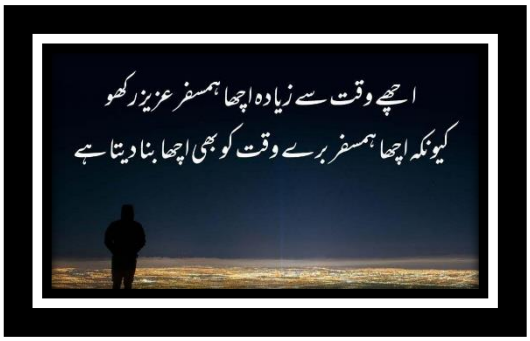

زندگی کے کچھ لمحات کو میں نے قلم بند کیا ہے۔ حسین زندگی بسر کرنے لیے ایک دوسرے پہ یقین ایک دوسرے کا احساس محبت ضروری ہے۔

اگر آپ ساری دنیا سے تھک ہار کے اپنے شریک حیات کے پاس آئے تو وہ کسی بات کا طعنہ نہیں دے گی بلکہ آپ کو حوصلہ دے گی آپ کو سمیٹ لے گی۔

جہاں پر آپ یا آپ کا ہمسفر کچھ چھپاتا ہے وہاں رشتوں میں دڑار پڑ جاتی ہے دوریاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ اکثر کوئی نا کوئی بات ایسی ہو جاتی ہے کہ "دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو دونوں میں سے ایک خاموشی اختیار کر لینی چاہیئے جب بات ختم ہو جائے تب سکون سے بات کر کے ساری بات کا جائزہ لیں کہ کہاں پر کس کی کتنی غلطی ہے؟؟اس غلطی کو درست کرے"

اگر غلطی بیوی کی ہے تو اس کو پیار سے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیں اس کو سمجھائے کہ کس جگہ وہ غلط ہے اگر آپ کی غلطی ہو تو آپ کی شریک حیات کو چپ ہو جانا چاہیئے۔ آپ کا غصہ برداشت کر لینا چاہیئے اگر ہر بار دونوں میں سے کوئی ایک بات پہ عمل کر لے تو یقین کریں آپ کی کچھ فیصد تک پریشانی ختم ہو جائے گی اور آپ کی زندگی پر سکون ہو جائے گی۔

اور مرد آخر وہ بھی انسان ہے کبھی کبھی ہمت ہار جاتا ہے سارا دن محنت کرتا ہے۔ لوگوں کی باتیں برداشت کرتا ہے آپ کا اور اپنا پیٹ بھرنے کی خاطر دھوپ ، گرمی، سردی برداشت کرتا ہے۔ آپ اگر کچھ فرمائش کر دے تو اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے

www.novelsclubb.com

اور مرد کا اپنے والدین کی باتیں ماننا بھی اس کے لیے ضروری ہے۔ کیوں کہ ان کو بچپن سے پالا ہے اور بڑا کیا ہے۔ تو آپ کبھی یہ نا سوچیں کہ اس کے لیے آپ اہم نہیں ہے وہ زیادہ اہم ہیں اس کی بہن بھائی ماں باپ رشتے دار بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور جب ماں باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے ہیں ان کے دل پہ کیا بیتتی ہے یہ کسی کو

معلوم نہیں ہے؟؟

جب ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتا ہے تو اس کے آنسو نہیں رکتے پورا جسم کانپ جاتا ہے۔ جب اس کی بیٹی کسی اور کے گھر کی زینت بنتی ہے۔ وہ اپنے گھر کی رحمت آپ کو سونپتے ہیں ساتھ میں جہیز جہاں تک ہو سکے اپنی طرف سے کمی نہیں چھوڑتے صرف اس لیے نہیں کہ بیٹی کو ضرورت ہے بلکہ اس لیے بھی کہ سسرال والے اسے کوئی طعنہ نا دیں۔

یہ بات درست ہے کہ عورت کا مرد سے نکاح ہوا ہے تو اس کی خدمت کریں یہ بات اس کے حقوق میں ہے لیکن یہ بات اس کے حقوق میں شامل نہیں ہے کہ وہ آپ کے والدین اور خاندان والوں کی بھی خدمت کرے۔

اگر عورت اپنی خوشی سے کرے تو ٹھیک ہے لیکن اس کو چاہیئے کہ آپ کے والدین کو بھی اپنے والدین کی طرح ترجیح دے عورت جس گھر میں شادی کے بعد آتی ہے وہی اس کا گھر ہوتا ہے۔

اور اس کو اپنی ساری زندگی وہی گزارنی ہوتی ہے۔

★★★★★★★★★★★★★★

شازیہ یاسین

محترمہ شازیہ یاسین صاحبہ کا تعلق خوبصورت صوبے سندھ کی تحصیل پنو عاقل سے ہے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کراچی سے حاصل کی۔آپ کی دنیاوی تعلیم ایم اے (اردو) اور ایم اے (ایجوکیشن) ہے۔آپ ہمارے ملک کے ادارے ایف۔جی۔ای۔آئی کینٹ/گیریژن سے وابستہ ہے اور پنو عاقل چھاؤنی کے ایف۔جی پبلک ہائر سیکنڈری سکول میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔آپ نے باقاعدہ لکھنے کا آغاز دسمبر 2022 میں کیا۔ابھی اردو ادب کی دنیا میں نو آموز

لکھاری کے طور پر جانی جاتی ہے۔اپنی لگن اور محنت کی وجہ سے مختلف اخبارات اور میگزین میں باقاعدگی سے لکھتی ہے۔جن میں ہم عوام لاہور،ماہ روح انٹرنیشنل میگزین، سرکش ملتان، عبادت لاہور،اخبار اکبر رحیم یار خان، پہچان پاکستان نیوز گروپ،اور بچوں کا مجلہ بزم قرآن پشاور شامل ہے۔اس کے علاوہ اپنے ادارے ایف.جی ای آئی کینٹ/گیریژن کے اخبار ایجوکیشن نیوز میں بھی لکھتی ہے۔آپ مختلف ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی رہتی ہے اور نمایاں پوزیشن بھی اپنے نام کر چکی ہے۔پاکستان کے علاوہ پڑوسی ملک ہندوستان کی تین انتھالوجی کتابوں کا بھی حصہ ہے۔جس میں ان کی تحریر کو کافی سراہا گیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ انہیں اپنے خیالات کو لفظوں کی صورت صفحہ قرطاس پر موتیوں کی مانند بکھیرنا اچھا لگتا ہے اور ان کے قلم کا مقصد معاشرے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ لوگوں کا تعلق اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ مضبوط بنانا ہے تاکہ لوگ آج کے نفسا نفسی کے دور میں مایوسی کے اندھیرے سے نکل سکیں۔ہمیشہ مثبت لکھنے کی کوشش کرتی ہے اور ہمیشہ لکھنے کی خواہش مند ہیں۔

"تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

تحریر ---- شازیہ یاسین

ہمارا خالق یعنی ہمیں بنانے والا، ہمارا رب، ہمارا پروردگار، کتنا مہربان اور رحمن ورحیم ہے کہ جس نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ہم شمار بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ جس طرف بھی دیکھے اس کی نعمتوں کی بہاریں دکھائی دیتی ہیں۔ ہمارا یہ جسم اور اس کا ایک ایک عضو اس کی نعمتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہماری آنکھیں، ہمارے پاؤں، ہمارے ہاتھ جس سے ہم اپنی زندگی میں ہر طرح کا کام کرتے ہیں غرض یہ کہ ناک، کان، زبان، ہمارے جسم کے اندرونی حصے میں پھیلا اس مصور کائنات کا خوبصورت نظام جو ہمیں زندگی کو رواں رکھنے میں ہر طرح سے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ سب سے خوبصوت بات تو یہ ہے کہ جو ان نعمتوں سے محروم ہے

ان کو اتنی ہمت اور حوصلہ دے دیتا ہے کہ وہ دوسرے اعضاء کو قوت بنا کر اپنے کام کر لیتے ہیں اور خوبصورت دل جس میں اس کی یاد کو بسا کر ہم اپنے آپ کو سکینہ یعنی سکون و اطمینان قلب سے سرفراز کرتے ہیں۔

ہم انسانوں کے علاوہ وہ رحمن و رحیم ہر مخلوق کی ہر طرح سے زیست کو آسان بنانے پر قادر ہے۔ پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے تو سمندر میں رہنے والوں کو بھی سیر کرتا ہے۔

ہمارے اتنے خوبصورت رشتے بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔ والدین اور بہن بھائیوں کی موجودگی آپ کو جذباتی طور پر بھی مضبوط بناتی ہے تو معاشرے میں اہم کردار ادا کرنے میں بھی ان کا کردار کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

زندگی میں کچھ آگے بڑھیں تو شریک زیست بھی ایک نعمت ہے جو خوشیوں کو دوبالا کرتی ہے تو غموں کی گھڑیوں میں بھی آپ کے شانہ بشانہ ہر وقت ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔ اور اگر آپ عورت کے رتبے پر فائز ہے تو آپ کا شریک حیات آپ کو وہ تحفظ اور محبت دیتا ہے جو معاشرے میں آپ کو کوئی اور نہیں دے سکتا ہے۔ پھر

اولاد کی صورت میں رحمت اور نعمت سے نوازتا ہے اور آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ نعمت کی صورت میں حیات دنیا میں آپ کے بازو مضبوط کرتا ہے تو رحمت کی صورت میں خود بازو بننے کی بشارت اور ان کی اچھی تربیت پر جنت کی خوشخبری سے نوازتا ہے۔

قربان جایئے اس کی محبت کے جو ستر ماؤں سے زیادہ کرتا ہے۔ماں کی محبت سے ہم انکاری نہیں ہے تو اس کی محبت سے کیسے کر سکتے ہیں؟ وہ کبھی دکھ بھی دے تو ہماری برداشت سے زیادہ نہیں دیتا۔

ہمارے پروردگار نے یہ کائنات اپنے محبوب کے صدقے ہمارے لیے تخلیق کی ہے اور اس میں ہمارے لیے نشانیاں رکھی ہے تاکہ ہم اسے تسخیر کر کے اس کے رازوں کو دنیا کے آگے عیاں کریں۔اور اس کی حمد وثنا بیان کریں اور اس حد تک بیان کریں کہ سانسوں کی ڈوری روح سے جب جدا ہو تو زبان اور دل اس کی حمد وثنا بیان کرنے میں مصروف ہو۔ ہم کیا اور ہماری حمد وثنا کیا؟ اس کائنات کا ہر چرند ،ہر پرند ،ڈالی ڈالی ،پتہ پتہ ،ریت کے ذرات، جھروکوں کی جھنکار ،سمندر کی لہریں

، بارش کی بوندیں، پھولوں کی مہک، غرض یہ کہ بحر و بر میں سانس لیتا ہر ذرہ اس کی وحدانیت کا ثبوت ہے اور آفتاب و قمر سمیت سب اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ ہم تو بہت گناہ گار ہے ،اسکی حکم کی تعمیل میں بھی کوتاہی کر دیتے ہیں مگر اس کی نورانی مخلوق جو ہر گناہ سے اور ہر عیب سے پاک ہے اسکی عبادت میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔

پھر بھی اسے ہمارے ایک آنسو سے محبت ہے۔ پھر بھی وہ ہماری توبہ کا انتظار کرتا ہے۔ پھر بھی ہمیں کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا اور دعائیں بھی قبول کروں گا یہ اسکی نعمت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی امت بنایا اور ہدایت کے لئے اپنی آخری کتاب دی تاکہ ہم راہ نجات اور صراط مستقیم پر چلیں اس میں نہ صرف ہماری رہنمائی کی بلکہ ہمیں حوصلہ بھی دیا کہ :

"نہ تمہارا رب تم سے ناراض ہے نہ ہی تمہیں بھولا ہے۔"(الضحیٰ آیت 3)

جب بھی ہم مایوس ہوتے ہیں تو اسکی کتاب پڑھ کر سکون سا آجاتا ہے اور یقین

کریں واقعی دلوں کا سکون اسی کے ذکر میں ہے۔

عزیز احباب من!

میرا اس موضوع پر لکھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اپنے رب سے محبت کریں۔اسکی خوب خوب عبادت کریں۔اس کی رضا میں راضی رہیں وہ کبھی بھی آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا ہے۔اس کی عظیم ترین ذات سے کبھی بھی مایوس نہ ہو اس کی حکمت تک ہم کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن یقین کیجئے وہ آپ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔وہ آپ کی نیتیں بھی جانتا ہے اور عمل کے پیچھے کی وجہ بھی اس سے کچھ بھی نہیں چھپا اور نہ ہی چھپ سکتا ہے۔کیونکہ ہم سوچتے بھی اس کی اجازت اور مرضی سے ہیں۔وہ تو ہمارے دلوں کے بھید ہم سے پہلے جان لیتا ہے۔پس خوشی ہو یا غم اسی کی طرف رجوع کیجئے۔اس کی عطاؤں کو اپنی محنت نہ گردانیے کیونکہ اگر وہ نہ چاہتا تو نہ آپ کو ہمت ملتی اور نہ آپ وہ سب کر سکتے جو آپ کر چکے ہیں یہ صرف اس کی عطا ہے۔ کبھی بھی مایوس مت ہوئیے گا کیونکہ مایوسی کا مطلب ہے کہ ہمارا اس پر نعوذ باللہ یقین نہیں ہے کبھی بھی اس سوچ کو اپنی زندگی کا حصہ مت

بنایئے گا جس سے آپ کے دل میں ناامیدی اور مایوسی پیدا ہو اور ہم عالم برزخ میں بھی شرمندہ ہو۔ خوش رہیئے اور خوش رکھے۔

تاکہ آپ کا رب بھی آپ سے خوش ہو۔ اس کی چاہت کو اولیت دے تاکہ وہ آپ کو آپ کی چاہت سے نواز دیں۔ میں جتنا بھی لکھ لوں اس کی نعمتوں کا حساب نہیں لکھ سکتی کیونکہ اس کے لیے تمام درختوں کے قلم اور سمندروں کی سیاہی بھی کم ہے ، میں تو پھر بھی ادنی سی اس کی گناہ گار بندی ہوں۔ اپنے اور آپ کے لیے ہدایت اور اس کی خوشنودی کی دعا کے ساتھ بس اتنا کہوں گی کہ تھوڑا لکھے کو زیادہ جانیے گا کیونکہ اس کا ذکر لوح و قلم میں ہیں تو میں اپنے الفاظ موتیوں کی مانند صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کی جرات کیسے کر سکتی ہوں بس آپ سب سے عاجزانہ التماس کروں گی کہ اس سے تعلق بنائے رکھیے گا کیونکہ اس کے علاوہ ہمارا نہ کبھی کوئی تھا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ میں ہی ہمارے لیے دونوں جہانوں کی کامیابی اور عافیت ہے۔

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

www.novelsclubb.com

"بات کرلیا کریں"

تحریر۔۔شازیہ یاسین

خداوند باری تعالیٰ کی تخلیق کردہ اس کائنات میں رشتے اور دوست احباب بہت بڑی نعمت ہے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے ہمیں کسی نہ کسی وجہ سے ایک دوسرے کے ضرورت پڑتی رہتی ہے۔خوشی کے لمحات ہو یا غم کی کٹھن گھڑیاں ہم اکیلے نہیں گزار سکتے اس کے لیے دوسروں کا ہمارے ساتھ رہنا بہت ضروری ہے۔یہ سب اسی وجہ سے ممکن ہو پائے گا جب ہمارے تعلقات اپنے رشتوں سے، دوستوں سے، پڑوسیوں سے اچھے ہوگے۔اچھے تعلقات کی بنیاد اس بات پر بھی

ہوتی ہے کہ آپ کس حد تک ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک دوسرے کے لیے محبت اور کشش رکھی ہے۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اور ہم اس وقت ہی ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں جب ہمارے تعلقات بہتر ہو۔ تعلقات میں دراڑ اس وقت پڑتی ہے جب دلوں میں بدگمانیاں اپنی جگہ بنالیتی ہے اور ہم مفروضوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے لیے رائے قائم کر لیتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔

سونے پہ سہاگہ یہ کرتے ہیں کہ "دوسروں کی باتوں میں آکر یا ان کے باتوں پر یقین کر کے اس ناراضگی کو اتنی طوالت دیتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے بھی راضی نہیں ہوتے ہیں اور نتیجتاً آپ میں اور آپ کے اپنوں میں دوریاں بڑھتی چلی جاتی ہے۔"

کبھی کبھی تو یہاں تک بھی سنا جاتا ہے کہ سگا بھائی دوسرے کے لیے کہتا ہے کہ اس کو میرے جنازے میں بھی نہ آنے دیا جائے۔ وجہ صرف ایک ہوتی ہے کہ ہم

آپس میں بات نہیں کرتے، بات کرنے میں پہل کرنے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں ۔ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے کہ :

"اپنے مسلمان بھائی سے بات کرنے میں جس کو یہ خدشہ ہو کہ اس کی عزت کم ہو رہی ہے تو وہ قیامت کے دن مجھ سے لے لیں۔"

ایک دوسری حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہے کہ :

"ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن تک قطع تعلق رہنا حرام ہے ۔"

عزیز قارئین!

ہمارے مذہب میں اس چیز کی کتنی مخالفت کی گئی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے لا تعلق رہیں۔ بلکہ دو روٹھے ہوئے مسلمانوں میں صلح کروانے کا اجر بہت ہی زیادہ ہے۔اس سے نہ صرف ہمارے گھروں کا ماحول بہتر رہے گا بلکہ ہمارے معاشرے میں بھی بہتری آئے گی۔اکثر آپس کے جھگڑوں میں بچوں کو ملوث کیا جاتا ہے جس سے ان کی تربیت پر بہت برا اثر ہوتا ہے جو کہ آگے چل کر معاشرے کے بگاڑ میں

اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

آپ یقین کیجئے کہ آپس میں بات کرنے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں کیونکہ جب بعد میں ہم بات کرتے ہے تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ بے بنیاد بات پر ہم اپنے پیاروں سے دور رہیں۔ اگر وقت پر بات کر لیتے تو یہ حالات نہ ہوتے کیونکہ جو باتیں آپ کو تیسرا شخص بتاتا ہے اس میں زیادہ تر سچائی کا عنصر بہت کم ہوتا ہے۔ پھر جب گلے شکوے دور ہو جاتے ہیں تو وہ شخص صاف مکر جاتا ہے کہ اس نے ایسا بھی کہا تھا۔ جس کی وجہ سے نہ صرف آپ اپنے پیاروں سے دور رہیں بلکہ آپ کی ذہنی صحت بھی متاثر ہوئی۔ خدارا آپس کے معاملات آپس میں بات چیت سے ہی طے کر لیا کریں تاکہ دوسروں کو آپ کے گھر کا سکون برباد کرنے کا وقت اور موقع نہ ملے اور آپ پر سکون رہیں۔

کوئی اپنا روٹھ جائے تو فوراً منا لینا

انا کی جنگ میں اکثر جدائی جیت جاتی ہے۔

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

www.novelsclubb.com

عنوان: کچھ خیال کریں

www.novelsclubb.com

جب کچھ کہنا ہو بنت حوا پر
لب کھولیں جب ان کے کردار پر
آنکھوں دیکھا بھی سچ نہ جانے
کانوں سنا بھی حرف آخر نہ مانے
کچھ خیال کریں
نازک سی ہوتی ہیں

آبگینے کی مانند

بھائیوں کی جان

بابا کا مان

اس طرح نہ ان کو خوار کریں

کچھ خیال کریں

ان کی زندگی کا محور ہیں بس آپ

ہر قول و فعل میں نظر آئیں بس آپ

ان کی باتیں آپ سے شروع

اور آخر میں بھی بس آپ

کچھ خیال کریں

آپ کے الفاظ دکھی نہ کریں ان کو

کہ مجرم یہ سمجھنے لگے خود کو

کہ کس بات کی یہ سزا ہے؟

www.novelsclubb.com

نظروں سے گرانے لگے خود کو

کچھ خیال کریں

سو بار تم سوچو

پہلے تولو پھر بولو

کسی کے گنہگار نہ بنو

کہ مجرم ہی بن جاؤ

کچھ خیال کریں

آپ کے گھر کی عزت ہیں یہ

معاشرے کا اہم رکن ہے یہ

کہ

اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو تم

اس کے سہارے کے ہر دم متلاشی ہو تم

اس کے بغیر ادھورے ہو تم

www.novelsclubb.com

کہ

زیادہ کیا کہوں میں تم سے اے ابن آدم

اس کے بغیر اک ویران دنیا ہو تم

بس اتنی سی التجا ہے

جب کچھ کہنا ہو بنت حوا کو

لب کھولیں اس کے کردار پر

کچھ تو خیال کریں

کچھ تو خیال کریں

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

رائے سمیع اللہ

محترم کا نام رائے سمیع اللہ ہے۔ محترم کا تعلق پنجاب کے شہر پاکپتن (شہر فرید) سے ہے۔ آپ اردو ادب میں ماسٹرز کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز البدر سکول پاکپتن سے کیا۔

پانچ سال سکول میں بطور " اردو معلم " اور اب پٹرولنگ پولیس میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ آپ مختلف ادبی مقابلوں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔

مضمون، کہانی نویسی اور کالم نگاری کا شوق ہے۔ لکھنے کا یہ شوق وقت کے ساتھ بڑھتا گیا اور باقاعدہ ہاتھوں میں قلم تھما گیا۔ الفاظوں کو خوبصورت پیراہن میں سجا کر پیش کرتے ہیں۔ آپ کے تخیلات کی دنیا بے حد وسیع ہے کہ آپ پل بھر میں لوگوں کا دل جیت لیتے ہیں۔ آپ بہت کم لکھتے ہیں مگر جب بھی لکھتے ہیں۔ جامع، عمدہ اور انتہائی گہرائی میں لکھتے ہیں۔ بہت سے اخبارات میں آپ کے کالم شائع ہو

چکے ہیں۔ بے حد مصروفیت کے باوجود آپ نے قلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ خدا ذوالجلال آپ کو مزید زور قلم عطا فرمائے۔ آمین!

بابِ جنت

رائے سمیع اللہ کھرل

www.novelsclubb.com

میں نے اپنے اندر اس دھڑکتے دل کی آواز پر کان دھرنا بند کر دیے ہیں۔ اس کی آواز میری تمام سوچوں کو یکجا کر کے ایک زاویے پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ میرے وجود کو ساکت کر کے اپنے سامنے بے بس کر دیتی ہے۔ میری آنکھوں کی پتلیوں میں نیند کی لکیریں گہری سرخ ہو کر منجمد ہوتی چلی گئیں۔ میں جو ایک لاابالی سا لڑکا

تھا اب نہیں رہا۔

میں شاید ایسا کبھی نہیں تھا، جیسا اب ہو گیا ہوں۔ میری زندگی کبھی بھی ایک جگہ یا ایک رنگ کی محتاج نہیں رہی تھی۔ میں بے شمار رنگوں سے واقف لڑکا تھا۔ زندگی کے یہ رنگ ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔ اس وقت تو بالکل بھی نہیں، جب آپ کو اپنے گرد لوگوں کے ہجوم کے باوجود اکیلے زندگی گزارنا پڑے۔ میں بھی اندر سے شاید اتنا ہی اکیلا ہو چکا تھا۔ جن کے وجود سے ہم نے زندگی پائی ہو۔ ہمارے وجود کا وہی ایک حصہ ہم سے جدا ہو جائے تو ہم کبھی بھی وہ نہیں رہ سکتے جو کبھی ہم ہوا کرتے تھے۔

ہمارے ارد گرد بے شمار دوست، رشتے دار موجود ہوتے ہیں۔ مگر ہم ہر کسی کے سامنے اپنا آپ کھول کر نہیں رکھ سکتے۔ کیوں کہ جو ہم محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ محسوسات کسی اور تک رسائی نہیں حاصل کر سکتے۔ شاید یہ سب عمر کا تقاضا ہے کہ جیسے جیسے انسان زندگی کی دہلیز پر پاؤں رکھتا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ پیچھے رہ جانے والے لمحوں کی یاد کو کبھی دل سے نہیں نکال سکتا۔ یہ صرف زندگی کی یادیں

نہیں ہوتی، یہ ہمارے زندہ رہنے کے لیے، سانسوں کی روانی کے لیے بے حد ضروری ہوتی ہیں۔

میری زندگی اور مزاج میں اداسی اور اس بدلاؤ کی وجہ والد محترم سے جدائی ہے۔اور میری یہ تحریر اسی ہستی کے نام ہے جس کا نعم البدل دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے پیار، شفقت اور قربانی میں کوئی مد مقابل ہو سکتا ہے۔

آج ان کو بچھڑے دو سال ہو گئے ہیں۔ لیکن ان کی کمی ہر ایک سانس میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ بے شک سب والدین اولاد سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کا انداز ہی نرالہ تھا۔

اگر میری نظر نا پڑتی تو وہ مجھ سے سلام میں پہل کرتے تھے۔ان کی سواری کو تھامنے کے بعد چند قدم ساتھ چلتے چلتے ان کے چند سوالات۔۔۔۔۔۔

"نماز پڑھ لی؟"

"آج کتنی نمازیں پڑھیں؟"

"چلو نماز کی تیاری کریں۔"

وہ صبح جب گھر سے کچہری کے لیے نکلتے تھے، تو سواری پر سوار ہوتے ہی ذکر شروع کر دیتے تھے اور چار کلو میٹر کے اس سفر میں سورت رحمن، سورت یسین اور سورت ملک کی زبانی تلاوت کر کے روزانہ مرحوم والدین کو ایصال ثواب کرتے تھے۔اور ساری زندگی ان کا یہی معمول رہا۔

تحریر کے ساتھ دکھائی گئی ان کی تصویر مجھے ہر وقت ان کی نصیحتوں کی یاد دلاتی ہے کہ انہوں نے کبھی بیماری میں بھی نماز قضا نہیں ہونے دی تھی۔ قلیل آمدن کی وجہ سے مجھ سے اکثر کہتے تھے کہ آپ کب سرکاری آفیسر بنو گے ؟؟سب والدین کی طرح ان کو امید تھی کہ کب میں بااختیار ہو کر ان کا ہاتھ بٹاؤں گا۔

مگر بعض اوقات وقت اتنی مہلت بھی نہیں دیتا کہ والدین اپنی اولاد کا سنہرا مستقبل دیکھ سکیں۔اور میرے ساتھ بھی ایسا ہوا کہ میری زندگی کا وہ اہم ترین دن، جو ان کی دعاؤں اور دن رات کی محنت کے بعد حاصل ہوا۔ جس دن میں ان کی خواہش کے مطابق سرکاری افسر بن گیا۔ مگر وہ یہ دن دیکھ بھی نہیں سکے۔مجھے یاد ہے ملازمت ملنے کے بعد میری وردی کئی دن الماری میں لٹکتی رہی۔اس سوچ

کے تحت کہ میں پہن کر کس کو دکھاؤں گا؟؟ جن کی آنکھوں کا خواب زندہ تعبیر ہوا وہ تو دیکھنے سے پہلے ہی ابدی نیند سو گئے۔ ہر لمحہ اس سوچ کے زیر اثر کہ اگر وہ ہوتے تو کس قدر خوش ہوتے۔

یہ میرے دل کا درد بن کر ہمیشہ میری یاد میں محفوظ رہے گا کہ شاید یہ احساسات بیان کرنے اور گزرنے کی کیفیت سے بالاتر ہیں۔ میری اس تکلیف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

"انسان جتنا مرضی بڑا لکھاری بن جائے۔ اور اسے لفظوں پر جس قدر مرضی دسترس حاصل ہو جائے۔ مگر وہ اتنا بااختیار کبھی نہیں ہو سکتا کہ بچھڑنے کے دکھ کو اسی شدت سے بیان کر سکے، جتنی شدت سے اس نے وہ محسوس کیا تھا۔"

وہ صرف ایک والد نہیں تھے۔ بہت اچھے اور شفیق انسان بھی تھے۔ اس قدر، کہ ان سے جڑے لوگ تک ان کے گرویدہ تھے۔ کچھ دن پہلے کی بات ہے جب ایک بس میں میری ملاقات ان کے بچپن کے دوست انکل محمود سے ہوئی۔ انہوں نے شفقت کے ساتھ مل کر اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنے کی دعوت دی۔ ایک دو باتوں

کے بعد والد محترم کا ذکر ہوا۔اور صرف اس ذکر کے بعد اگلا تمام سفر وہ ایک لفظ نہ بول سکے اور یہی کیفیت میری تھی کہ زبان ہر لفظ سے روٹھ گئی۔ ہم دونوں پورا سفر روتے رہے۔

پچھلے ماہ گاؤں کی ایک شادی میں، میں ایک عزیز کی بارات میں شریک تھا۔روایتی ڈھول خوب بج رہا تھا کہ ابو جان کے چچازاد بھائی کی نظر مجھ پر پڑی۔تو وہ اس رونق میں بھی زار و قطار رونا شروع ہو گئے۔

وہ ہر رشتے میں اعتدال پسندی سے کام لیتے تھے۔پھر وہ ماں باپ ہوں، بہن بھائی ہوں، بیوی ہو، اولاد ہو، رشتے دار ہوں یا دوست احباب ہوں۔ہر تعلق ہر رشتہ ان سے خوش تھا۔مجھے یاد ہے میری والدہ محترمہ ان کی پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی ان سے ناراض ہو کر اپنے میکے نہیں گئیں۔

وہ لمحہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔دنیاوی معاملات کے باوجود دین کو اول ترجیح دیتے تھے۔میں نے ان کو اپنی پوری زندگی میں چھٹی والے دن بھی دیر تک سوتے نہیں دیکھا۔ان کو قرآن مجید سے بے حد لگاؤ تھا۔خود تجوید کے ساتھ پڑھنا اور

ہمیں بھی پڑھانا ان کا معمول تھا۔ سورتیں زبانی یاد کرنے پر انعام کا اعلان کرنا، سادہ لباس پہننا، نعت خوانی کا بچپن سے شوق، مسجد میں مؤذن اور خزانچی کی خدمات اور امام صاحب کی غیر موجودگی میں جماعت کروانے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ کتنی خوبیوں سے اللہّ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ ایسے شخص کی آغوش میں پرورش پاکر پھر ان سے جدا ہونا آسان نہیں تھا۔

مجھے لگتا ہے محبت ان کی وجود سے پھوٹتی تھی۔ ان کے پاس محبتوں کا خزانہ موجود تھا۔ اور محبتوں کا یہ سمندر انہوں نے ساری زندگی دوسروں پر لٹایا۔

ہماری زندگی میں بے شمار لوگ موجود ہوتے ہیں۔ مگر والدین کی کمی کسی بھی صورت میں کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس بات کا احساس ہر مہینے، سال اور آئندہ آنے والے ہر دن کے ساتھ شدید تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ میں نے دنیا میں بے شمار لوگوں کو دیکھا ہے۔ اچھے سے اچھے اور بہت اچھے لوگ بھی والدین کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔ ان کی موجودگی ہماری زندگیوں میں گھنے سایہ دار شجر کی صورت ہوتی ہے۔ جو دھوپ کی تمازت، طوفان اور زمانے کی تند و تیز ہواؤں کو

کبھی ہماری جانب بڑھنے بھی نہیں دیتے۔ میں نے ان سے بچھڑنے کے بعد نا ان کے جیسا دست شفقت پایا اور نہ وہ رحم دل لب ولہجہ پایا۔

ہم سب گھر والے ان کی یاد میں ایک دوسرے سے چھپ کر روتے ہیں۔

کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ ان کی یاد میں دل پھٹ جائے گا اور روح پرواز کر جائے گی۔

مجھے وراثت میں جو ان کی نصیحتیں اور یادیں ملی ہیں۔ وہ نصیب والوں کو ملتی ہیں۔

میں ہر معاملے میں ان کے جیسا بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن ان کے پاؤں کی خاک کے برابر نہیں۔ مجھ میں ان جیسا حوصلہ اور صبر واستقامت نہیں۔

والدین کے سوا دوسرا کوئی ہمارا مخلص اور خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ "میں سوچتا ہوں، اگر خدائے برتر والدین جیسی عظیم نعمت سے نہ نوازتے تو بہت سے دل اور بہت سے وجود کبھی پروان نہ چڑھ سکتے۔" ہماری بے شمار نادانیوں اور غلطیوں کے باوجود وہ ہمیں چھوڑتے نہیں۔ ہم سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے۔ خدائے ذوالجلال کے بعد ہماری غلطیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ انگلی پکڑ کر جس نے چلنا سکھایا ہو۔ اپنے ہاتھوں سے ان کو لحد میں اتارنا آسان نہیں ہوتا۔ اس درد کا کوئی

مداوا نہیں ہو سکتا، جو والد کی جدائی میں تا عمر اولاد کے سینوں میں موجود رہتا ہے۔

میں حیران ہوتا ہوں۔ ان لوگوں پر جو اپنے والدین کو عمر کے آخری حصے میں تنہا چھوڑ کر اپنی دنیا آباد کر لیتے ہیں۔ جو اپنی پوری عمر ہماری زندگیوں کو آباد کرتے ہیں۔ ساری عمر اپنی خوشیوں کو نظر انداز کر کے، جن بچوں کی خوشیوں اور آسائشوں کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔ وہی بچے جوان ہو کر اپنے والدین کو اپنی خوشیوں کی رکاوٹ گردانتے ہیں۔ یقین جانے، آپ کی خوشیوں کے لیے انہوں نے ہی دعائیں کیں، انہیں آپ سے آپ کے وقت کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔

میرے پاس لکھنے کے لیے اور بھی بہت سی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ کوئی بھی کہانی یا کردار کو لفظوں کی صورت میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے خود والدین کی محبت پر لکھنا ضروری سمجھا۔ یہ صرف ایک تحریر نہیں ہے۔ یہ میرے اندر کی دنیا کے وہ احساسات ہیں جنہیں بیان کر نا زخموں کو کریدنے کے برابر ہے۔ ہم والدین کی محبت کا حق ہر سانس کے ساتھ بھی ادا کرنا چاہیں تو کبھی نہیں کر سکتے۔ میرا اس تحریر کو لکھنے کا مقصد اپنے غم کی تشہیر کرنا ہر گز نہیں ہے۔

مجھے کبھی بھی ہمدری بھرے جملوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ کیوں کہ میں اب بھی، جب ہمت ہارنے لگتا ہوں تو اپنے کاندھوں پر مضبوط ہاتھوں کی تھپکی محسوس کرتا ہوں۔ والدین ہمارے پاس نہ بھی ہو۔ مگر وہ لمحہ ہمارے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔

یہ زندگی بے حد مختصر ہے۔ کب کون سا لمحہ آکر، کب آپ کو کس سے جدا کر کے بے یار و مددگار چھوڑ دے، کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس دنیا میں تمام خسارے پورے ہو سکتے ہیں مگر والدین کے چلے جانے کا نقصان کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے بن مانگے یہ انمول ہیرے عطا کیے ہیں۔ مگر ان کی قدر جس طرح کرنی چاہیے ہم نہیں کرتے۔ میں نے بہت سے ایسے حالات و واقعات کا جائزہ لیا۔ اولاد اپنی زندگیوں میں اس قدر مگن ہو جاتی ہے کہ وہ اس انمول اور عظیم نعمت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ والدین کی موجودگی میں تو جہاد کی بھی اجازت نہیں کہ اپنے والدین کی خدمت کریں۔ اس سے بڑا جہاد نہیں۔ جن کو صرف دیکھ لینے سے حج ہو جاتا ہے۔

خدارا ان کے رہتے ان کی قدر کریں۔ بعد میں ان کو یاد کر کے آنسو بہانے سے کیا حاصل؟ قبروں پر پھول ڈالنے سے کیا حاصل؟ اس تکلیف کا ازالہ کسی صورت ممکن نہیں جو اولاد کی موجودگی میں انہوں نے برداشت کیا ہو۔

اس لیے میری سب سے گزارش ہے کہ والدین کی خدمت کریں ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیں۔ ان کے چلے جانے پر آپ ان کے وجود کو ترسیں گے۔ لیکن وہ دوبارہ کبھی نہیں آئیں گے۔ پھر حسرتیں ہی رہ جاتی ہیں۔ اور یہ حسرتیں ہمیں بے جان کر دیتی ہیں۔ اور انسان بے بس ہو کر رہ جاتا ہے وہ لمحے کبھی لوٹ کر نہیں آتے۔ ہر حال میں والدین کو راضی رکھیں۔ یہ اللہ تعالی کی خوشنودی اور قرب کے لیے کافی ہو جائے گا۔ کیوں کہ والدین کی رضا میں اللہ تعالی کی رضا شامل ہے۔

اور زندگی میں ایسے اعمال کریں جو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنیں تاکہ جنت میں ہم فخر سے ان کا سامنا کر سکیں۔ اللہ تعالی میرے والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین!

تمت بالخیر

★★★★★★★★★★★★★★

حلیمہ سعدیہ

www.novelsclubb.com

مصنفہ کا نام حلیمہ سعدیہ ہے۔ مصنفہ اپنا قلمی نام درخشاں لکھتی ہیں اور ان کا تعلق آزاد کشمیر کے ایک خوبصورت شہر میرپور سے ہے۔ان کی ادب سے دلچسپی 2016 سے ہے جب یہ میٹرک میں تھی اور اس وقت انہوں نے ایک چھوٹا سا ڈرامہ لکھا تھا۔جو کہ "علی اور زارا کی محبت" کے عنوان سے تھا۔ مصنفہ کا پہلا ڈرامہ ہم جماعت سہیلیوں نے اور اساتذہ نے پڑھ کر بہت تعریف کی ۔ پھر 2017 میں مصنفہ کے قلم سے "اندھیرے میں اُجالا" کے عنوان سے ایک افسانہ بھی صفحہ قرطاس کی زینت بنا۔ مصنفہ کا باقاعدہ ادب کی طرف سفر 8 جون 2023 میں ہی شروع ہوا ہے۔ اب تک تین کتابوں، پانچ انتھولوجی بُکس کے ساتھ ساتھ بہت سے مقابلہ جات میں حصہ لے چکی ہیں اور مہک میگزین، ماہنامہ ماہ روح انٹرنیشنل اور ماہنامہ دشتِ آرزو میں بھی لکھ چکی ہیں۔اس کے ساتھ ہی

مصنفہ ایک ویب سائٹ، ہم عوام نیوز اور کشمیر ڈیلی اخبار میں کالم بھی لکھ چکی ہیں۔ مصنفہ کا خواب ہے کہ "مرنے سے پہلے ایک کتاب لکھ کر اس دنیا میں چھوڑ جائیں تاکہ مرنے کے بعد بھی وہ یاد رکھی جائیں مصنفہ۔ "وژن بائے کشف عبیر" کا حصہ بھی ہیں اور اردو میں ماسٹرز کرنے کے بعد بطور استاد ایک پرائیویٹ انسٹیٹیوٹ میں پڑھا رہی ہیں۔

توکل

از قلم: حلیمہ سعدیہ

انسان اس کائنات میں صرف ایک ذات ایسی پاتا ہے جو ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہے

اور جس سے بڑھ کر کوئی سہارا نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس ذات پر مکمل بھروسہ اس رویہ کے ساتھ کہ انسان اپنی خواہشات کی تکمیل میں حرص اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے توکل کہلاتا ہے۔

اللہ کے پیارے نبی کریم صل اللہ علیہ والہ وسلم پر دوران تبلیغ کیا کیا مشکلات نہیں آئیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے توکل رکھا اور صبر کیا۔ قریش مکہ کو ہی لے لیں انہوں نے جب رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ وسلم کی دعوت حق کو سنا اور دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے بتوں سے نفرت کرتے ہیں تو اور اللہ تعالی کی وحدانیت کا پرچار کرتے ہیں تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکالیف دینا شروع کر دیں۔

www.novelsclubb.com

آپ صل اللہ علیہ والہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھاتے آپ صل اللہ علیہ والہ وسلم پر پتھر پھینکتے اور گندگی ڈالتے۔ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے آباؤاجداد کو گمراہ کرتا ہے، آپ انہیں منع کریں۔ چنانچہ چچا نے آنحضرت صل اللہ

علیہ والہ وسلم سے کہا:

"بیٹا میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں"

آپ صل اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آؤں گا"

10 نبوی کہنے کو تو ایک تاریخ ہے ایک دن ہے، لیکن میرے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اس دن کو غم کے پہاڑ ٹوٹے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صبر کیا۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شفیق چچا حضرت ابو طالب 80 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا کوئی معمولی چچا نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نگہداشت اور تربیت کی۔ اسی بنا پر نبی کریم صل اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے چچا حضرت ابو طالب کی وفات پر بہت صدمہ ہوا۔

حضرت ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رفیقہ

حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی وفات فرما گئیں۔ آپ صل اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ تعاون کیا۔

اور ہر پریشانی میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ڈھارس بندھائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے انتقال پر بہت رنج ہوا۔

لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اللہ کی ذات پر یقین کامل تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کبھی ہمت نہ ہارنے دی. سفر طائف ہو، غزوات ہو، ہجرت مدینہ ہو یا فتح مکہ ہو۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہر میدان میں بڑی استقامت اور جرات کے ساتھ سب مشکلات کا سامنا کیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھ میں اور آپ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسا صبر کیوں نہیں کیا۔ ہم کوشش بھی نہیں کر سکتے مانا کہ میرے اور آپ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات بہت بلند ہے لیکن توکل اگر

ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ بقول شاعر

"سب کچھ میسر ہوتا لیکن شکر نہیں ہوتا

بغیر مانگے بھی ملتا ہے لیکن توکل نہیں ہوتا

مشکل آسان ہو جاتی ہے لیکن صبر نہیں ہوتا

قرآن و سنت کا علم ہوتا لیکن عمل نہیں ہوتا

آخرت پر ایمان ہوتا لیکن خوف نہیں ہوتا"

یہ توکل ہی ہے جو انسان کو ہر طرح کے ڈپریشن سے بھی دور رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ پر توکل رکھنے والے نہ تو کبھی مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ بزدل ہوتے ہیں۔ وہ بہادر ہوتے ہیں ان کے اندر اتنی توکل کی وجہ سے اتنی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس دنیا کی مشکلات سے وہ گھبراتا نہیں ہے۔ وہ اپنی ہر حاجت کی قبولیت کے لیے اللہّ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اللہّ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 45 میں اللہّ تعالی فرماتے ہیں کہ :

"دوست کے طور پر بھی اور اللہّ ہی کافی ہے مددگار کے طور پر بھی."

اللہ پر بھروسہ کرنا سیکھیں یقین جانے وہ آپ کو کبھی بھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔

کیونکہ توکل وہ راستہ ہے جس کے ذریعے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ جو دریا میں راستہ بنوا دیتا ہے جو یوسف سے یعقوب کو ملوا دیتا ہے۔ جو شدید طوفان میں کشتی نوح کو پار لگا دیتا ہے۔ جو پانی پر گھوڑے دوڑا دیتا ہے۔ تو پھر تم کیا اپنے رب پر " توکل "نہ کروگے جو نا ممکن کو ممکن کرنے کی قدرت رکھتا ہے.....؟

زندگی میں انسان کبھی کبھی اللہ سے ناامید ہو جاتا ہے۔ ایسے میں کوئی مراقبہ بھی اسے سکون نہیں دے سکتا۔ اللہ پر پختہ یقین ہونا بہت ضروری ہے۔ انسان تمام زندگی اپنی محرومیوں کا رونا روتا رہتا ہے. لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ اسے پالنے والی ذات۔ وہ ذات جو اسے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ پھر وہ کیسے اسے تکلیف دے سکتی ہے۔ اس لیے خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے اللہ پر کامل یقین ہونا بہت ضروری ہے۔

فائزہ حسن

محترمہ کا نام فائزہ حسن ہے۔ انہوں نے ایم۔ اے اردو جی سی ویمن یونیورسٹی سے کیا۔اب ایم ایس کی جانب رواں دواں ہے۔ یہ شہر سیالکوٹ کی رہائشی ہیں۔ ایک استاد کے فرائض بخوبی سرانجام دے رہی ہیں۔

گوشہ تخیل میں کو آرتھر کی حیثیت سے شامل ہیں۔اس سے پہلے کتاب "متاع عشق "اور "شیشہ افکار" میں لکھ چکی ہیں۔ بہت سے نیشنل،انٹرنیشنل رسالوں، میگزین اور ڈائجسٹ میں لکھتی رہتی ہیں ان کو پڑھنے اور لکھنے کا شروع سے ہی شوق تھا۔اور خدا کا کرم ہے اس نے انہیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بقول ان کے آج یہ جس مقام پہ ہیں اپنے ماں باپ اور اساتذہ کی بدولت ہیں۔

www.novelsclubb.com

عورت۔۔۔۔

از قلم فائزہ حسن

عورت تصور سے حقیقت تک افراط و تفریط کا شکار رہی ہے۔ عورت حسن کی دیوی بنی دیوتائوں کی مرکز نگاہ رہی۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی بنی۔ اور اسکے ساتھ ساتھ کنیز، لونڈی، اور طوائف بنی۔ اس تمام حیثیت اور اہمیت کے باوجود مجموعی طور پر

اس کا استحصال ہوتا رہا۔اور ظلم و جبر کا شکار ہو کر اسے نفرت اور حقارت کا نشانہ بننا پڑا۔

عورت بدلتی رہی قیمت بدلتی رہی، سودا ہوتا رہا، بیچنے والے اور خریدنے والے بھی تبدیل ہوتے رہے۔ کبھی عورت کو دیوار میں چنوایا گیا اور کبھی ایک زندہ عورت کو ایک مردہ مرد کے ساتھ چتا پر بیٹھا کر زندہ جلا دیا گیا تو کبھی عورت کے لیے تاج محل اور شیش محل بنائے گئے۔

مگر ہمارے سماج کی بے رحمی یہ ہے کہ اگر کوئی عورت ستم گری کا شکار ہوتی ہے تو وہ خود اس طرز کو پوشیدہ رکھنے پہ مجبور ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ "کیوں نہیں وہ اس ظلم کو نوچ کے پھینک دیتی کہ دیکھو یہ نامراد ظالم ہے اسکو سزا دے۔" لیکن وہ ایسا نہیں کرتی کیوں کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو یہ ہمارا سماج ہی اس کو اس دہانے پہ پہنچا دے گا جہاں اسے اپنے آپ سے گن آنے لگے۔ وہ اس لائق نہیں رہے گی کوئی مرد اس کو نکاح کی نیت سے دیکھے اور یہ وہ سزا ہے جو

ہمارہ معاشرہ بڑی خوشی سے دیتا ہے۔

پتہ ہے کہ :

"عورت اگر کنیز ہے تو اپنے آقا سے، اگر بیوی ہے تو اپنے شوہر سے اور اگر محبوبہ ہے تو اپنے عاشق سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہے۔ عورت کی روح تک جتنے بھی راستے جاتے ہے اگرچہ دشوار گزار ہے لیکن اس کے باوجود اس کی ذات مردوں کے لیے دلچسپی کا باعث رہی ہے"

۔ مگر عورت اب بیدار ہونا شروع ہو گئی ہے وہ اپنے دماغ سے سوچتی ہے اپنے جذبوں کو محسوس کرتی ہے اور اسے بیان کرنے پر قادر ہے۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

"عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

"محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے"

عشق رسول کے بغیر اتباع و طاعت ممکن ہی نہیں۔ احکام الٰہی کی تعمیل بھی اسی وقت ممکن ہے جب اللہ عزوجل کو رب العالمین اور خالق کائنات کی صفات سے قبل خالق مصطفی اور رب مصطفی کی صفات عظیمہ سے پہچانا جائے۔ اس لیے کہ محبت رسول کہ بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ شمع رسالت جن دلوں میں فروزاں ہو وہ دل نا صرف پاکیزہ اور اجلے ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو اجالا عطا کرتے ہیں۔

عشق رسول دین کا تقاضا ہے۔

عشق رسول صراط مستقیم ہے۔

عشق رسول ملت اسلامیہ کے لیے عزت کا نشان ہے۔

عشق رسول جسم و جاں کا تقاضا ہے۔

عشق رسول مسلمان کی بقا کا ضامن ہے۔

www.novelsclubb.com

عشق رسول دنیا میں اقتدار و اختیار عطا کرتا ہے۔

عشق رسول میدان جنگ میں فتح مندی عطا کرتا ہے۔

عشق رسول متاع زندگی ہے۔

عشق رسول روز محشر عزت و وقار عطا کرتا ہے۔

اللہ عزوجل اور رسول اکرم سے محبت کا ایک ہی معیار ہے۔

آیت مقدسہ ہے کہ :

"تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے۔ اور تمہاری یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہو تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا"

رسول اکرم نور مجسم سے محبت رکھنا، والدین و اولاد اور جان و مال سب پر مقدم ہے ۔ محبت رسول کے سامنے کوئی شے قیمتی نہیں۔

"لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں احباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا اجمال بے نقاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب"

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات بابرکات تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئی۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سکوں بخشا ہے جو آج تک کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوا۔

www.novelsclubb.com

عشق رسول وہ سرور ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

وہ نور مجسم وجہ تخلیق کائنات ہے اور خدا کا کرم ایسا کہ ہمیں ان کا امتی بنا کر بھیجا ۔انہی کے وسیلے سے ہمارے بیڑے پار ہونگے۔" وہی عشق ہے میرا، وہی سکوں وہی جان وہی زندگی۔ہمیشہ انہی کے قدموں میں رہنے کی آرزو ہے۔

وہ نور مجسم جس پہ قربان سارا زمانہ ہے۔وہ فاطمہ کے بابا وہ حسن و حسین کے نانا وہ عمر و عثمان و علی و صدیق کے دوست وہ جن کے سنگ ہر چیز مہکتی ہے۔ پھول بھی محتاج ان کی خوشبو کے امام الانبیا تاجداروں کے تاجدار شہنشاو کے شہنشاء وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں انکی امتی"

"مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

آپ کی تعریف لکھنے بیٹھے تو "سمندر کی سیاہی بھی کم ہے۔"

آپ ہی وجہ تخلیق کائنات ہے آپ ہی کے دم سے سب کچھ ہے۔

میرے پاس زیادہ نمازیں اور روزے تو نہیں ہے، عبادتیں تو نہیں ہے مگر میرے پاس عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔میری زندگی انہی کہ سنگ خوبصورت ہے الحمد اللہ رب العالمین۔

عائشہ ذیشان

www.novelsclubb.com

محترمہ کا نام عائشہ ذیشان ہے، آپ کا تعلق ایک مذہبی اور ادبی خاندان سے ہے۔ آپ خوابوں خیالوں کی دنیا سے کوسوں پرے حقیقت پسندی کے اصولوں پر زندگی گزارنا پسند کرتیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر لوگ آپ سے متفق نہیں ہوتے اور یہی وجہ آپ کو، باقی لوگوں سے منفرد کرتی ہے۔ آپ ہر چیز قسمت کے کھاتے میں نہیں ڈالتیں بلکہ اپنی تقدیر خود بدلنے پر یقین رکھتی ہیں۔ لکھنے کا شوق آپ کو بچپن سے ہی تھا، آپ کی شاعری، غزل، افسانے کہانیاں کئی میگزین اور اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔ اس کے علاوہ

(faith in love) کتاب میں بھی لکھ چکی ہے

آپ کو نیو ٹیلنٹ ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

انا کے خسارے

از قلم : " عائشہ ذیشان، گوجرانولہ "

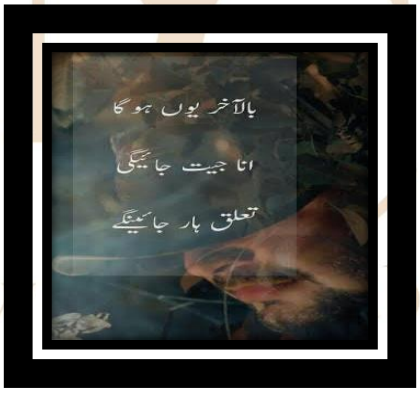

ہادیہ !۔۔۔۔۔۔اب تم حد کر رہی ہو۔۔۔۔وہ غصے میں پھنکارا۔۔۔آخر کتنا صبر کر سکتا تھا؟؟؟میری ماں ہیں وہ میں انہیں کیا بولوں؟؟؟

انہیں کچھ نہ بولو!"میری زندگی تباہ مت کرو تم بس، جان چھوڑو میری، میں تو اس وقت کو کوستی ہوں جس گھڑی تم پلے پڑھ گئے میرے۔" وہ بھی اسی لہجے میں بول رہی تھی۔

وہ اپنے ماں باپ کی بہت لاڈلی تھی۔اسی بات کا ناجائز فائدہ اٹھاتی حد سے زیادہ بدتمیز بدلحاظ ہو گئی تھی۔اشعر خاموشی سے باہر نکل گیا اب وہ ایسا ہی کرتا تھا دن بدن وہ اپنی حدیں پار کر رہی تھی اس سب کا اشعر نے یہی حل نکالا کہ باہر چلا جائے۔

اشعر حمید اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔وہ سب سے چھوٹا تھا۔ بہنوں نے اپنے بھائی کو اور اس کی ذاتی زندگی میں کبھی خلل نہیں ڈالا اور اب تو وہ آنا جانا بھی کم ہو گئیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

سامعہ باجی سب سے بڑی تھیں پھر سماویہ اود پھر دس سال بعد منتوں مرادوں سے اللہ نے انہیں بھائی دیا مگر اس کے آنے سے پہلے محمد حمید دنیا فانی سے چل بسے۔ان کا چھوٹا سا کارخانہ تھا جسکو اشعر کی تعلیم اور شادی تک سامعہ کے شوہر دیکھ رہے تھے پھر اشعر کے سپرد کر کے خود باہر چلے گئے۔

اب حادیہ اپنے کزن کی شادی کے لیے ایک لاکھ مانگ رہی تھی۔ جس سے اشعر نے منع کر دیا کیونکہ کام آج کل کے حالات کی وجہ سے کافی خراب تھے۔ ابھی پچھلے مہینے ہی تو نئے کپڑے بنائے تھے اشعر کے خالہ زاد کی شادی پر۔ مگر حادیہ کو سب سے الگ اور خوبصورت دکھنے کا اتنا جنون تھا کی لاکھوں اڑا دیتی اور پھر اپنی کزنز اور سہیلیوں کو گفٹ کر دیتی۔ اب ماشاءاللہ دو بیٹوں کی ماں تھی مگر کم عمری تھی یا بے جا لاڈ پیار وہ اپنی خواہشات کو بے لگام کر بیٹھی تھی۔

شروع شروع میں اشعر اس کے ناز نخرے اٹھاتا مگر شادی کے تین سالوں میں ہی اس نے حادیہ کو اچھے سے پرکھ لیا تھا۔ ساس سسر کو شکایت لگانا مطلب "آ بیل مجھے مار" والا سین ہوتا۔ وہ کبھی اپنی بیٹی کو نہ سمجھاتے۔ البتہ اس کے بھائی اسے سمجھاتے جس پر اپنی ماں اور باپ سے ذلیل ہوتے۔

حادیہ: شاہدہ بی بی جو کے اشعر کی اماں تھیں ان سے بھی زبان درازی سے باز نہ آتی۔ ابھی بھی اشعر کو پیسے دینے سے انہوں نے ہی منع کیا تھا کہ پچھلے مہینے دل کھول کے مہنگی ترین شاپنگ کی تھی اور شادی میں سب کی توجہ کا مرکز بھی کچھ

لوگ طنز کرتے کہ شوہر کے پیسے فضول اڑا رہی ہے۔ مگر سب سے الگ دکھنے کا جنون سوار تھا۔

شاہدہ بی بی اپنی بہن کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ حادیہ بہت خوش تھی کہ اب ساس کی روک ٹوک نہیں ہو گی اور وہ جو مرضی کرے گی لیکن اشعر اپنی ماں سے ہر بات کرتا تھا جو کہ اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ ساری رات اس نے اشعر سے بات نہیں کی تھی۔

ارحم اور حمین کو بھی اس کے پاس نہ آنے دے رہی تھی۔ وہ رات جلتا کڑھتا رہا اسے اب برداشت نہیں ہو رہا تھا، جی چاہتا تھا کہیں چلا جائے۔ وہ اکثر سامعیہ آپی سے بات کر کے گلہ کرتا کہ کس عذاب میں ڈال دیا ہے مجھے۔ میرے عمر کے لڑکے پڑھ لکھ رہے ہیں اور میری زندگی عذاب میں مبتلا ہو کر رہ گئی ہے۔ جس پر بہن لاڈ سے سمجھاتی ابھی بچی ہے۔

وہ دوپہر کو تھکا ہارا گھر آیا، سلام کیا جسکا جواب نہ ملا۔ حمین رو رہا تھا اسے پکڑنے لگا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہ حادیہ نے اسے حمین کو تھپڑ لگا کے کمرے میں بھیج دیا۔اشعر ماتھے کی تیوری کو مزید گہرا کر کے غصے سے دیکھنے لگا۔حادیہ لانڈری سے آئے کپڑے تہہ کر رہی تھی

۔

شاہدہ بی بی جب گھر نہیں ہوتی تھیں تو کپڑے لانڈری ہی جایا کرتے تھے ورنہ وہ خود دھو لیتی تھیں ۔ اگرچہ وہ بہت امیر نہیں تھے لیکن گزر بسر بہت اچھا ہو جاتا کروڑوں نہیں تو لاکھوں کا کاروبار تھا۔ شاہدہ نے کفایت شعاری سے دس مرلہ جدید ڈیزائن کا گھر بنوایا اور چاؤ سے بہو بیاہ کر لائیں تھیں ۔ پھر اللہ نے دو خوبصورت پوتے دے دیے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتی نہ تھکتی۔ شاہدہ بہو کے ناز نخرے اٹھاتی مگر سہی غلط کے بارے میں بتاتی جس پہ بہو زبان درازی کرتی۔ لیکن بیٹے کے سکون کے لیے وہ خاموش ہو جاتیں اور اکثر اپنی بیٹیوں اور بہن کے پاس چلی جاتی۔

اشعر نے جا کر روتے ہوئے حمین کو پکڑا اسے پچکارتا ہوا ڈرائینگ روم میں چلا گیا۔ ابھی دو سال کا ہی تھا اپنے بابا کا لاڈلہ۔ ارحم سنجیدہ اور کم گو تھا۔ ماں باپ کی لڑائی

نے اس نے بہت کچھ چھین لیا تھا ہر وقت کی چک چک سے وہ تھک گیا تھا۔ وہ چھ سال کا بچہ اپنی ماں کی بے جا ضد و انا کی بھینٹ چڑھ رہا تھا۔

ارحم کو سکول سے لیکر آیا، اس کا موڈ بہت خوشگوار تھا ظہر کی نماز ادا کر کے کھانے کی میز پہ آ گیا۔ حادیہ نے کھانا نہیں بنایا تھا، اس نے فریج میں دیکھا کچھ بھی نہیں تھا۔ ارحم کو بھوک لگی تھی چلو میں کچھ لے کے آتا ہوں اپنے شیر کے لیے وہ اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیر کے جانے لگا کی حادیہ آ گئی۔ کچھ نہیں لاؤ گے تم، سنا تم نے اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔ حادیہ کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی۔ بس کر جاو تم۔۔۔ ارے! تنگ آ گیا ہوں میں روز کی چک چک سے، تم چاہتی کیا ہو؟؟ آخر، حد ہوتی ہے وہ بھی تیش میں آ گیا۔

www.novelsclubb.com

ارحم سہما ہوا صوفے کے ساتھ لگتا ہوا نیچے بیٹھ گیا اور منہ پہ ہاتھ رکھے بے آواز رونے لگا۔۔۔

تم اپنی ماں اور بہنوں پہ لٹاؤ جو دل آئے مگر میری اور میرے بچوں کی باری کچھ نہیں رہتا تمہارے پاس۔ لوٹ کے کھا گئی میرے حق کو اللہ غارت کرے ماں بیٹیوں کو

۔۔۔۔وہ لال پیلی ہو رہی تھی،امی ٹھیک ہی کہتی تھی "جب تک بڑھیا زندہ ہے ہمارا کچھ نہیں ہو سکتا،آب حیات پی رکھا ہے جانے کب جان چھوڑے گی؟؟؟

"اشعر کی آنکھیں سرخ ہو گئیں،ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے حادیہ کی اصلیت کھلتی جا رہی تھی۔حادیہ۔۔۔۔اس نے ہاتھ اٹھایا مگر رک گیا ارحم کی آواز تیز ہو گئی تھی اب حمین بھی اٹھ کے رونے لگا تھا۔۔آج ہی اس کی ٹیچر نے بتایا تھا کہ آپ کا بیٹا بہت ذہین ہے مگر ڈپریشن کا شکار ہو سکتا ہے ہر وقت سہما سہما گم سم رہتا ہے۔۔۔اشعر تمہاری اتنی جرات تم نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔۔۔مارو۔۔۔مارو مجھے اب رک کیوں گئے؟؟؟

وہ اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ رہی تھی۔بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری ماں میں اپنی امی کی طرف جا رہی ہوں اب یا وہ یا میں جس دن فیصلہ کر لو آ جانا۔۔۔تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا میری محبت توجہ خیال سے۔۔۔اشعر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔؟؟؟

میں آج تک تمہارے ناز نخرے اٹھاتا رہا تم مجھے تو کیا میری ماں بہنوں کو برا بھلا کہتی

رہی میں چپ رہا۔ میں اتنا بھی بے غیرت نہیں ہوں اپنی بوڑھی ماں، جسکا کل اثاثہ اس کا بیٹا ہو، اسے چھوڑ دوں۔۔۔؟؟؟ تم شوق سے جاؤ۔۔۔ وہ اور غصے میں آ گئی۔ میری طرف سے تم مر جاؤ مجھے پروا نہیں ہے تم نے مجھ پہ اپنی دو کوڑی کی ماں کو فوقیت دی۔۔۔ جہنم میں جاؤ ابھی جانے لگا ہوں باہر دعا کرو لوٹ کے نہ آوں۔۔۔ اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے سے کہا۔۔۔

حمین بلک رہا تھا ہاں ہاں مر جاؤ، دفع ہو جاؤ۔۔۔ افسوس کہ تم ایک ناقدری نا شکری عورت نکلی جسے اپنی انا عزیز ہے۔۔۔ افسوس کہ تم نے چھ سالوں میں ایک بھی بات کو یاد نہیں رکھا۔ تم نے میری محبت کے منہ پہ تمانچہ مارا ہے۔۔۔۔۔ وہ ارحم کے پاس آیا اس کے آنسو صاف کیے ماتھے پہ بوسہ لیا۔، تم میرے بہادر بیٹے ہو اپنا اپنی ماما اور بھائی کا خیال رکھنا اور اچھے سے پڑھنا اوکے۔۔۔۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کی شرٹ بھگو رہے تھے نشان چھوڑ گئے۔ حادیہ کو دیکھا وہ خاموش رہی اور منہ پھیر لیا۔ ارحم کو سینے سے لگایا اور پھر اس کے بال سیدھے کیے حمین کو پیار کیا اور صحن سے باہر نکلنے لگا کہ مڑ کر آ گیا۔۔۔ جیب سے ہزاروں کے نوٹ نکال کر اس کو

پکڑا دیے امی نے کہا تھا تمہیں دے دوں ناراض نہ کروں۔۔۔۔ایک شکستہ نظر اس کے چہرے پہ ڈالتا وہ باہر نکل گیا۔

شام کافی زیادہ ہو گئی تھی وہ ابھی تک نہ آیا تھا۔حادیہ نے اپنے بھائی کو سامعیہ آپی کے بڑے بیٹے کو کہا۔وہ بھی دیکھ آئے کہیں کوئی پتہ نہ چل رہا تھا۔۔۔شاہدہ بی بی بھی آ گئیں۔سب ان کے گھر جمع تھے افسردگی کا عالم تھا۔ارحم دروازے میں بیٹھا اپنے بابا کی راہ تک رہا تھا۔اتنے میں فون کی بیل ایک زوردار چیخ کے ہوئی حادیہ نے فون کان سے لگایا۔جی۔۔۔جی میں ہی ہوں۔۔۔ایک زوردار چیخ کے بعد وہ دھڑام سے نیچے جا گری۔۔۔اس کے بھائی نے فون کان سے لگایا تو حیرت سے سر نفی میں ہلانے لگا۔کیا ہوا ہے سب حادیہ پہ جھکے ہوئے تھے۔۔۔اشعر۔۔۔اشعر اس دنیا میں نہیں ہے۔۔۔اس اس کا ایک۔۔۔سی ڈنٹ ہوا۔۔۔نہیں نہیں ایسا کیسے ہو سکتا۔۔۔؟؟؟ میرا بچہ ۔۔۔ شاہدہ دھاڑے مارنے لگیں ان کے گھر قہرام برپا تھا۔۔۔

ایمبولینس میں سفید کپڑے میں لپٹی لاش اس بوڑھی ماں کے خوابوں کی تھی وہ

لاش بہنوں کے ماں ان کے ارمانوں کی تھی وہ لاش ارحم اور حمین کے اس حصار کی تھی جو دنیا کی گرمی سے انہیں بچاتا تھا۔ارحم بھاگتا ہوا پاس گیا ہوا سے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا۔ارحم بلک بلک کر رونے لگا۔۔۔۔ بہنیں ماتم کناں تھیں۔اب وہ ماں اپنے بیٹے کو اس حال میں کیسے دیکھ سکتی تھی جو اسی کو دیکھ دیکھ کر جی رہی تھی۔وہ مجسمہ بنی اسے تکے جا رہی تھی۔بابا۔۔۔۔۔ بابا اٹھیں۔۔۔ بابا پلیز اٹھیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ بابا آپ تو میرے لیے کھانا لینے گئے تھے ۔۔۔ بابا اٹھ جائیں ناں۔۔۔۔دادو۔۔۔دادو۔۔اس نے تھوک نگلا۔آپ کی ہر بات مانتے ہیں بابا آپ بولیں۔۔۔آپ بولیں بابا اٹھ جائیں گے۔۔۔ بابا نہیں اٹھ رہے۔۔۔ بابا میں کب سے پکار رہا ہوں آپ چپ کیوں ہیں۔۔۔؟؟؟

مجھے جواب تو دیں کہیں نہ جی بابا کی جان۔۔۔۔ ممم۔۔۔ مما آپ بولیں۔۔۔ارے کوئی تو اٹھاؤ میرے بابا کو۔۔۔۔میرے سارے کھلونے لے لو میرا سب کچھ لے لو بابا کو اٹھا دو۔۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔ وہ اسے جھنجوڑ رہا تھا۔۔۔ بابا مجھے ڈر لگ رہا ہے ۔۔۔فرحان کے بابا مرے تھے پھر کبھی نہیں آئے۔۔۔بابا میں آپ کو جانے نہیں

دوں گا۔۔۔اٹھیں ناں۔۔۔دیکھیں سب ،ارحم بابا اب نہیں آئیں گے میرے بچے۔۔۔بابا اب نہیں آئیں گے۔۔۔سماویہ نے اسے خود سے لگایا۔نہیں۔۔۔ پھوپھو آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں۔۔۔۔میرے بابا کیسے مر سکتے ہیں۔۔۔؟؟؟وہ روتا بلکتا رہا ان کے سر سے چھت چھین چکی تھی۔

زندگی اسی کا نام ہے، قدرت کا قانون ہی ایسا ہے جانے والے لوٹ کر نہیں آتے ہم نے ہی ان کے پاس جانا ہوتا ہے۔وہ عدت کے بعد اپنے گھر گئی تو اس کی اماں نے دیکھتے ہی باتیں سنانا شروع کر دیا۔میری بیٹی اجڑ گئی اللہ کرے شاہدہ بی بی کی بھی بیٹیاں اجڑ جائیں سکھ کا سانس نہ لینے دیا میری بیٹی کو۔۔۔۔وہ ہنوز خاموش تھی اسے اب چپ لگ گئی تھی۔اسے اب احساس ہوا تھا کہ اس نے انا میں آ کے کیا کھو دیا ہے؟؟اسے معلوم ہو چکا کہ انا کے خسارے جھیلنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔اس نے اپنا شوہر نہیں کھویا تھا اپنے آپ کو کھو دیا تھا۔حادیہ کی امی شاہدہ بی بی کو کوس رہی تھیں کہ ان کا بیٹا بول پڑا۔بس کر دیں امی ان کا اکلوتا جوان بیٹا مرا ہے۔۔۔سمجھ بھی آ رہی ہے آپ کو اکلوتا بیٹا۔۔۔۔۔اور اگر آپ نے پہلے اپنی بیٹی کو اتنی شے نہ دی

ہوتی کچھ سلیقہ طریقہ سکھاتیں تو شاید، ایسا نہ ہوتا۔ مجھے معلوم ہے اس دن ہوا کیا تھا ۔۔۔اس نے دکھ بھری نظر اپنی بہن پہ ڈالی، اس کا دل کڑھتا تھا اپنی بہن کو اس طرح دیکھ کے لیکن اب جو ہو چکا تھا وہ بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے ساتھ تو ہر روز ایسا ہی ہوتا تھا کب تک برداشت کرتا

بلا آخر ؟ اس نے تاسف سے اپنی بہن اور ماں کو دیکھا اور حمین کو لیکر باہر نکل گیا۔۔۔

دیکھا سب اس کی بیوی کی پڑھائی ہوئی پٹیاں ہیں، زن مرید کہیں کا، اور یہ میسنی میرے بیٹے کو ورگلہ رہی ہے، اس نے کچن میں کھانا بناتی بہو پر وار کیا۔ ٹھیک ہی تو کہا ہے بھائی نے ماں اور بھابھی کیوں پٹیاں پڑھائے گی۔۔۔اماں نہ لڑا کریں پہلے ہی دو بیٹے چھوڑ کے جا چکے ہیں۔ کچھ نہیں رکھا لڑائی میں ۔۔۔۔ بندہ خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور جھوٹی نام نہاد شان و شوکت خسارہ ہے۔ اماں میرے بچے یتیم ہو گئے میں بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی اب مجھے سمجھ آتا ہے میری ساس مجھے بھلے کہتی تھی مگر میں آپ کی باتوں میں آ کر ان کی قدر نہ کر سکی۔۔۔ میں نے فضول چیزوں کے

لئے اپنے شوہر کی قدر نہ کی۔ میں کیسے منہ بھر بھر کے اسے مرنے کی دعائیں دے رہی تھی۔ ہاں اماں میں نے کہا تھا اسے مر جاؤ اور وہ سچ مچ مر گیا۔

اماں ! کیونکہ وہ ہمیشہ میری ہر بات مانتا تھا پھر یہ کیسے نہ مانتا۔۔۔۔ میں اپنی ہی مجرم بن گئی۔ ان لوگوں نے پھر بھی مجھے میرے بچوں کو سینے سے لگایا۔ میں اپنے ہی بچوں کی مجرم بن گئی اپنے اللہ کی مجرم بن گئی۔۔۔۔ پتہ ہے اماں مجھے سکون نہیں ملتا۔ وہ رو رہی تھی لیکن اب اس کا رونا بھی اس کے کام نہیں آنے والا تھا کیونکہ اب وہ شخص نہیں رہا جو اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیتا تھا۔۔۔۔ اماں ! انا کے خسارے بڑے جان لیوا ہوتے ہیں۔۔۔۔

اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر حادیہ کے ابو رو دیے ہمیں معاف کر دو بیٹی۔ ہم نے اپنی بیٹی کی سہی تربیت نہیں کی اسے اچھے برے کی پہچان نہ کرا سکے الٹا تمہیں ورگلاتے رہے۔

ہمیں معاف کر دو میری بچی۔۔۔۔ وہ رو دیئے۔ اسے سمجھ آ گئی تھی مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی خسارہ اس کا مقدر ٹھہرا تھا۔۔۔۔۔

اگر بندہ کفایت شعاری اور شکر گزاری سے کام لے اور صبر کا دامن تھامے رکھے تو کبھی خسارے میں نہیں جا سکتا۔ ہر ماں کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کو سمجھائے اور تربیت اس طرح کرے کہ وہ ہر دور میں مشکلات سے لڑ سکے بے جا ضروریات سے اجتناب کرے تو زندگی بہت بہتر ہو سکتی ہے۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

مریم احمد

محترمہ مریم احمد مستقبل کی مصنفہ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والی ایک عام سے گھر کی لڑکی جس کا خواب اپنے قلم کے ذریعے دنیا کو ان حقیقتوں سے باور کروانا ہے جن کے بارے میں لوگ جانتے تو ہیں لیکن بولنے کی ہمت نہیں رکھتے۔۔

بچپن سے لکھنے کی شوقین تھیں تب صرف وقت گزاری کرنے کے لیے ڈائری میں لکھا کرتی تھیں۔ پھر موبائل فون آگیا اور اپنے الفاظ جب جب یہ سٹیٹس پر لگاتی لوگوں کو بہت زیادہ پسند آنے لگ گئے۔ اور تب سے اپنے الفاظ کو نیا رخ دینے کے بارے میں سوچنے لگ گئیں۔ اور اسی سال 2023 میں موقع بھی مل گیا وقت کم تھا لیکن ہار نہیں مانی۔ ڈرتی تھی کہ کسی ادارے کو ان کے لکھے ہوئے کالم اور کہانیاں پسند آئیں گی کہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ محنت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اپنے والدین کی دعاؤں سے آج اپنے ارد گرد رہنے والے لوگوں اور پورے

خاندان میں سب سے پہلے اخبار میں آنے والی لڑکی ہیں انہیں فخر ہے خود پے۔

"ان کے خیال میں قلم ہی وہ واحد چیز ہے جو قوموں کا مستقبل بدل کر رکھ سکتا ہے"۔اس لیے ایک لکھاری ہونے کی حیثیت سے ان کی یہی کاوش رہے گی کہ اپنے قلم کی طاقت سے اس ملک کا مستقبل بہتر بنا سکیں۔اب تک انہوں نے سیاہ رات اور عید الاضحی کے موقع پر تحریر لکھی ہیں اس کے علاوہ کہانی (ادھوری محبت) گوشہ تخیل کی زینت بنے گی۔

اور آگے بھی انشاءاللہ ان کا قلم جاری رہے گا۔

ادھوری محبت

از قلم: مریم احمد

ہر انسان کی زندگی میں کوئی نے کوئی قصہ ضرور ہوتا ہے کسی انسان کا قصہ مہینوں تک چلتا ہے اور کسی کا سالوں تک لیکن ایک نہ ایک دن وہ قصہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔

جیسے زویا کی زندگی میں

چلنے والا قصہ کب ختم ہو گیا معلوم نہیں ہوا؟؟؟

قصہ تو ختم ہو گیا لیکن اس کے نقش اس کے زخم ہمیشہ کے لیے اس کے دل کو سونا کر گئے۔

ایف۔اے کے امتحان کے بعد وہ رزلٹ کے انتظار میں تھی زیادہ تر وقت گھر میں ہی گزرتا تھا۔ انتہائی خوبصورت نین نقش کی مالک اللہ نے اسے بہت زیادہ خوبصورتی سے نوازا تھا۔اپنے

www.novelsclubb.com

خوبصورت ہاتھوں میں موبائل تھامے فیس بک پر پوسٹ دیکھ رہی تھی کہ اچانک ماتھے پر بل پڑ گئے اور وجہ یہ تھی کہ وہ کسی لڑکے کے ساتھ بحث میں مصروف تھی۔ لڑکوں سے شدید نفرت تھی اور جس لڑکے کے ساتھ بحث کی اسے اچھی خاصی سنا کر اس کے دل کو سکون ملا۔

ادھر زویا پر سکون ہو گئی اسے ڈانٹ کر اور دوسری طرف سیرت نامی لڑکا جس سے زویا کی بحث ہوئی تھی یہ سب اس کے دوست بھی دیکھ رہے تھے۔اور یہ دیکھ کر انہوں نے سیرت کو اکسایا کہ وہ شرط لگائے اور زویا سے دوستی کرے۔ سیرت کی عزت پر بات آگئی اور اس نے شرط قبول کر لی۔ دو تین دن گزر گئے اور پھر سیرت نے زویا کو فرینڈ ریکویسٹ بھیج دی اور اس کے ایک ہفتے بعد زویا نے ریکویسٹ قبول کر لی وہ لڑکوں سے چڑتی ضرور تھی لیکن چالاک نہیں تھی۔اس کے گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ یہ ایک جال ہے اس سے اپنا بدلا لینے کی۔

پہلے تو اسے بہت ہچکچاہٹ ہوئی کیونکہ سیرت اس کی زندگی میں پہلا مرد تھا پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔سیرت نے اسے اپنی باتوں سے اس قدر متاثر کر دیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں کو ایک دوسرے سے پیار ہو گیا اور یہ پیار پہلے محبت پھر عشق اور پھر جنون کی کیفیت اختیار کر گیا۔ سیرت اپنی شرط بھی بھول گیا کیونکہ اسے

زویا سے سچ میں محبت ہو گئی تھی۔اسے زویا کی معصومیت اور بہترین اخلاق سے

تب بھی پیار ہو گیا جب انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں تھا۔اور کچھ وقت بعد جب دونوں نے ایک دوسرے کو تصویر میں دیکھا تو یہ محبت اور زیادہ گہری ہونے لگ گئی۔

دن رات میں بدلنے لگے اور رات صبح میں لیکن دونوں کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوتی تھیں۔دونوں ہی ایک دوسرے سے ہر بات کرتے تھے دکھ سکھ کے ساتھی ۔لڑائی سے محبت تک کا سفر حسین سے حسین تر ہوتا چلا گیا۔

زویا ذمہ دار لڑکی تھی جبکہ سیرت لاپرواہ لڑکا تھا لیکن زویا نے سیرت کو بھی ذمہ دار بنا دیا۔اسے بالکل بدل کر رکھ دیا اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دیا۔پہلی بار جب اسے نوکری ملی جس میں اسے رات کے وقت کام کرنا تھا اور سیرت کہیں سو نہ جائے زویا پوری رات سیرت کے ساتھ جاگتی رہتی ساتھ نہیں رہتے ہوئے بھی اس بات کا احساس دلاتی کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔صبح کو جب سیرت گھر آتا تب تھوڑی دیر کے لیے زویا سو جاتی اور جب تک وہ ادھر نوکری کرتا رہا یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا زویا اس کی ہمت تھی اس کا غرور تھا جسے زویا نے ہمیشہ قائم رکھا۔

زویا کو پڑھائی کا اور آگے بڑھنے کا شوق تھا کیونکہ اس نے اپنے کچھ مقاصد بنا رکھے تھے اور سیرت کو اتنی ہی پڑھائی سے نفرت تھی۔ دن گزر گئے اور رزلٹ بھی آگیا۔ کسی نہ کسی طرح زویا نے سیرت کو منا کر کالج میں داخلہ لے لیا وہ کہتے ہیں نا کہ:

"محبت آپ کو اونچائی پر بھی لے جاتی ہے اور زمین میں بھی دھنسا دیتی ہے"

اور یہ محبت دیکھنے میں تو اونچائی تک جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن اصل میں زویا کے لیے اس کے مستقبل کے

لیے خطرناک تھی۔

"زویا کو اگر محبت مل جاتی تو مستقبل کا اتنا دکھ نہ

ہوتا شاید لیکن اس کو نا محبت ملی نا مستقبل رہا"

زندگی کے وہ سال اس کے برباد کر دیئے جب وہ اونچائی پر جا سکتی تھی۔ لیکن کامیابی کے بیچ میں محبت آگئی اور اس نے

ہمیشہ محبت کو چنا کیونکہ سیرت اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا جسے وہ کھونا نہیں چاہتی

تھی۔

وقت گزرااور دونوں کو ساتھ رہتے ہوئے سات سال گزر گئے ۔ بہت ساری یادیں اکھٹاہو گئی آدھی زندگی دونوں نے ساتھ گزار دی۔

زویاایک کونے میں اور سیرت دوسرے کونے میں مگر پھر بھی دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مخلصی سے سات سال گزارے اور اسی بات کا سیرت کو غرور تھااور زویاپر فخر۔زویاسیرت

کے بنا سانس تک نہیں لیتی تھی تھی۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ سیرت جو کہتا وہ ہمیشہ ایساہی کرتی تھی۔

اچھے نمبروں سے گریجویٹ ہونے کے بعد اب ارادہ ماسٹرز کا تھاجو کہ کامیاب نا ہواتو شادی کرنے اور رشتہ آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔

سیرت نے گھر والوں کو منایااور زویاکا رشتہ بھیج دیا۔

"رشتہ لانے سے محبتیں کہاں مل جاتی ہیں؟؟؟اور جن کو ان کی محبت مل جاتی ہے وہ خوش نصیب ہوتے ہیں"

وہ لوگ رشتہ تو لے آئے لیکن زویا کے والد کو پسند کی شادی منظور نہیں تھی۔

انہوں نے رشتے سے انکار کر دیا دونوں نے بہت کوشش کی کہ: "زویا کے والدمان جائیں یہاں تک کہ سیرت نے زویا کے والد کے پاؤں تک پکڑ لیے لیکن زویا کے والد ٹس سے مس نہیں ہوئے۔"

اس سلسلے میں انہوں نے ایک اور سال گزار دیا۔

خوشیاں اداسی میں اور محبت اب لڑائی جھگڑے اور نفرت میں تبدیل ہونے لگ گئی اور پھر سات سال کی محبت کمزور ہونے لگ گئی اور ان سب کے قصوروار صرف اور صرف زویا کے گھر والے تھے۔ سیرت نے زویا کو گھر سے بھاگ جانے کا بھی مشورہ دیا اور یقین دلایا کہ بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن زویا میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنے والد کی عزت کو نیلام کر کے بھاگ جائے۔ اس کے منع کرنے پر ان کی پھر سے لڑائی ہو گئی اور دونوں کا

رشتہ کھوکھلا ہو گیا کیونکہ جب انسان کسی کو پانے کی چاہت کے باوجود اسے پھر حاصل نہ ہو تو وقت کے ساتھ ساتھ وہ رشتہ وہ چاہت کھوکلی ہو جایا کرتی ہے۔

"لوگ زندگی سے تو کسی کو نکال سکتے ہیں
لیکن دل سے نہیں"

زندگی کے خوبصورت ترین سات سال گزارنے کے بعد اور پھر ٹوٹ کر بکھرنے کے بعد اب وہ سب کچھ اپنا اپنے گھر والوں کے سپرد کر چکی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو چھوڑنے کے بعد کوئی
خبر نہیں لی۔ ٹوٹے دل اور اپنی قسمت کے آگے ہار مانتے ہوئے چپ چاپ برداشت کرتے ہوئے گھر والوں کی مرضی سے اس انسان سے رشتے کے لیے ہاں کر دی جسے وہ جانتی ہی نہیں تھی۔

اسے پسند بھی نہیں تھا۔ پھر بھی خاموش رہی کیونکہ دل تو کب کا مر چکا تھا۔ اب صرف جسم باقی تھا۔ شاید انکا جدا ہونا ضروری تھا یا پھر ایک خوبصورت خواب جس کو حقیقت بنانے کے لیے
اپنا سب کچھ لوٹا دیا لیکن وہ خواب دونوں کی زندگی میں سیاہ رات بن کر ٹوٹا اور بکھیر کر رکھ دیا۔ اب وہ اپنے خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آئی تھی۔ بعض حادثات آپ کو

پتھر بنا دیتے ہیں اس حادثے کے بعد اس کے دل میں کسی چیز کی کوئی چاہت باقی نا رہی اور اسی سوچ کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا کہ :

"آدھی زندگی تو گزار دی ہے تھوڑی ہی رہتی ہے بس وہ بھی گزر جائے گی اور پھر آخری ٹھکانا قبر ہو گا جہاں اس کے دل کے ساتھ ساتھ جسم بھی دفن ہو جائے گا۔ اور کوئی دکھ کوئی تکلیف کوئی غم باقی نہیں رہے گا"

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

"کاشفہ"

زندگی کی پہلی سانس اور آنکھوں میں پہلی روشنی کی چبھن کے بعد محترمہ کو "کاشفہ" نام ملا۔ نام کے مطلب سے انہیں شعور کی عمر کو پہنچنے تک اپنے مقصد کا اندازہ ہو گیا تھا اور جان لیا کے خدا نے

انہیں کس قسم کے پیغام کے ارسال کے لئے بھیجا ہے۔ تو انہوں نے ارسال کے لیے اپنے قلم کا سہارا لیا۔ اب مقصد کی پہچان کے بعد اگلا مرحلہ تھا پیغام کی نوعیت جس کی ترسیل ان کے ذمے لگائی گئی۔

قدرت کی دی ہوئی خداداد صلاحتوں میں سے ان کے حصے میں " شاعری اور تحریریں " تھیں جن کا ان کے قلم کو سربلند کرنے میں سب سے اہم کردار ہے۔ بقول ان کے " ہوش سنبھالنے سے اب تک ان کی پوری زندگی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی حقیقت کا اندازہ اس کے ظاہری پہلوؤں سے کیا ہو ہمیشہ سچ میں سے جھوٹ اور جھوٹ میں سے سچ ڈھونڈنا چاہا ہے اور وہ ہمیشہ مل جاتا ہے وہ جو بھی ڈھونڈتی ہیں۔ یہ شاعری کسی سے متاثر ہو کر نہیں لکھی اس کے پیچھے وہی وجہ ہے جو زیادہ تر شاعر حضرات کے پیچھے ہوتی ہے۔ محبت، بے شک ابھی یہ خود کو کوئی بہت اچھی لکھاری نہیں تصور کرتی مگر انہیں یقین ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک وقت ایسا آئے گا جب انہیں اپنے آپ پہ فخر ہو گا

مولا اپنا کرم کرے

کلام زریون کی طرح وہ بھا گیا ہے

خدا جس کو میرے دل میں بٹھا گیا ہے

وہ نام نکلتا ہے میں جس کو بھی پکاروں

اس کا نام تو مری زباں پہ آ گیا ہے

میں جھوٹ کہتا ہوں میرا محبوب نہیں کوئی

لوگ سچ کہتے ہیں اس کو چھپا گیا ہے

شب وصل مجھ کو دے کے وہ اک حسیں سا بوسہ

میری کل محبتوں کا حساب چکا گیا ہے

www.novelsclubb.com

اپنے ہی مصرعوں سے محبت ہو گئی مجھے
جب اس نے کہا کہ کاشی تو چھا گیا ہے

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

اس نے زیست کو کیا بے حال ہے یار

یہ جو تیرا حسن و جمال ہے یار

صدر گ جاں کو لپیٹوں تیری خواہش کی خاطر

تیرے آگے بولوں میری مجال ہے یار

ترستے ہیں کئی لوگ میرے لمس کی خاطر

اور میرا تیرے بن جینا محال ہے یار

پاس والے پھر درد سے کانپ اٹھتے ہیں

ایسا روتا ہوں جب آتا تیرا خیال ہے یار

حسن و ذہانت میں سب دوستوں سے آگے تھا

یہ تو محبت نے کیا، مجھے نڈھال ہے یار

اور اک احساسِ کمتری کو چھوڑ کے کاشی

تو آدمی کتنا کمال ہے یار۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

ہم ایک ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں پر ہمیں حجاب کا درس تو دیا جاتا ہے مگر پسند سب کو بغیر دوپٹے والی ہوتی ہیں۔ جہاں پر برقعہ پہننے والی کو دیہاتی اور میک اپ والی کو گلاب کہا جاتا ہے۔ یہاں باتیں تو سیرت کی کی جاتی ہیں مگر ہمیں اچھی وہی منہ پھٹ، گوری حسین لڑکیاں لگتی ہیں۔ انصاف کی باتیں تو ہر کوئی کرتا ہے مگر ایک استاد تک لائق اور نالائق بچے کے ساتھ ایک جیسا پیش نہیں آتا۔

ہم دور کیوں جائیں ہم تو کبھی اس کزن جس کے باپ کی جائیداد زیادہ ہو اور وہ جو غریب باپ کی بیٹی ہو میں توازن برقرار نہیں رکھ سکتے۔ ہم دل رکھنے والے دوست کو میسنا اور منہ پہ طعنے مارنے والے کو سٹریٹ فارورڈ کہتے ہیں۔ بدقسمتی سے

www.novelsclubb.com

ہمارے پاس لوگوں کی زندگیوں میں جھانکنے کے علاوہ کوئی کام نہیں۔اگر ہمیں لگتا ہے کہ مولا کریم نے ہمیں یہاں یہ سب کرنے کے لیے بھیجا ہے تو ہمیں مر جانا چاہیئے۔

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

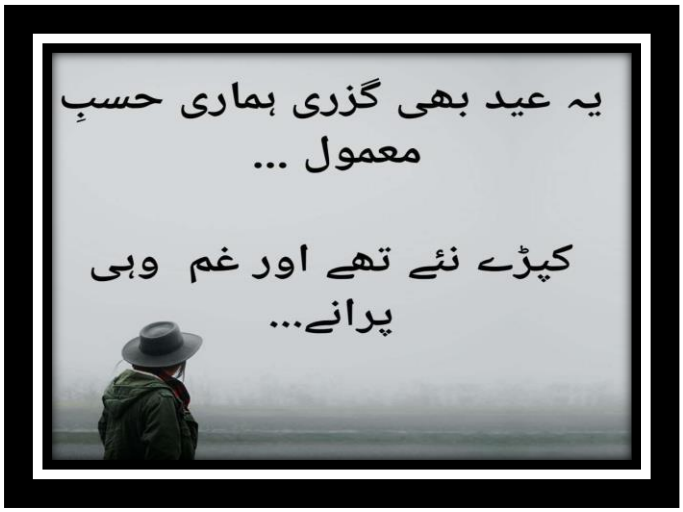

مجھے آج بھی یاد ہے پچھلے برس کی عید جب تم نے مجھے گلے لگا کے عید مبارک کہا۔ جب تم نے اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں پہنائی تھیں۔ جب میری پیشانی پر تمہارا محبت بھرا لمس تھا۔

www.novelsclubb.com

جب تم نے کہا تھا کے "جانم کیسے لوگ اپنے پیاروں کے بغیر عید مناتے ہیں؟؟؟ تم نے کہا تھا کے جان جس عید پہ تم میرے ساتھ نہ ہوئی اس عید کو میں عید کیسے مانوں گا "کیوں کہ تم، تمہارا وجود، تمہاری ہنسی، تمہاری آنکھیں، تمہاری باتیں سب محبت ہیں۔۔۔ "تم "میرے وجود کا وہ حصہ ہو جس کے جدا ہونے سے

سانسوں کی روانی میں مسئلہ بنتا ہے" تو جس عید پہ مجھے اپنے لباس سے تمہارے وجود کی مہک محسوس نہ ہوئی میں سمجھ لوں گا کہ میرا زندگی سے رابطہ کم ہو گیا ہے۔

اور پھر میں نے ان سب باتوں کو سچ مان لیا تھا۔۔

مجھے وحشت ہوتی ہے ان رشتوں سے "جو میری پہچان چھپا دیں، ان دوستوں سے جن کے توسط سے لوگ مجھے جانتے ہیں، ان رازداروں سے جو کسی کے سامنے میرا مان نا رکھ سکیں۔" ان یاروں سے جو مجھے اپنے آپ سے کمتر سمجھتے ہیں۔ ان منافقوں سے جو اپنے مطلب کے لیے مجھے یاد کرتے ہیں اور زمانے کے ان معززین سے جو معزز تو کہلاتے ہیں مگر انہیں آج تک کسی کا دل رکھنا نہیں آیا۔ جو صرف ان لوگوں کو انسان سمجھتے ہیں جو ان کے بنائے گئے پیمانے پر پورا اترتے ہیں مجھے نفرت ہے ان تمام لوگوں سے جو کسی انسان کو انسان ہونے کا حق نہیں دیتے۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★★★★★★★★★

ایک دفعہ میرا محبوب کہنے لگا کہ کاشفہ تم نے کبھی مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا؟؟
تم نے کبھی میری کسی چاہنے والی سے حسد نہیں کیا۔ تم ہمیشہ میرے چاہنے والوں کی تعریف کرتی ہو، کاشفہ کیا تمہیں مجھ سے واقعی محبت ہے؟؟
میں ! مسکرائی اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا ان کا بوسہ لیا اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اور اس کی دلکش آنکھوں میں ڈوب کر کہا کہ "روح من محبت بتائی یا سمجھائی

نہیں جاتی محسوس کی جاتی ہے۔۔۔اور آپ میری زندگی نہیں مجھے زندگی سے پیارے ہیں آپ کے ساتھ جڑا ہر شخص مجھے پیارا ہے، ہر وہ چیز جسے آپ نے چھوا ہو میرے لیے خاص ہے، آپ کی ایک مسکراہٹ میری تمام خوشیوں کی وجہ ہے، آپ کی ایک بات میرے کانوں کے سکون کے لیے کافی ہے، آپ وہ شخص ہیں جس کے ہوتے ہوئے میرے لیے یہ دنیا، اس کے باسی اور اس کی تمام نعمتیں بے معنی ہیں۔۔"

ابھی میں کچھ اور کہنے ہی والی تھی کی میرے محبوب نے مجھے روکا اپنے گلے سے لگایا اور اتنی زبانوں میں اظہار

محبت کیا کہ پہلی دفعہ مجھے اپنا آپ معتبر لگا

(کاشفہ نور)

****

سعدیہ یوسف سعدی

مصنفہ سعدیہ یوسف سعدی فیصل آباد کی تحصیل سمندری سے تعلق رکھنے والی ایک ایسی لڑکی ہیں جو زندگی کی رنگینیوں کے ساتھ ساتھ بہت سی تلخیوں کو بھی سہہ چکی ہیں اور انہی تلخیوں نے شاید انہیں قلم سے روشناس کرایا۔ لوگوں کی دی ہوئی تکالیف کو تنہائی میں ڈائری پر لکھتی تھیں تو جیسے دل و دماغ میں کچھ دیر قبل چلنے والے طوفان کو تھمتے ہوئے محسوس کرتی تھیں۔ان کے بابا("یوسف علی مرحوم "اللہ ان کے درجات بلند کرے... آمین) کی وفات کے بعد لکھنا تو جیسے ان کے لیے ایک تھراپی بن گیا۔۔۔انہیں لکھنے کا شوق تب ہوا جب کسی بہت اپنے نے ان کے اس فن کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ اس وقت بی ایس باٹنی کی طلبہ ہیں۔اب تک افسانہ نگاری، کالم نگاری اور مضمون نویسی پر کئی مرتبہ طبع آزمائی کر چکی ہوں۔" گوشہ

تخیل "ان کی تیسری انتھالوجی ہے۔ مستقبل میں میں خود کو ایک بہترین لکھاری کی صورت دیکھنا چاہتی ہیں۔

تمہاری اسیر تمہاری امانت

زندگی کی ڈگر اپنے معمول پر رواں دواں تھی۔ کائنات کا نظام اپنے مقررہ وقت پر

چل رہا تھا لیکن مرالہ گاؤں کے ایک کچے مکان میں ایک ایسا وجود تھا جس کی زندگی رک سی گئی تھی۔ جو زندگی کی رعنائیوں کو بھول کر الگ ہی روگ پالے ہوئے تھا ۔۔۔۔وہ وجود کوئی اور نہیں "انورہ" کا

تھا۔انورہ کی ماں گاؤں کی حویلی میں ملازموں کی سرپرست تھی۔انورہ بھی بچپن سے ہی اپنی اماں کے ساتھ حویلی جاتی تھی۔ حویلی کے مکین اسے شفقت سے پیش آتے تھے۔اسے بھی حویلی کے مکینوں سے بچپن سے ہی بہت پیار تھا۔

لیکن آج وہ نٹھ کٹھ سی نازک لڑکی میں جیسے زندگی کی کوئی رمق باقی ہی نہ رہی تھی۔ وہ تو جیسے زندہ لاش بن گئی۔رنگوں کی شوقین لڑکی کی زندگی میں تو جیسے صرف اب دو ہی رنگ رہ گئے تھے۔سفید اور سیاہ ہی اب اسکی زندگی تھی۔

www.novelsclubb.com

✷✷✷✷✷

آج پورے آٹھ سال بعد بھی اس کے دل کی حالت ایسی ہی تھی جیسی آٹھ سال پہلے ایک شام پہلی دفعہ وہ ٹوٹ کے بکھری تھی۔آج بھی وہ ویسے ہی بکھری ہوئی تھی کوئی اسے سمیٹنے نہیں آیا تھا اور جس ستم گر کا اسے انتظار تھا وہ تو شاید اس کے

دل میں محبت کی کونپل کو تحریک دینے کے بعد اسی کونپل کو اپنے ہی ہاتھوں مسل کر بھول گیا تھا۔ہاں محبت کی کونپل۔۔۔۔۔

آٹھ سال قبل۔۔۔!

اٹھارہ سالہ "انورہ" معمول کے مطابق حویلی میں منڈلاتی پھر رہی تھی کہ اچانک کسی کے ساتھ اس کا زوردار تصادم ہوا۔

وہ گرنے ہی لگی تھی کہ وہاں موجود وجود نے اسے کمر سے تھام کر گرنے سے بچالیا

۔

وہ جو آنکھیں بند کیے خود کو گرتے محسوس کر رہی تھی کے کسی کے لمس سے تڑپ کر آنکھیں کھول بیٹھی ۔اور یہی وہ لمحہ تھا جب انورہ کے دل پر مخالف صنف نے دستک دی اور وہ سامنے والے کے سحر میں کھو گئی۔۔۔۔

سامنے والا۔۔۔۔ہاں وہ دائم شاہ۔۔۔۔۔۔

دائم شاہ آج حویلی اپنی پھوپھی بیگم سے ملنے آیا تھا کہ راستے میں اس کی ٹکر انورہ

www.novelsclubb.com

سے ہو گئی اور اسی ٹکر میں وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنا دل دے بیٹھے۔۔۔۔۔

دائم شاہ کی نظروں کا مفہوم انورہ سمجھ چکی تھی اور اسکے ہر انداز میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھ کر وہ جیسے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ رہی تھی لیکن قسمت اس کو اس وقت دیکھ کر یاسیت سے مسکرائی تھی۔۔۔اسے کیا پتہ تھا کہ وہ جس راستے کی راہی بن رہی ہے اس میں صرف کانٹے ہیں۔ایسے کانٹے جو دامن کو تار تار کر دیتے ہیں۔ لیکن بہت جلد اسے وقت یہ بتانے والا تھا۔

✷✷✷✷✷

دائم کو گاؤں آئے ایک ماہ ہونے والا تھا۔دونوں ایک ہی راہ کے راہی بن چکے تھے ۔انورہ دائم شاہ کی محبت میں پور پور ڈوب چکی تھی۔آج شام وہ دائم شاہ سے ملنے حویلی کے پیچھے موجود آبشار کے پاس آئی تھی۔دائم شاہ اسے دیکھ کر تو جیسے کھو سا گیا تھا۔ وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی سیاہ شلوار قمیض پہنے ،لمبے سیاہ بالوں کی چٹیا بنائے ہوئے، سلیقے سے سر پر دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔آنکھوں میں کاجل لگائے ،کھڑے تیکھے نقوش پر معصومیت لیے ، سرمئی آنکھوں میں محبت کے دیپ

چلائے وہ دائم شاہ کے دل کی دنیا ہلا چکی تھی۔دائم اسکے چہرے پر دو آوارہ جھولتی ہوئی لٹوں کو اسکے کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ایک سرگوشی کر گیا تھا۔جو انورہ کے دل کی دھڑکن تیز کر گئی۔محبت میں محبوب پیارا ہی بہت لگتا۔۔۔لیکن انورہ کو وہ آج انتظار کی زنجیر میں باندھ کر واپس اسلام آباد جا چکا تھا۔جاتے ہوئے وہ اسے کئی وعدوں اور امیدوں کی ڈور تھما گیا تھا۔

✷✷✷✷✷

اسکے جانے کے تین ماہ بعد حویلی میں اسکی شادی کی خبر آئی تھی جو انورہ کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر چکی تھی۔دائم شاہ نے فرانس میں ہی شادی کر لی تھی۔اس شام کے بعد انورہ کبھی حویلی نہیں گئی تھی۔اس کے لیے کتنے رشتے آئے لیکن وہ تو اپنے آپ کو دائم شاہ کی امانت سمجھتی تھی۔اسکی اماں اسے اس کے حال پر چھوڑ چکی تھی۔ اب اسے رنگ نہیں پسند تھے نہ ہی وہ تتلیوں کی دیوانی تھی کیونکہ اسکا دل مر چکا تھا اور جب دل مر جائے تو زندگی سیاہ ہو جاتی ہے۔لیکن وہ آج بھی اس دشمن جاں کے انتظار میں تھی اب پتہ نہیں قسمت کب تک اسے انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھتی۔

www.novelsclubb.com

لیکن وہ اب ہمیشہ اس کی امانت بن کے رہنے والی تھی۔کیونکہ اسکا دل دائم شاہ کا اسیر ہو چکا تھا

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

عنوان: مرہم محبت

www.novelsclubb.com

جون کا حبس زدہ دن ،کڑکتی دھوپ میں وہ سیاہ عبایا پہنے ،اپنے چاند جیسے چہرے کو نقاب میں چھپائے وہ پیدل بس سٹاپ تک جا رہی تھی ۔ وہ پاس کے ہی ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچر تھی۔گھر کی جانب جاتے ہوئے آج پھر اس کی نظر سیاہ مرسڈیز پر پڑی جو اس کے سٹاپ کے سامنے کھڑی تھی۔آج پھر اسے دیکھ کے اس کے اندر غصے اور ناگواری کی ایک لہر دوڑی تھی۔

"الہام" ایک مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔وہ اپنے بہن، بھائیوں سے بڑی تھی۔اسکا باپ سرکاری محکمے میں ملازم تھا۔اسکی فیملی میں اسکا چھوٹا بھائی " آیان "اور سب سے چھوٹی بہن عنایا تھی۔گھر میں فارغ رہنے کی بجائے اس نے پاس کے سکول میں ٹیچر کی جاب شروع کر لی۔کچھ دنوں سے اسے روزانہ صبح سکول جاتے ہوئے اور واپسی پر اپنے پیچھے سیاہ مرسڈیز نظر آتی تھی۔پہلے پہل تو اس نے نظر انداز کر دیا لیکن اب اس معمول کو دیکھ کر اسے غصہ آتا تھا۔

دوسری طرف "احرام عالم" کی راتوں کی نیند اور دن کا چین "الہام" کی ہرنی جیسی گہری آنکھوں کو دیکھنے کے بعد اڑن چھو ہو گیا۔

"احرام عالم" ملک کی مشہور ترین شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت تھی۔ وہ ایک جاناماناابزنس مین تھا۔

اسکی فیملی میں صرف اسکی "دادی ماں"

تھیں۔ سات سال پہلے "احرام" کی ماں اور باپ لندن سے وآپسی پر ایک جہاز کریش میں اس دار فانی سے چل بسے۔

اپنی ماں اور باپ کی موت کے بعد "احرام" کا سب کچھ صرف اسکی "دادی ماں" تھیں۔ زمانے کے سرد و گرم کے بعد وہ ایک سنجیدہ شخصیت کا مالک بن چکا تھا ۔اسکی ذات میں ٹھہراؤ سا تھا اس ذات میں ایک ایسی کشش تھی جو ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ وہ ایک ساحر تھا ہر کوئی اس کے سحر میں جیسے کھو سا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ ساحر کسی اور کے سحر میں جکڑا گیا تھا۔

آہ قسمت کی ستم ظریفی۔۔۔

★★★★★

ایک ماہ پہلے۔۔۔۔۔۔

اوائل مئی کے دن تھے۔"احرام" کی گاڑی صبح آفس جاتے راستے میں اچانک سے خراب ہو گئی۔۔۔اس کی کافی کوشش کے باوجود بھی گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی۔۔۔اس نے ڈرائیور کو کال کر کے دوسری گاڑی لانے کو کہا۔۔۔

اسی انتظار میں چہرے پر انتہائی بے زاری لیے، بلیک تھری پیس سوٹ پہنے، بالوں کو جیل سے سیٹ کئے، ہیزل براؤن آنکھوں پر سیاہ گاگلز لگائے وہ گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

اچانک اس کی نظر سامنے بس کے انتظار میں کھڑی، سیاہ عبایا پہنے، سلیقے سے حجاب کیے، گہری سیاہ آنکھوں میں کاجل کی لائن لگائے، بے تابی سے بس کا انتظار کرتی "الہام" پر پڑی تھی۔

www.novelsclubb.com

اسے اس لڑکی سے عجیب سی کشش محسوس ہوئی وہ غیر ارادی طور پر ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔۔۔

الہام کو کسی کی نظروں کی تپش اپنے آپ پر محسوس ہوئی اس سے پہلے کے وہ دیکھتی اس کی بس آ گئی اور وہ سوار ہو کر سکول کی جانب چل پڑی۔

پیچھے مبہوت کھڑے "احرام" کو دیکھ کر قسمت مسکرائی تھی۔۔۔۔۔۔

★★★★★

حال۔۔۔!

الہام بیٹی۔۔۔۔!

الہام کے والد "عارف صاحب" نے الہام کے کمرے کے دروازے پر کھڑے اسے پکارا۔

بابا! آپ۔۔۔۔ کھڑے کیوں ہیں؟؟؟ آجائیں۔۔۔۔ اگر کوئی کام تھا آپ مجھے بلا لیتے۔۔۔۔

الہام باپ کو دروازے پر کھڑے دیکھ کر جلدی سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔

www.novelsclubb.com

بیٹا۔۔۔۔! مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے آپ کی والدہ اگر آج حیات ہوتیں تو وہ آپ سے یہ بات کرتیں۔۔۔

الہام ماں کے ذکر پر افسردہ ہوئی اسکی مامادو سال قبل فالج کے اٹیک کے باعث اس دار فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔

بیٹا اداس نہیں ہوتے۔۔۔۔

جی بابا۔۔۔آپ بولیں آپ کو کیا بات کرنی تھی؟؟؟

بیٹا میرے دوست اشرف نے اپنے بیٹے حسن کے لیے تمہارا ہاتھ مانگا ہے۔۔۔

لیکن بابا! مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔۔

بیٹا۔۔! اشرف میرا بچپن کا دوست ہے اور پھر حسن بھی ماشاءاللہ سے پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا بچہ ہے۔مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن بیٹا میں پھر بھی تمہاری رضامندی چاہتا ہوں۔

بابا! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ جیسا مناسب سمجھیں۔

ماشاءاللہ میری پیاری بچی۔۔۔! اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے اور تمہیں خوشیاں دیں۔

(آمین)

★★★★★

دوسری طرف احرام نے اپنی دادی ماں کو الہام کے بارے میں سب بتا دیا تھا اور

آج رشتہ لینے بھیجا۔

الہام نے ایک بوڑھی صوبرسی عورت کو دروازے پر کھڑے دیکھا تو عزت اور احترام سے اندر آنے کا بولا

آیئے۔۔۔۔ادھر بیٹھے آپ، میں آپ کے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔

الہام ان کو لاونج میں بیٹھا کر کیچن کی جانب بڑھی۔

پیچھے دادی ماں نے الہام کے ایک انجان عورت کے ساتھ حسن اخلاق دیکھ کر دل ہی دل میں اپنے پوتے کی پسند کو سراہا تھا۔انہیں بھی یہ چاند سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں الہام ریفریشمنٹ کا سامان لیے ان کے پاس آگئی۔

شکریہ بیٹی۔۔۔۔!

مجھے آپ کے والدین سے ملنا تھا۔۔۔

میری والدہ نہیں ہیں ۔۔۔اور والد صاحب اپنے کمرے میں ہیں میں ان کو بلاتی ہوں۔

الہام نے بتایا۔۔

آپ کی والدہ کا مجھے بہت افسوس ہوا۔۔۔دادی ماں افسردگی سے بولیں۔۔

تھوڑی ہی دیر بعد عارف صاحب وہاں آ گئے۔اور دادی ماں نے ان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا۔۔۔

جبکہ عارف صاحب نے الہام کے لئے آئے اپنے دوست کے بیٹے کے رشتے کے بارے میں بتایا اور معذرت کی۔دادی ماں سن کر افسردہ سی ہو گئی اور شکریہ کے ساتھ واپسی کی اجازت لی۔

✷✷✷✷✷

دو سال بعد۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

احرام کو الہام کے رشتے طے ہو جانے کی خبر ملنے کے بعد سے وہ لندن چلا گیا۔وہ اس نازک اور باپردہ لڑکی کی عزت کی خاطر ٹوٹا دل لیے چپ سادھے لندن جا چکا تھا۔

ان دو سالوں میں الہام کی شادی حسن سے ہو چکی تھی۔اور ان دو سالوں وہ بہت سی

آزمائشوں اور کھٹن امتحانات کے بعد بھی طلاق کا دھبہ لیے وہ واپس میکے آ بیٹھی تھی

۔

حسن اپنی ایک کلاس فیلو سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن باپ کی ضد کی وجہ سے مجبوراً الہام سے شادی کی تھی۔ اس نے کبھی الہام کو قبول ہی نہیں کیا آخر اسے طلاق دے کر وہ پسند کی شادی کر چکا تھا۔

آہ۔۔۔۔۔۔یہ قسمت کے کھیل۔۔۔۔۔۔

★★★★★

الہام نے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا۔ اسے اپنے رب کی رضا سمجھ کر قبول کر لیا۔ اب تو اسے بہتر قسمت کی بھی خواہش نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

اور جب انسان اللہ کی رضا میں راضی ہو جائے پھر اللہ پاک اس انسان کو بہترین سے نوازتا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ۔۔۔۔الہام کو اس کے صبر کا کیا پھل ملتا ہے۔

ایک بات تو طے ہے۔۔۔قسمت کے فیصلے اٹل ہیں۔۔۔۔۔

★★★★★

احرام "دادی ماں" کی طبیعت ناسازی کی وجہ سے واپس آگیا اور اسے الہام کی طلاق کا بھی پتہ چل چکا تھا۔۔۔ جسکی وجہ سے وہ اس لڑکی پر قسمت کی ستم ظریفی دیکھ کر افسردہ ہوا۔

✷✷✷✷✷

آج دادی ماں ایک دفعہ پھر اپنے پوتے کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے الہام کے والد کے پاس حاضر ہوئیں تھیں۔اور اس دفعہ عارف صاحب نے ان کو مایوس نہیں کیا تھا۔

✷✷✷✷✷

الہام اپنے آپ کو ایک دفعہ پھر قسمت کے دھارے پر چھوڑ چکی تھی۔

آج وہ سرخ اور گولڈن کلر کے امتزاج سے بنے نفیس لہنگے میں ملبوس تھی۔ سیاہ آنکھوں پر پلکوں کی جھالر گرائے ، ہر طرح کے تاثرات سے پاک چہرہ لیے ، گولڈن ہی جیولری اور نفاست سے کیے میک اپ میں وہ کوئی اپسرہ ہی لگ رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ "الہام عارف" سے "الہام احرام عالم" بن چکی تھی۔

دوسری طرف "احرام عالم" وائٹ شلوار قمیض کے اوپر گولڈن پرنس کوٹ پہنے ،بالوں کو جیل سے سیٹ کیے،ہیزل براؤن آنکھوں میں انوکھی چمک لیے ،اپنی تمام تر وجاہت لیے سٹیج پر براجمان تھا۔

آج دو روحوں کے ملاپ پر جیسے کائنات کی ہر شے خوش تھی۔

★★★★★

ایک سال بعد۔۔۔۔۔

اس ایک سال میں الہام کو اللہ نے ایک چاند جیسی بیٹی سے بھی نوازا تھا۔احرام کی محبت اور ساتھ تو جیسے الہام کو اللہ کا اس کے لیے خصوصی انعام لگتا تھا۔وہ قسمت کے فیصلوں پر آج بھی شروع دن کی طرح مطمئن تھی۔احرام کی محبت نے الہام کے ماضی کے ہر زخم پر مرہم کا کام کیا تھا۔

بے شک وہ رب اپنے بندوں کو ان کے صبر کے بہترین پھل سے نوازتا ہے۔

★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

عائشہ جمیل

محترمہ کا کا نام عائشہ جمیل ہے۔ آپ لاہور میں رہتی ہیں۔ آپ کی عمر 19 سال ہے۔ شعبے کے لحاظ سے استاد ہیں۔ ان کی دنیاوی تعلیم صحافت، سوشل ورک، اور اردو ادب میں بی-اے ہے۔ اور دینی تعلیم کے لحاظ سے قرآن کا ترجمہ و تفسیر کر رہی ہیں۔ آپ نے بہت سارے کورسز کئے ہیں۔ جن میں سے گرافک ڈیزائننگ، خطاطی، مصنف بننے کا کورس، آرٹ اینڈ کرافٹ، کوئلنگ آرٹ، کوکنگ، کوفی خطاطی، خط نسخ اور ایم ایس ورڈ چند کورس ہیں۔ اردو ادب میں ان کی پہلی تحریر ستمبر 2022 میں شائع ہوئی جس کے بعد انہوں نے بہت سے میگزینز اور اخبارات میں لکھنا شروع کیا۔ ان کا لکھاری بننے کا مقصد معاشرے میں دین کو عروج دینا ہے۔ حلقہ اردو پسند سیالکوٹ کے تحت اقوال/سرٹیفیکیٹ کی زیر نگران ہیں۔ کچھ انتھالوجی کتابوں میں لکھ رہی ہیں۔ اپنی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتی ہیں ان شاءاللہ۔

نور مصحف (شاید کہ اتر جائے آپ کے دل میں ہماری بات)

مصنفہ عائشہ جمیل (منڈیانوالہ لاہور)

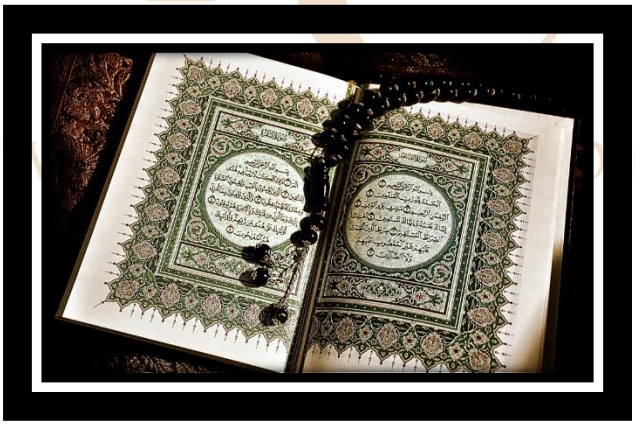

دنیا بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ جہاں دیکھیں خراب حالات چل رہے

ہیں۔ کوئی حکمران سے پریشان ہے تو کوئی گھر سے۔ تقریباً آدھے سے زیادہ مسلمان ڈپریشن کا شکار ہے۔ کوئی سوشل میڈیا میں اتنا کھو گیا ہے کہ اسے سوشل میڈیا کے علاوہ کسی چیز کی خبر ہی نہیں۔ تو کوئی اپنے غم مٹانے کے لئے نشے میں دھت پڑا رہتا ہے۔ گویا ہر انسان کسی نہ کسی برائی میں ملوث ہے اور اسکو خبر ہی نہیں اور ہر انسان کسی نہ کسی غم کا شکار ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان مسائل کا حل ڈھونڈنے کی بجائے اس میں مزید ملوث ہوتے جاتے ہیں۔

"نور مصحف "یعنی روشن کتاب یعنی قرآن مجید۔ ان سب مسائل کا قرآن سے کیا تعلق ہے؟؟ دیکھا جائے تو تعلق تو بہت گہرا ہے۔ میری استانی مجھے کہا کرتی تھیں کہ عائشہ قرآن میں ہمارے ہر مسئلے کا حل ہے تم جب بھی کسی مسئلہ میں ہو گی قرآن کو کھولنا اس پیج پر تمہارا مسئلہ کا حل ہو گا اور میں جب پریشان ہوتی تھی قرآن کو کھولتی جو بھی صفحہ نکلتا اس پر کسی پیغمبر کا واقع ہوتا اور میں مایوس ہو کے بند کر دیتی اس میں میرے مسئلہ کا حل کہاں سے ہو گا؟؟ اور اتنا اتفاق نہیں ہوتا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب اس مقام پر پہنچی ہوں کہ استانی کی بات سمجھ آگئی ہے۔ قرآن

ہر دور میں ہر طرح کے لوگوں کے لیے ہے۔آپ جو کوئی بھی ہیں جہاں کہیں بھی ہیں۔آپ کے پاس جتنی مرضی شہرت ہے آپ نے دنیا بھر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی لیکن قرآن پر تدبر نہیں کر سکے قرآن کی تعلیم کی ڈگری نہیں لے سکے تو آپکی ساری ڈگریاں ساری شہرت بیکار ہے۔ ہمارے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ہم بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھا دیتے ہیں قرآن حفظ کروا دیتے ہیں لیکن جب ان سے ترجمہ پوچھیں تو ان اکو آتا ہی نہیں ہے۔ کیا اتنا کافی ہے کہ ہم قرآن کو یاد رکھ لیں؟؟ نہیں ہمیں قرآن کو سمجھنا ہے۔

قرآن تو مبین ہے قرآن سے زیادہ روشن کتاب کوئی نہیں قرآن کا راستہ ہی تو ہماری منزل کی روشنی ہے۔ قرآن تو ہر انسان کے لئے ہدایت ہے۔اب تو ہمارے ہاں اسلامی معاشرہ تقریبا ختم ہوتا جا رہا ہے۔ وجہ کیا ہے؟؟ ماں باپ اتنی توجہ نہیں دیتے ہر کسی کو دنیا حاصل کرنے کی پڑی ہے۔ آپ جانتے ہیں دیوس کون ہوتا ہے؟؟ وہ انسان جس کی بیوی یا اولاد کسی گناہ میں ملوث ہوں اور وہ انکو روک نہ سکے۔ ہر وہ کام گناہ ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔اور دیوس پر جنت

حرام ہے۔یہ میں نہیں کہہ رہی یہ ہمارا دین کہتا ہے تو قصوروار کون ہوا؟؟یقیناگھر کا سربراہ۔۔آج کل سوشل میڈیا کا دور دورہ ہے اور جاہلیت اتنی ہے کہ انتہا نہیں۔ ہم تو ان لوگوں کی طرح جاہل بنتے جارہے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ تھے ان کو راہنمائی کی ضرورت تھی۔ لیکن ہمارے پاس تو راہنمائی موجود ہے قرآن کی صورت میں۔

لڑکیاں بے پردہ باہر نکلتی ہیں کچھ نے تو دوپٹہ بھی نہیں اوڑھا ہوتا کیا ہم مسلمان ہیں؟؟واقعی پھر تو ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب حیا نہ رہے تو جو جی میں آئے کرو۔ قیامت کے دن ہر سرپرست سے سوال ہو گا اسکی رعیت کے بارے میں۔آج آپکی بیوی اور بیٹی کو پردہ کرنے کا علم نہیں اور نہ ہی آپ انکو کہتے ہیں تو قیامت کے دن کیا ہو گا؟؟ قیامت کے دن اللہ آپ سے پوچھیں گے کہ تمہاری بیوی اور بیٹی پردے کے بغیر تھی تم کہاں تھے؟؟جب عورت سے پردہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی جائے گی تو وہ کہے گی نہ مجھے میرے باپ نے کہا نہ شوہر نے نہ بیٹے نے۔ یعنی وہ اپنے ساتھ تین تین

مردوں کو جہنم میں لے کے جائے گی۔ وجہ کیا ہے؟؟ جہالت۔۔۔ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟؟ نور مصحف کی۔۔۔ ہمیں قرآن کی روشنی کو باہر نکالنا ہے اسے خود پر اپلائی کرنا ہے۔

ہم سوشل میڈیا پر اپنی تصویر پوسٹ کرتے ہیں کہ لوگ ہماری تعریف کریں لیکن اللہ کو کیا جواب دیں گے؟؟ ڈپریشن کی وجہ کیا ہے ہم نے خود کو کس لیے ڈپریشن میں ڈالا ہے؟؟ اس دنیا کی وجہ سے؟؟ گھر کی پریشانیوں کی وجہ سے؟؟ دوستوں کی پریشانیاں ہیں یا دیگر کوئی بھی بات ہو سکتی ہے۔ ایک لمحے کے لیے سوچیں کیا ہم نے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے؟؟ قیامت کے دن انسان سے پوچھا جائے گا کہ کتنی دیر گزاری دنیا میں وہ کہے گا ایک دن یا آدھا دن۔ ہاں بس زندگی اتنی سی ہے۔ اللہ کے نزدیک اس دنیا کی کوئی ویلیو نہیں یہ دنیا صرف انسان کی آزمائش ہے۔ ہم دنیا کے تعلقات کی وجہ سے پریشان ہیں۔ کیا ہم نے کبھی اپنا اور اللہ کا تعلق چیک کیا؟؟ ہمارا اللہ کے ساتھ تعلق کیسا چل رہا ہے؟؟ آپ جانتے ہیں انسان کی اصل اور اسکی حقیقت کیا ہے؟؟ کہ وہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس اصل کو قبول کر لیجیے زندگی آسان ہو جائے گی۔ ہم خاک ہیں ہم نے خاک ہو جانا ہے۔ خود کو جنت میں تصور کریں خود کو اللہ کے سامنے تصور کریں خود کو آخرت کی زندگی یعنی مستقل زندگی میں تصور کریں۔ اور اس کے لئے جدوجہد شروع کر دیں۔ خود کو اس عارضی دنیا اور عارضی تعلقات کے لئے مت تھکائیں۔ یہ ختم ہو جانی ہے ہر چیز تباہ ہو جائے گی۔ زمین سفید ہو جائے گی۔ یوں جیسے اس پر کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم اللہ کو نہیں کہتے ہم انسانوں کو کہتے ہیں اللہ سے زیادہ انسان پر یقین کرتے ہیں پھر ہوتا کیا ہے؟؟ ہم جس چیز پر یقین کرتے ہیں اللہ ہمیں اسی کے حوالے کر دیتے ہیں۔

یہاں سے ہوتا ہے اللہ اور انسان کے تعلق کی کمزوری کا سفر شروع۔ ہمارے اللہ سے تعلقات ہی مضبوط نہیں ہیں۔ وہ ذات جس نے ہمیں تخلیق کیا ہمارا اسٹرکچر بنایا ہماری صورتیں بنائی ہم اس کو ہی بھول گئے ہیں؟؟ تصور کریں کہ آپ بہت چھوٹے تھے آپ کی ماں نے آپکو جنم دیا آپکو پالا تعلیم و تربیت دی ہر طرح کی آسائشیں دی اور جب آپ اس قابل ہوئے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تو آپ

اپنی اس ماں کو بھول جائیں جس نے آپکو اس قابل بنایا تو اس ماں پر کیا گزرے گی؟؟ جب ہم اللہ کو یاد کرنا چھوڑ دیتے ہیں اللہ کو پکارنا چھوڑ دیتے ہیں اللہ کو بھول جاتے ہیں تو کیا اللہ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ وہی انسان ہے جس کو میں نے بنایا بات اللہ کی عبادت کرنے کی نہیں ہے وہ تو ساری مخلوق کر رہی ہے بات اس محبت کی ہے جو اللہ ہم سے کرتے ہیں اللہ ہمیں دوزخ سے بچانا چاہتے ہیں اس لئے وہ ہمیں پکارتے ہیں۔

قرآن کس کا کلام ہے؟؟ اللہ کا۔۔۔ کبھی قرآن پڑھتے ہوئے اللہ کو اپنے قریب محسوس کیا ہے؟؟ آپ جانتے ہیں قرآن کس کے لیے ہے؟ قرآن میرے لئے ہے قرآن آپ کے لیے ہے قرآن سب کے لیے ہے۔ قرآن میں اللہ آپ سے مخاطب ہوتے ہیں وہ آپکو سمجھا رہے ہیں اللہ آپ سے بات کر رہے ہیں آپ کو اس راستے پر لے جانا چاہ رہے ہیں جو روشن ہے۔ جسکی منزل جنت اور اللہ کی خوشنودی ہے۔ اللہ نے ہم سے بات کی ہر طرح سے ہمیں نشانیوں سے سمجھایا، نصیحتوں سے سمجھایا، عبرت سے سمجھایا پیار سے سمجھایا ہر طرح سے ہماری راہنمائی کر دی کہ

ہمیں مشکل نہ ہو۔جب بھی قرآن پڑھیں یہ سوچیں کہ اس وقت اللہ مجھ سے کلام کر رہے ہیں اللہ کا یہ جو حکم ہے وہ میرے لیے ہے میں نے اس کی طرف خود کو رجوع کرنا ہے اس کے لیے عاجزی اختیار کرنی ہے۔مجھے میرے رب سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا نہ ہی کر سکتا ہے۔میں کیوں دنیا کی محبتوں میں پڑ گیا؟؟ کیوں میں اتنا کھو گیا کہ اپنی آخرت اور اپنے خدا کو بھول گیا۔مجھے تو اپنا مستقل راستہ اور منزل کو روشن کرنا ہے مجھے دنیا سے نہیں اللہ سے محبت کرنی تھی۔یہی تو شیطان کا وار ہے وہ دنیا کو انسان کے لیے خوبصورت اور مزین بنا کر دکھاتا ہے۔ہماری آخری منزل صرف اور صرف اللہ ہے۔ہمیں اللہ تک لے جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ہمیں جنت تک جانے کی راہنمائی کرنے والی کتاب قرآن ہے۔ہمارے پاس یہ کتاب نہ ہوتی تو ہمیں اپنے وجود کے مقصد کا پتہ نہ ہوتا۔آج ہمیں اپنی زندگی کا مقصد تو پتہ ہے ناں؟ وہ الگ بات ہے عمل کرنے سے قاصر ہیں۔

ہم کہتے ہیں ہمیں حکمران اچھا نہیں ملا اللہ کسی بھی قوم پر اسکے اعمال کے مطابق حکمران مسلط کرتا ہے۔تصور کریں کہ آپ سے بہت لوگ محبت کرتے ہیں آپ

گھر کے لاڈلے تھے کبھی کسی نے روک ٹوک نہیں کی۔ آپ نے چاہے اپنی حدود پار کر لیں موت کا فرشتہ آتا ہے اور آپ کی روح نکلنا نہیں چاہ رہی لیکن اسے نکال لیا گیا آپ قبر میں گئے اکیلے فرشتے آپ سے سوال کریں کہ اپنی زندگی کیسے گزاری ؟؟اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی ؟؟اس سوال کو اپنے ذہن میں لائیں اور آج ہی اپنا تجزیہ کریں کہ آپ کی زندگی کہاں اور کیسے گزری فرشتوں کو اس سوال کا جواب دینے کے لئے خود کو تیار کریں اسی پر آپکا انجام ہو گا۔ قرآن پاک میں ایک آیت ہے آیت البر۔۔ ویسے تو قرآن کا ہر حکم ہمارے لیے ضروری ہے لیکن اتنا تو جاننا چاہیے کہ اللہ ہمیں کس چیز کا حکم دے رہے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

"نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا چہرہ مشرق و مغرب کی طرف پھیر لو اور لیکن نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور مال دے اللہ کے محبت میں قرابت داروں کو، یتیموں کو، اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں اور سائل کو اور گردنیں (غلام چھڑانے میں) اور قائم کرے نماز اور ادا کرے زکوۃ

اور پورا کرنے والے ہوں عہد کو جب وہ عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں تنگی کے وقت اور تکلیف کے وقت اور لڑائی کے وقت یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقین ہیں۔"(سورہ البقرہ)

ذیادہ نہیں تو اس ایک آیت کو لے لیں ہم اس پر کتنا عمل کرتے ہیں؟؟ ہم کہتے ہیں رزق میں برکت نہیں برکت تو شکر سے ہوتی ہے ناں۔ ہم کہتے زندگی میں سکون نہیں اگر ہماری زندگی میں اللہ کا ذکر نہیں تو سکون کہاں ہو گا۔۔؟؟ آپ جتنے بھی پریشان ہیں آپ تکلیف میں ہیں رو رہے ہیں بے بس ہیں آپکی آخری سانسیں چل رہی ہیں آپ ڈپریشن سے گزر رہے ہیں آپ دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے ہیں۔ تو ابھی بھی وقت ہے ابھی آپ کے پاس زندگی ہے آپ کے پاس سانسیں ہیں اللہ کی طرف لوٹ آئیں تھام لیں اس کتاب کو اس روشنی کو۔ تھام لیں سنتوں کو۔ قرآن و سنت کو تھامنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ آپ نے کامیاب ہونا ہے یہی آپکی کامیابی ہے۔ خود کی زندگی کو خود ہی پر سکون بنائیں خود کو مستقل یعنی آخرت کی زندگی کے لئے تیار کریں اللہ نے ہر انسان کو اتنا شعور دیا ہے کہ وہ سہی اور غلط کا فیصلہ کر سکے

آپ کے پاس دو راستے ہیں ایک اندھیرے اور جہالت کا جو دنیا کے مطابق تو بہت اچھا اور کامیاب ہے لیکن آخرت کی بربادی ہے دوسرا راستہ روشن راستہ ہے صراط مستقیم اگر شعور ہوتے ہوئے بھی آپ غلط راستہ چن رہے ہیں تو آپ کو خود سے محبت نہیں اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ آپ کے ہر مسئلے کا حل مصحف ہے یہ آپکو اندھیرے سے نکال کر روشنیوں سے روشناس کروائے گا۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

قراۃ العین شفیق

www.novelsclubb.com

محترمہ کا نام قراۃالعین شفیق ہے۔ ان کا تعلق ساہیوال سے ہے ۔ محترمہ بہت سارے اخبارات میں لکھ چکی ہیں۔بی ایس کیمسٹری تھرڈ سیمسٹر کی طالب علم ہیں۔ بہت سارے میگزینز میں لکھا ہے۔ بہت سے مقابلہ جات میں اعزازی اسناد ، پوزیشنز حاصل کر چکی ہیں۔ اور عورتوں کے حقوق کے لیے لکھنا چاہتی ہیں۔ بہت سے مختصر اگورسز کر چکی ہیں۔ آرمی کیپٹن بننا ان کا خواب ہے۔اس کے علاوہ انڈیا اور پاکستان میں بھی 180 انتھالوجی میں ایک مصنفہ کار کی حثیت سے لکھ چکی ہیں۔"rays of hope" میں اور سرخ صحافت کتاب میں بھی مصنفہ کی حثیت سے اپنے لفظوں کو قلم بند کیا اس کے علاوہ پاداش اور گوشہ تخیل میں بھی لکھ رہی ہیں۔اس کے علاوہ یہ بہت سے اخبارات جیسے ہم عوام ، مشرق پاکستان، طالب نظر، صدائے حق، طلوع پاکستان، پہچان پاکستان، تبصرہ، صحافت، ڈیلی کشمیر جیسے نامور اخبارات میں بھی لکھتی ہیں۔ان کے افسانے ماہنامہ

www.novelsclubb.com

ماہ روح انٹر نیشنل، ہفت روزہ انڈین میگزین، ندائے کشمیر میں بھی شائع ہوتے ہیں۔ یہ ہر صنف میں بہت کچھ لکھ چکی ہیں۔اقوال زریں لکھنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ مگر پسندیدہ صنف افسانہ نگاری ہے۔مزید براں یہ مختلف ڈائجسٹ میں بھی لکھتی ہوں۔اور ایک ایوارڈ بھی حاصل کر چکی ہوں قلم کے ذریعے کامیابی ان کا خواب ہے جوان شااللہ بہت جلد پورا ہو گا۔آپ سب کی دعاؤں کی منتظر ہیں۔

عنوان: ایک خواہش

فخر الزمان اپنے دور کا بہت رعب و جلال والا ایک شخص تھا اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑے بیٹے کا نام ریاض جو خاموش طبیعت کا مالک تھا۔ چھوٹے کا نام افتخار احمد جو شوخ و چنچل اور سب سے چھوٹے بیٹے کا نام شاہد تھا جو چلبلی طبیعت کا مالک تھا۔ ریاض کی دو بیٹیاں نفیسہ اور عریشہ اور ایک بیٹا ریحان تھا۔ افتخار کی دو بیٹیاں علیزہ، عالیہ اور اور دو بیٹے شعیب اور دانیال تھے۔ چھوٹے بیٹے کی کوئی اولاد نہ تھی اور بیٹی کا نام صائمہ تھا جس کا گھر میں کوئی نام نہیں لیتا تھا۔ اس کی وجہ وہ ایف -اے کی طلبہ تھی جب اس نے بھاگ کر شادی کر لی تھی۔ گھر میں وہ سب سے زیادہ لاڈلی تھی فخر الزمان نے بہت منت و مرادوں کے بعد بیٹی کو پایا تھا۔ اٹھارہ برس کی تھی جب بابا نے کہا بیٹا نقاب کیا کرو رو رو کر آنکھوں پر سوزش کروالی بابا میں پردہ نہیں کروں گی۔ اسے غزلیں لکھنے کا بہت شوق تھا اس کی پسندیدہ غزل

ویران زندگی

ترستی آنکھیں

اجاڑ چہرہ

اداس دھڑکن

ناراض سانسیں

بند گھڑی

کھلی کھڑکی

روکھے لب

برستی بارش

اداس دسمبر

پھر ایک روز گئی اور لوٹ کر واپس نہیں آئی۔آج کہاں تھی اور کس حال میں تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔اس کا ایک خواب تھا۔ میں ایک ایسا جہاں دیکھنا چاہتی ہوں جہاں میں تم خوبصورت سا جہاں ہو۔

خوبصورت لمحات ہو میں بولنا چاہوں تم سب سمجھ جاؤ۔ میں کچھ کہنا چاہوں تم میرے حکم کی تعمیل کرتے چلے جاؤ۔ میں گجرے پہننا چاہوں تم میرے لیے خرید لاؤ۔ میرا دل کرے کافی کا تم کافی کی بھاپ اڑاتا کپ اٹھالاؤ۔ میں کہانی لکھنا چاہوں

تم میرا کردار بن جاؤ۔ میں جینا چاہوں تم میری سانسیں بن جاؤ۔ میں چاند دیکھنے کی خواہش کروں تم مجھے یک ٹک دیکھتے چلے جاؤ۔ میں کھانے کو انکار کرو تم غمگیں چہرہ بنا کر مجھے دو نوالے کھلاؤ۔ میں بیمار پڑ جاؤ تو تم تمہاری نمازیں لمبی اور تمہاری نیندیں حرام ہو جائے اس کی تکمیل کے لیے وہ انجانے رستوں پر نکل پڑی۔ افتخار کی بیٹی علیزہ کی نفیسہ سے بالکل نہیں بنتی تھی۔ وجہ نفیسہ حد درجہ کی مغرور لڑکی تھی۔ علیزہ سفید رنگت، تیکھے نقوش، باریک لب روشن آنکھیں اور دبلی پتلی جسامت کی مالک تھی۔

آج محلے میں شادی تھی جو دادا کے قریبی دوست کی بیٹی تھی پورے گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ نفیسہ نے اپنا پیلا جوڑا نکالا اور علیزے نے اپنا ہرا جوڑا نکالا علیزہ کے دل میں پتہ نہیں کیا آئی روز رات کو سات بجے بجلی نہیں ہوتی تھی سارے گھر والے ایک جگہ پر اکھٹے ہو کر بیٹھتے تھے۔ چپکے سے اٹھی کچن سے قینچی اٹھائی اور نفیسہ کا پیلے جوڑے کو بڑا سا کٹ لگا دیا۔ اور چپکے سے نیچے آ گئی۔ اگلی شام جب سب تیار ہو رہے تھے نفیسہ اپنا نفیس جوڑا پہن کر جب باہر نکلی تو پچھلا دامن

علیحدہ لٹک رہا تھا۔امی میں آج مہندی میں سب سے زیادہ پیاری لگوں گی جب تیار ہو کر ایک ادا سے گھومی تو حیران و پریشان رہ گئی۔وقت تھوڑا تھا اسے مجبوراً گھر رہنا پڑا ادھر مہندی والے گھر میں علیزہ پورے گھر کی رونق بنے پھر رہی تھی۔اسے اندازہ تھا کہ فنکشن میں موجود ہر لڑکے کی نظر اس پر ہے۔

ایک لڑکا علیزہ جی نمبر ملے گا علیزہ اپنی باریک آواز میں " وے چل وے چل " بالکل مہندی کا فنکشن جب عروج پر تھا۔دادا صاحب کی طبیعت بگڑنے لگی سب حیران و پریشان لیکن علیزہ نے مجال ہے کسی بھی چیز کی پریشانی سر لی ہو۔آرام سے جی بھر کر بریانی اور گول گپوں سے انصاف کیا اور پھر گھر آکر میں کہہ رہی تھی نہ پریشانی کی کوئی بات نہیں اسے ہی سب لوگ پریشان ہو رہے تھے۔قسم سے بہت مزہ آیا "چٹا ککر بنیرے تے " سر سے گاتے ہوئے کپڑے بدلنے چلی گئی۔یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی۔علیزہ دادا ابو کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔اس کی نظر پھوپھو جان کی تصویر پر پڑی۔اس نے فوراً چھپانا مناسب سمجھا گرمیوں کے دن تھے ہوسٹل سے گھر رہنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔اس نے اس بوریت کا حل ڈھونڈا

اور تایا ابو کے کمرے سے کچھ فلمیں نکال لائی اور اکثر دوپہر کو جب سب سو جاتے تو وہ ساری ساری دوپہر فلمیں دیکھنے میں نکال دیتی۔ پہلے وہ اکیلی دیکھتی تھی پھر آہستہ آہستہ عریشہ ، دانیال، شعیب، عالیہ سب دیکھنے لگے۔ ایک روز سب بہت مزے سے فلم دیکھ رہے تھے گلی میں گول گپے بیچنے والا آیا۔

حویلی کا بڑا دروازہ کھلتا تو سات محلوں تک آواز جاتی تھی۔ علیزہ دانیال دیوار پھلانگ کر لے آؤ سب سے نیچے کرسی جس کو عریشہ نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اس کے اوپر میز جس کو شعیب نے پکڑا ہوا تھا اوپر دانیال تھا ان سب کی راہنمائی کرنے والی تھی علیزہ۔ گول گپے بھی آ گئے سب نے مل کر بہت مزے سے کھائے۔ اور فلم دیکھی جب چار بج گئے تو سب سونے کی اداکاری کرنے لگے۔ رات کو دادا ابو نے بلایا اور سب کی اچھی خاصی بے عزتی کی کیونکہ دوپہر کو یہ سب نفیسہ دیکھ چکی تھی۔ لیکن اس بے عزتی کو علیزے نے دل پر نہیں لیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اب کچھ نہیں ہو سکتا شام کو دولہا دولہن کی دعوت تھی۔ گھر میں مختلف پکوان بن رہے تھے علیزہ نے بریانی بنائی مصالحہ تیار کر رہی تھی کہ اچانک چھوٹی چچی نے آواز دی۔ جب

بات سننے گئی تو نفیسہ نے چمچ بھر بھر کر نمک اور مرچ مصالحے اس میں ڈال دی۔ علیزہ نے بریانی بنا کر چکھنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ وہ بریانی میں بہت ماہر تھی۔ جب ٹرے میں بریانی نکالی تو چھوٹی چچی نے چیک کی تو ان کی کان تک کی لویں سرخ ہو گئی۔ جب علیزے نے خود چکھی تو اسے سب سمجھ آ گیا پھر اس کے ذہن میں ترکیب آئی۔ اس نے قریبی ہوٹل سے منگوانے کا سوچا اب اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے چھت پر بڑی چچی کے کمرے میں گئی اور بڑی چچی کے کمرے کی صفائی کرنے لگی صفائی کر کے ڈھیروں دعائیں لی۔ اور ساتھ پانچ ہزار روپے کی بھی صفائی کر ڈالی۔ اور راستے میں اللہ جی معاف کر دینا پھر اس نے بریانی منگوائی سب نے کھائی اور بہت پسند کی۔ اور اب مسئلہ پیش آیا دوسری بریانی کا تو صبح اس نے ہوسٹل جانا تھا سوچا ساتھ لے جاؤ گی۔ چھوٹی چچی جو رازدار تھی اس کی فریزر میں چھپا دینا بہتر سمجھا۔ نفیسہ کا دل گھبرا رہا تھا اس نے بوتل منگوانے کے لیے امی کے پرس سے چوری پیسے نکالنے چاہے تو امی کی نظر پڑ گئی۔ اب اوپر نفیسہ کی انسلٹ ہو رہی تھی نیچے علیزہ انجوائے کر رہی تھی۔

رات دس بجے کا وقت تھا میڈم کا میسج آیا کہ " صبح پردے کی اہمیت پر تقریر تیار کر کے آنا کل شام چار بجے پروگرام ہے"۔ علیزہ تھکی ہاری سارے دن کی کبھی ادھر کبھی ادھر بولائی بولائی پھرے۔ پھر گوگل، یوٹیوب ہر چیز کھنگال کر تقریر تیار کی۔ تھکی ہاری ہوسٹل پہنچی سامان سیٹ کیا اور تقریر کی تیاری کرنے لگی جسم تھکن سے چور تھا۔ لیکن پڑھے جا رہی تھی پھر شام چار بجے اس نے یونیفارم پہنا سفید یونیفارم، نیلی پٹی، نیلا دوپٹہ اور لمبے بالوں کی چٹیا بنا کر ادا سے ایک سائیڈ پر رکھی اور پف نکالا۔ اور پرچہ پکڑا اور ہال میں پہنچنے کی تیاری کرنے لگی۔ راستے میں رکشے والے سے بحث کر رہی تھی۔ سب وہاں تک جانے کا دو سو لیتے ہیں آپ کیوں تین سو لے رہے ہیں؟ کہ اے سی پی زید جہانزیب کی نظر اس پر پڑی اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ اپنے آپ سے الجھی الجھی وہ خوبصورت حسینہ کو بس دیکھے ہی چلے جا رہا تھا۔ پیچھے سے ہارن کی آواز پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ سڑک پر ہے۔ بیٹھ بیٹھ کر اس کا حال بے حال ہو رہا تھا جب اس کی باری آئی۔

جو لڑکیاں پردہ نہیں کرتی کہتی ہیں دل صاف ہے ان سے یہ کہنا چاہتی ہوں حضرت

بی بی فاطمہ کو بھی حکم تھا پردے کا وہ بھی پردہ کرتی تھی ان سے زیادہ دل صاف ہیں۔۔۔بیشک لفظ عورت کا مطلب ہی پردہ ہے۔

بے پردہ عورت پہلی مخالفت اور نفی اپنے نام کی ہی کرتی ہے۔۔۔۔۔

اللہ پاک سب عورتوں کو قلب و جسم کا پردہ کرنا نصیب فرمائے۔یہ پردہ اللہ پاک کا حکم ہونے کے ساتھ ساتھ عورت کا تحفظ اور دوسری عورتوں کو دعوت ہے کہ اپنی حقیقت کو پہچانو۔الفاظ ذہنیت کے عکاس ہوتے ہیں۔لہجے نیتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نظریں اشارے ہوا کرتی ہیں۔اور لباس میرے نزدیک شاید کچھ خاص اہمیت کا حامل نہیں۔

اس لیے کہ اکثر لوگ بہت قیمتی کپڑوں میں ملبوس ہو کر بھی ننگے ہوتے ہیں۔ یہ شناسائی حاصل ہونا نعمت بھی ہے اور زحمت بھی کیوں کہ اس سے پسِ پردہ دیکھنا نصیب ہوتا اور اکثر پردے کے اِس پار آبادیاں، پردے کے اُس پار ویرانیاں ہوتیں ہیں۔اس لئے سود و زیاں ایک ساتھ عنایت ہوتے ہیں۔ مردم شناسی، موقع شناسی، خود شناسی اور خدا شناسی یہ چار شناسائیاں شخصیت کی تکمیل اور مقصد کی تشکیل کے

لئے نہایت اہم اور نہایت ضروری ہیں اختلاف کی اجازت ہے۔

سب نے اس کی تقریر کو بہت پسند کیا اے سی پی زید جہانزیب کو دعوت دی گئی۔

علیزہ اندر ہی اندر خود کو کوستے ہوئے یہ رہتے تھے اب یونیورسٹی کی سب لڑکیاں کتنا ڈیشنگ اور ہینڈسم ہے یار۔

علیزہ جب اپنی فرسٹ پوزیشن پر ائز لینے گئی تو زید نے اسے پہنچان لیا انعام دیتے ہوئے آپ تو پردہ نہیں کرتی۔ چپکے سے کان میں کہا زید نے وآپس آکر اس کی طبیعت کچھ الجھی الجھی تھی۔ آئی تو سب لڑکیاں بہت بدبو آرہی ہے علیزہ کو یاد آیا اس کی بریانی سڑ سڑ کر بدبو پیدا کر رہی ہے۔ اس نے اس کو بڑی سمجھداری سے جب سب اپنے رومز میں چلے گئے باہر پھینکنے جارہی تھی کہ زید کی گاڑی وہ وآپس جارہے تھے کہ اندر لگی اور بریانی کا ڈبہ دور جا گرا علیزہ کا تھوڑا سا سر پھٹ گیا۔ زید نے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور اس کی پٹی کی اور اسے اس کے کمرے میں لے کر جارہا تھا۔ سیکورٹی گاڈز سر ہم چھوڑ دیتے ہیں نہیں میں خود جاؤں گا۔ علیزہ آپ کچھ زیادہ ہی پتلی ہیں تو علیزہ غصے سے تو آپ سے مطلب میں کہہ رہا تھا میں آپ کو پتلو کہہ لیا

کروں تو اتنے میں کمرا آ گیا۔علیزہ کمرے میں جانے لگی تو غصے سے اندھوں کی طرح مت چلایا کریں مجھ معصوم کو کچھ ہو جاتا تو کہہ کر زور سے کنڈی لگالی۔

زید اس کی دیدہ دلیری پر حیران تھا پھر اس کی آنکھ صبح میسج ٹون سے کھلی کوئی انجان نمبر سے گڈ مارننگ پتلو علیزہ کو اندازاہ ہو گیا۔ یہ وہی زید ہیں اس نے اگنور کیا اور یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی واپس آئی تو کھانا کھا لینا۔پتلو گڈ ایو ننگ پتلو علیزہ غصے سے آپ سے مطلب اپنے آپ کو سنبھالے۔اس کی روم میٹ یار علیزہ فریش ہو کر میرے ہاتھ پر لکھ دو۔آرمی لورز علیزہ کیا ہے ایسا آرمی آرمی پھر آہستہ آہستہ روز میسج آنے لگے۔

تم

الجھن

جانتے ہو

مجھے کیا پسند ہے؟

پھولوں کی خوشبو

www.novelsclubb.com

سچی محبت

چاندنی راتیں

سچ بولنا

کوئل کی کوک

بارش

کالا سوٹ

پر سکون زندگی

اور اچھی شاعری

اور سب سے زیادہ

پہلا لفظ

لیکن پریشان ہو میں

کیونکہ یہ الجھن

جلیبی کی طرح

www.novelsclubb.com

میٹھی نہیں ہے
الجھن بھی سلجھ جائے
اگر کھولے تو گرہ
ان حسین آنکھوں سے
لیکن پریشان ہوں میں
نہ جانے کیسی ہے
اور کیوں ہے
یہ ایک الجھن

اس کی سکرین پر یہ غزل چمک رہی تھی جو زید نے بھیجی تھی آہستہ آہستہ گڈمارننگ پتلو۔ پھر گڈمارننگ میری پتلو پھر گڈمارننگ میری پتلو پتلو میری جان تک زید نے رسائی حاصل کرلی۔ زید دل و جان سے اسے چاہنے لگا ادھر علیزہ اس سے محبت تو نہیں لیکن اسے ایک خاص مقام دینے لگی تھی۔ ایک دن زید نے آپریشن پر جانا تھا علیزہ نے کہا بہت زیادہ خیال رکھنا اپنا جلدی آنا۔ ایک دن دو دن گزر گئے لیکن وہ

نہیں آیا۔ علیزہ پریشان ہو گئی اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگی۔ان دنوں اسے اندازہ ہوا کہ اے سی پی زید اس کے لیے کتنا ضروری ہے پھر تین دن بعد میسج آیا گڈ مارننگ میری پیاری پتلو تو علیزہ کی جان میں جان آئی۔علیزہ اس رات زید تم میرے لیے ضروری ہو۔ وعدہ کرو کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گے زید جو دل وجان سے اسے چاہتا تھا اس نے جب یہ الفاظ سنے اسے زمین پر جنت کا گمان ہونے لگا۔ جسم روح کے بغیر دل دھڑکن کے بغیر حسن تعریف کے بغیر پھول خوشبو کے بغیر چاند اپنی چاندنی کے بغیر سورج اپنی روشنی کے بغیر رات اپنے اندھیرے کے بغیر. دن کا اغاز اذان کے بغیر انسان اپنی محبت کے بغیر اور کوئی تمہارے بغیر ادھورا ہے

www.novelsclubb.com

اس رات علیزہ نے زید کو غزل بھیجی اس غزل نے زید کو بے چین اور بے قرار کر دیا۔

اگلی صبح اب ہمیں علیزہ ایک ہو جانا چاہیے۔علیزہ پیپرز کی تیاری کر رہی تھی۔زید بے چین علیزہ نے کال کی زید میرا پیپرز ہیں زید مجھے سپلی ساتھ بھی قبول ہو زید

شرم کریں۔زید پھر جب رزلٹ آیا تو سپلی تو نہیں آئی لیکن غلطی سے اس کے مڈ ٹرم کے نمبر رزلٹ کارڈ پر نہیں لگے تھے یہ غلطی ہوئی تھی۔زید میں کہا تھا نہ مجھے تم سپلی ساتھ قبول ہو علیزہ میری پیاری پتلو میں امی کو بھیجنا چاہتا ہوں تمہارے گھر رشتے کے لیے۔علیزہ نے سارا ایڈریس اسے سمجھا دیا۔تھا پھر رات کو دونوں نے ڈھیر ساری باتیں کی اور زید نے گڈ نائٹ ساتھ ایک غزل بھیجی

ہجومِ دوستاں ہونا،
کسی سنگت کا مل جانا،
کبھی محفل میں ہنس لینا،
کبھی خِلوت میں رو لینا،
کبھی تنہائی ملنے پر
خود اپنا جائزہ لینا،
کبھی دُکھتے کسی دل پر،
تشفّی کا مرہم رکھنا،

www.novelsclubb.com

کسی آنسو کو چُن پانا،

کسی کا حال لے لینا،

کسی کا راز ملنے پر،

لبوں کو اپنے سی لینا،

کسی بچے کو چھو لینا،

کسی بُوڑھے کی سُن لینا،

کسی کے کام آ سکنا،

کسی کو بھی دُعا دینا،

کسی کو گھر بلا لینا،

کسی کے پاس خود جانا،

نگاہوں میں نمی آنا،

بِلا کوشش ہنسی آنا،

تلاوت کا مزہ آنا،

www.novelsclubb.com

کوئی آیت سمجھ پانا،

کبھی سجدے میں سو جانا،

کسی جنت میں کھو جانا،

خدا کی ایک نعمت ہے،

اور تم بھی ایک نعمت ہو

پھر گھر آگئی اب وہ فری تھی زید نے اپنے کل سرمایہ اپنی ماں کو رشتہ لینے بھیجا۔ ساتھ خود بھی آیا علیزہ نے اپنی چھوٹی چچی کو سب بتا دیا تھا اس نے علیزہ کی امی کو سب بتایا۔ مردوں سے یہ بات پوشیدہ رکھی گئی اور کہا کہ رشتے کروانے والی نے ایک رشتہ دیکھایا ہے۔ شام کو سب موجود تھے جب زید اپنی امی کے ساتھ مہمان خانے میں بیٹھ چکا تھا سب کچھ ٹھیک تھا علیزہ سوچ رہی تھی کہاں دیکھا ہے اس عورت کو تقریبا ہاں ہی ہونے والی تھی صرف عورتیں تھیں۔ تب سب مرد حضرات جب وہاں پہنچے تو صائمہ نے منہ چھپا لیا۔ پردے کی غرض سے لیکن جب فخر الزمان اور افتخار شاہد اور ریاض پر اس کی نظر پڑی تو ہاتھ سے نقاب چھلک گیا۔

برسوں پرانی نفرت پھر جاگ گئی وہ صائمہ جو پردہ کرنے سے ہچکچاتی تھی۔آج منہ چھپائے ہوئے تھی صائمہ نے پاؤں میں گڑ گڑ کر معافی مانگی۔ لیکن دادا جی کمرے میں چلے گئے صائمہ رات رک گئی بھابیوں اور نند کا عجیب محبت بھرا رویہ تھا۔سب مصروف تھے جب علیزہ اور زید سنہری شام ٹیرس پر منا رہے تھے۔ ہلکا ہلکا اندھیرا ہونے لگا زید نے کہا میرا چاند اندھیرے میں بھی چمک رہا ہے۔ جذبات کی وادی میں بہتے ہوئے دونوں بے اختیار دیکھ رہے تھے۔ چھوٹی چچی مسکراتے ہوئے نیچے بلانے کے لیے آئی۔ صائمہ نے گڑ گڑا کر اپنے بیٹے کے لے علیزہ کو مانگا۔ برسوں پرانی نفرت محبت میں بدلی فخر الزمان نے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا اور صائمہ کو اور اس کے بیٹے کو اپنا لیا اور ہاں کر دی۔ پھر محبت سچی ہو تو مل ہی جاتی ہے اس دن حویلی میں سب خوش تھے۔ علیزہ افتخار سے علیزہ زید ہو گئی تھی۔ اور خدا اگر چاہے تو ٹوٹے دلوں کو ملا ہی دیتا ہے بے شک وہ بہت بڑا پروردگار ہے۔ دعائیں تو راز ہوتی ہیں۔ جن کا راز دار خود رب العزت ہے اور اپنے بندے کے رازوں کی لاج رکھنا اسے خوب آتا ہے۔جب یقین ٹوٹتا ہے

تب انسان ٹوٹتا ہے

تب ایک دل ٹوٹتا ہے

تب دماغ چھلنی ہوتا ہے

روح پرواز کرتی ہے

انسان مرتا ہے

خاندان ٹوٹتا ہے

سزا ملتا معصوموں کو

جب ایک یقین ٹوٹتا ہے

سب کچھ ٹوٹتا ہے۔ لیکن زید نے یقین ٹوٹنے نہیں دیا اس کی محبت نے بچھڑے خاندان کو ملا دیا۔

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

کرن مرتضی

محترمہ کا نام کرن مرتضی ہے۔ ان کا تعلق پنجاب کے ضلع فیصل آباد سے ہے۔انہوں نے 2022 سے لکھنا شروع کیا۔یہ حساس طبیعت معاشرے کے اتار چڑھاؤ اور ان کیفیات اور لمحات کو الفاظ کی صورت میں ترتیب دیتی ہے ۔ان کے لکھنے کا مقصد جن دلوں پر ناامیدی اور بے بسی کا سایہ چھایا ہے ان کے لیے امید اور چراغ کا کام کرنا ہے۔یہ معلمہ کے پیشے سے منسلک ہیں۔اچھی لکھاری بننا اور ایک اچھا معلم بننا ان کی زندگی کے خواب ہیں۔

www.novelsclubb.com

عنوان: رنگِ قدرت

کرن مرتضی

دو گھنٹوں کا سفر وہ منٹوں میں کرنا چاہتا تھا۔ زندگی کا خوب صورت سفر جس کے

بعد بہت سے معاملات ٹھیک ہو جاتے ،احسن بائیک کو دوڑانے لگا۔اور دماغ میں سارے حساب کر رہا تھا کہ اچانک پتھر آ گیا۔وہ بائیک سے گر کر سڑک کی کچی جگہ بے ہوش ہو گیا۔اس کے سر پر اچھی خاصی چوٹیں آئیں... کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے۔تو سڑک پر جانے والوں نے رک کر اسے قریبی ہسپتال پہنچایا،اور طبّی امداد فراہم کی گئی۔چوٹیں زیادہ گہری نہیں تھی،کیونکہ وہ کچی جگہ گرا تھا۔اس کے جوتے موبائل فون ہر چیز غائب تھی۔ابھی اس نے بیس منٹ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ ہسپتال میں جاننے والا مل گیا۔جس نے اسے گھر چھوڑنے کے لیے آفر کی۔وہ دوائیوں کے ساتھ اجڑے حلیے کے ساتھ گھر پہنچا تو گھر والوں کو دکھ اور صدمہ ہوا۔وہ جس کام کے لیے گیا تھا حلیہ بتا رہا تھا کہ شکر ہے زندگی بچ گئی۔سب نے بہت افسوس کیا دو تین دن تک احسن کی حالت پہلے سے بہتر ہونے لگی۔اس نے اپنے دوستوں کو فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا پاسپورٹ بن گیا ہے اور دبئی کے لیے جو رقم درکار ہے وہ بھی انہوں نے انتظام کر لیا ہے۔وہ اپنے پیسے کچھ دنوں تک ایجنٹ کو دے دیں گے۔اللہ حافظ کہہ کر اس نے موبائل رکھ دیا۔

اسے بہت مایوسی ہوئی اس کی حالت ابھی سنبھلی نہیں تھی کہ وہ بھی پاسپورٹ بنانے کے لیے چلا جائے گھر والے اس دن کو برا بھلا کہنے لگے۔ اگر اس دن نہ گرتا تو پاسپورٹ تو بن جاتا۔ باقی کا کام بھی آہستہ آہستہ ہو جاتا۔ احسن کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔ لیکن وہ اس حادثے کے بعد ڈر گیا تھا۔ اس کے دوستوں کا کام مکمل ہو گیا تھا۔ اور وہ کچھ دنوں تک باہر چلے جائیں گے۔

کافی دن گزرنے کے بعد ایجنٹ سارے لڑکوں کی رقم لے کر فرار ہو گیا۔ ان سب کا تین لاکھ ڈوب گیا۔ وہ دفتر کے باہر چکر لگا لگا کر تھک گئے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ ملک سے فرار ہو گیا۔

احسن نے اپنی زندگی میں یہ سبق سیکھ لیا۔

"دنیا میں اللہ تعالیٰ بندے کے لیے اچھے یا برے جو بھی حالات پیدا کیے وہ انسانوں کے لیے ان میں مصلحت اور خیر پوشیدہ ہوتی ہے"

وہ اتنے بڑے نقصان سے بچ گیا۔

"بعض دفعہ وقتی مشکلات ہمارے لیے خیر کا باعث بنتی ہیں اور ویسے بھی انسان اللہ

تعالیٰ کے رازوں کو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ خدا کے رنگوں کو سمجھنا انسانی عقل سے بہت بالاتر ہے جس کا احساس تب ہوتا ہے جب وہ اپنی آنکھوں سے دیر سے ہی سہی کچھ دیکھ نہ لے"

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

قفس

کرن مرتضی

طویل عمر گزرنے کے بعد آج وہ اپنے بیٹے کو اپنی زندگی کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ رنجیدہ ہو گیا۔ سفید داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ وہ دکھ سے بولا:

"میری زندگی میں سب موجود تھے اگر کوئی نہیں تھا، تو میری اپنی ذات، مجھے صدا افسوس رہے گا میں زندگی جی نہیں پایا"۔

بابا! آپ کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنی چاہیے تھی۔ ساری زندگی آپ جن حدود قیود میں رہے، وہ آپ کے لیے قفس تھا۔ بغیر کسی جرم کے آپ نے سزا کاٹی ہے۔

بیٹا! روسو نے لکھا تھا:

www.novelsclubb.com

"کہ انسان آزاد پیدا ہوا مگر جہاں دیکھو پابہ زنجیر ہے"

ہم اس دور میں رہ رہے ہیں، جہاں ہمارے لیے مذہب ایک شناخت ہے، لیکن معاشرے کے متعین کردہ اصولوں کی پیروی ہمارے لیے لازم و ملزوم ہے۔ ہم مذہب سے نہیں معاشرے کے قاعدوں سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ بیٹا! میں تمہیں اپنی کہانی سناتا ہوں: ایک دن میرا تھا اس کے بعد میں جی نہیں پایا۔۔۔

میری پیدائش پر خوشی منائی گئی، مٹھائی بانٹی گئی۔ کیونکہ میں لڑکا پیدا ہوا تھا ۔۔۔۔۔ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے وہ شجر سمجھا گیا، جس کا پھل اور گھنی چھاؤں اپنوں کے لیے اور ہر بدلتی رت میں ڈھال کا کام کرنا تھا۔ مجھے وہ دن یاد ہے، جب میں نے نویں جماعت میں آرٹس کے مضامین کا انتخاب کر لیا۔ مجھے گھر آکر وہ جوتے پڑے، کہ ابا اور رشتے دار بولتے کہ:

"مانگنے والوں کے بچے بھی سائنس پڑتے ہیں اور تم آرٹس پڑھنا چاہتے ہو، ہماری ناک کٹ جائے گی۔"

پھر اس کے بعد میں نے سائنس پڑھنی شروع کر دی۔ میرے لیے مشکل تھا، لیکن

محلے دار، گھر والے اور رشتے دار مجھ سے بڑے خوش تھے۔اور میں بھی خود کو کوئی چیز سمجھنے لگ گیا۔ یہ میرے لیے باعث فخر تھا، اپنے خاندان اور محلے میں میری بڑی عزت تھی، وہ الگ بات تھی، جو عزت میری کلاس میں تھی۔ وہ میرے سوا شکر ہے، کسی کو نہیں پتہ تھا۔۔۔

میں تاریخ پڑھنا چاہتا تھا، لیکن نام نہاد عزت کے لیے میں سائنس پڑھ گیا۔۔اور میری نوکری لگ گئی۔اس کے بعد ایک پسندیدہ ہمسفر کی خواہش تھی۔اماں کی ان پڑھ بھانجی سے شادی ہو گئی۔ تمہاری ماں کے ساتھ خوش رہنے کی بہت کوشش کی ،وہ خوش تھی لیکن میں خوش نہیں تھا۔ میرے ساتھ میری ایک کولیگ تھی سارہ جس سے میں واقعی ہی محبت کرتا تھا، آفس میں اسے دیکھ کر میری تھکن اتر جاتی۔ وہ بھی جانتی تھی میں شادی شدہ ہو۔ میں نے تیری ماں سے بات کی، کہ میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔ پہلے تو غصے سے تڑپ اٹھی، پھر بولی! شادی نہ کرنا باقی میری طرف سے تمہیں اجازت ہے، باہر جو مرضی کرو مجھے تمہاری پروا نہیں۔۔۔ اور تمہاری ماں مجھ سے محبت کی دعوے دار تھی۔۔۔۔وہ مجھے نکاح سے روک کر

دوسرا راستہ اختیار کرنے کا بول رہی تھی۔۔۔مجھے اس دن یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی۔"

بھلا جس سے محبت کی جائے اسے چور راستوں کا نہیں بتایا جاتا، کردار تو مرد کا بھی ہوتا ہے"

ابا! امی کو یہ ڈر ہو گا، آپ اسے چھوڑ نہ دیں۔

بیٹا! تمہاری ماں اور میرے درمیان کچھ مشترک نہیں تھا، اور نہ کبھی اسے مجھ سے شکایت تھی، کہ ہماری آپس میں understanding نہیں تھی، لیکن ایک بات کا اسے غرور تھا، کہ وہ میری بیوی ہے، میں دس دن بھی گھر نہ رہوں، اسے فرق نہیں پڑتا تھا، وہ میرے ساتھ اس لیے تھی، کہ زمانے اور گھر والوں کی نظروں میں وہ اچھی تھی۔اس نے بھی مجھ سے شادی کا فیصلہ محلے اور رشتے داروں اور اپنے گھر والوں کے لیے کیا تھا۔۔۔

سارہ مجھ سے اتنی محبت کرتی تھی، کہ مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھی، زندگی میں میرے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے، میں نے ان کے لیے

قربانیاں دی تھی، میری اپنی ذات کہیں نہیں تھی۔ کسی نے اگر میرے چہرے کو پڑا تو وہ سارہ تھی۔ میری خاموشی اور باتوں میں مجھے تلاش لیتی تھی۔ مجھ سے بھی زیادہ وہ مجھے جانتی تھی۔ جب میں نے پہلی دفعہ اسے بتایا: کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اس کے چہرے پر جو رنگ بکھرے میں ان رنگوں کو بھول نہیں سکتا۔ وہ مجھے تمہیں اور تمہاری ماں سب کو قبول کرنا چاہتی تھی۔ لیکن جب میں نے گھر بات کی، تو کوئی بھی نہیں مانا، میں نے منانے کی بہت کوشش کی، بس ایک خودکشی نہیں کی ۔سب نے سارہ کو بدکردار کہا۔

بیٹا! تم بتاؤ کہ وہ بدکردار تھی۔ جو نکاح کرنا چاہتی تھی؟ جب میں نے اسے بتایا، اس کے بعد وہ میرے ساتھ بات نہیں کر سکی۔۔

مجھے سارہ کی آخری ملاقات نہیں بھولتی، وہ بڑی بے بسی سے بولی!

عبداللہ "میں تم سے محبت کیوں کرتی ہو یہ میرے اختیار میں نہیں، لیکن میں نے اس محبت کو ہمیشہ پاکیزہ رشتے میں دیکھا ہے، تمہارے گھر والے نہی مانتے، تو اس قصے کو یہی پہ ختم کرتے ہیں، اور آپ بھی مجھ سے کوئی توقع نہ رکھیں۔ آنکھوں سے

آنسوؤں ٹپک کر اس کے چہرے کو بھگو گئے۔اور دکھ سے بولی آنکھوں اور دل پر ابھی اختیار نہیں۔۔۔وقت لگے گا، لیکن پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔وہ اٹھ کر چلی گئی۔ لیکن اتنے سالوں بعد بھی کچھ ان کہے سوال تھے، جو اس کے چہرے پر میرے لیے تھے ،اس کا اتنا ظرف تھا، کہ مجھ سے جواب طلبی نہیں کی ۔۔میں اس کے چہرے پر ابھرتے سوالوں کو سمجھ گیا تھا۔۔

آخر کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔

بیٹا! میرے پاس جواب نہیں تھے۔۔۔

اس دن اس کا جاب کا آخری دن تھا۔۔۔پھر وہ کبھی نظر نہیں آئے گی۔۔۔

میں تھکن سے چور اور پریشانی کے عالم میں گھر جا کر سکون کرنا چاہتا تھا۔۔۔میں جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تمہاری ماں اپنے چچازاد کے ساتھ باتوں میں مصروف لیکن "محبت" کے لفظ نے مجھے وہی برف کر دیا۔۔وہ بولی! میں نے عبداللہ کو کہا ہے ۔۔جو مرضی کریں، دوسری شادی نہ کریں، باقی جیسے مرضی رہے۔کیونکہ میں تم سے محبت کرتی تھی،اسجد لیکن سب کی وجہ سے چپ تھی۔۔باقی تم مجھ سے

ملنے آجایا کرو میرا دل لگ جاتا ہے۔

میرے سر پر اس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان میں خود کو خلا میں محسوس کر رہا تھا، میرا دم گھٹنے لگا۔۔۔میں کمرے میں داخل ہوا تو تمہاری ماں کے چہرے پر ہوائیاں تھی۔۔۔۔میں تمہاری ماں کے چچازاد سے بہت اچھے سے ملا۔۔۔اسے دروازے تک چھوڑ آیا۔۔

اور تمہاری ماں کو کچھ نہیں جتلایا، کیونکہ مجھے تمہاری ماں کو نہیں خود کو سزا دینی تھی ۔۔۔۔

ابا! اماں نے آپ کو دھوکہ دیا کم از کم کچھ تو کہتے، آپ نے ان کے لیے کتنی قربانی دی۔۔

www.novelsclubb.com

مجھے تمہاری ماں نے نہیں دھوکہ دیا، بلکہ وہ قفس تھا جس کا حصار طاقت کے باوجود میں توڑ نہ سکا۔۔۔۔

اس دن مجھے "شادی کے بعد مردوں کی اکثریت بھٹکتی ہوئی کی سمجھ آئی اور ان میں عورتیں بھی شامل جن کا تناسب مردوں کی نسبت کم ہے۔

"لوگ کیا کہیں گے"

اس فقرے کے گرد ہماری زندگی گھومتی ہے مذہب میں ہمارے لیے اختیار ہوتے ہوئے بھی ہم کچھ کر نہیں پاتے۔

"ہم اپنے لیے نہیں جیتے بلکہ اس معاشرے اور اس کے بنائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزارتے ہیں، جس معاشرے نے ہماری خوشیوں اور مذہب کو فراموش کر دیا۔۔۔

"مجھے یہ افسوس ہے، میں ہمیشہ تشنہ رہا اور آخرت کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا، کیونکہ میری ساری کوشش دنیا کے لیے تھی۔۔

بیٹا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں

"دنیا ایک قفس ہے خود کو اس سے آزاد کر لینا نہیں تو میری طرح تشنہ رہوں گے"

ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا اس نے باپ کے بھیگے چہرے کو صاف کر کے گلے سے لگا کر بولا۔۔۔

ابا! "سانس ابھی باقی ہے اس خالق کو پالیں، جو آپ کو روز محشر تشنہ نہیں رکھے گا

www.novelsclubb.com

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

www.novelsclubb.com

"خود کو قبول کریں"

کرن مرتضی

زندگی میں ہم سب کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بہت سی زندگیاں جینا چاہتے ہیں زندگی کے معیار جو معاشرے نے ہمارے لیے بنائے ہیں۔ ہم ان معیاروں پر پورا اترنا چاہتے ہیں۔ ہم آسمان کو چھونا چاہتے ہیں، ہم ہر خوبصورت راہوں میں خود کو دیکھنا چاہتے ہیں، ہر ترقی یافتہ شخص کو دیکھ کر اس جیسا بننے کی خواہش ہمارے دل میں اٹھ آتی ہے۔ دین کے راستوں پر چلنے والوں کو سراہتے ہیں ہر کامیاب کردار میں خود کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہم آدھی سے زیادہ زندگی ان کرداروں کی خواہش میں کھو کر مایوسی اور ناامیدی میں گزار دیتے ہیں۔ ہم خود سے کیوں گھبراتے ہیں؟؟؟ اگر ہم خود کو قبول نہیں کر رہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا ہمیں قبول کرے گی؟ زندگی کی سب سے بڑی کامیابی خود کو اپنی غلطیوں سمیت قبول کرنا ہے۔ زندگی میں اپنی ذات کو پہچاننا ہے۔ خود کو با مقصد بنانا ہے۔ زندگی میں آنے والی ہر مشکلات کے لیے خود کو تیار کرنا ہے۔ اپنی ذات کی محرومیوں کو کمزوریاں نہیں بنانا بلکہ اپنی ذات کے مثبت پہلوؤں سے زندگی کے خوب صورت رنگوں سے اپنی دنیا رنگین کرنی ہے۔ ہمیں کچی عمروں میں لاش بن کر زندگی نہیں گزارنی بلکہ بہت سے لوگوں کا سہارا بننا ہے ۔ خود پر محنت کریں۔ خود کو کارآمد بنائیں۔

زندگی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنا کر بہت سے فرائض ہمیں سونپے ہیں۔ بحثیت مسلمان ہم سب کو ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ اور ایک دوسرے کی غلطیوں کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے زندگی کا لطف اٹھانا ہے۔ کیونکہ ہم سب خاک سے بنے ہیں۔ ہر انسان کا امتحان مختلف ہے۔ نعمتوں کی

فروانی کامیابی نہیں بلکہ شکر کا امتحان ہے۔دکھ صبر کا امتحان ہے۔زندگی یونہی چلتی رہے گی۔صبر و شکر کو زندگی میں لا کر ہی ہم اپنی زندگی کو قبول کر سکتے ہیں۔۔نہیں تو تشنگی تاحیات اور روز محشر تک رہے گی۔۔۔۔ہمیں خود کے لیے خود کو قبول کرنا ہے۔۔۔

www.novelsclubb.com

نمرہ توصیف

محترمہ کا نام نمرہ توصیف ہے یہ پاکستان کے ضلع خانیوال کی رہائشی ہیں ۔ یہ ایک ناول نگار، افسانہ نگار، کالم نگار شاعرہ اور ادیبہ ہیں ۔ ان کا مقصد" زندگی کے کچھ اصلاحی پہلوؤں کو کہانی میں جوڑ کر اصلاح کرنا ہے۔"

"ان کے نزدیک جتنا آپکو کتابیں سیکھاتی ہیں تو آپکی بہترین دوست وہی ہونی چاہیے"

یہ بہت سی کتابوں میں لکھ چکی ہیں۔ چار کتابیں مؤلفہ کی حیثیت سے لکھ چکی ہیں۔ یہ ایک ہارڈ فارم میگزین نوائے قلب کی بانی و سرپرست ہیں۔ان کی زندگی کا مقصد اسلام اور اردو ادب کا فروغ ہے۔ یہ نوائے ادب کی خواتین ونگ کی صدر اور اسلامک رائٹر موومنٹ کی ممبر ہیں۔ محترمہ بہت سے اخبارات اور میگزین میں لکھ چکی ہیں۔ "ان کی زندگی کا مقصد اللہ پاک کی رضا کے لیے کام کرنا ہے" یہ ایک آنلائن اسلامک پلیٹ فارم کی سرپرست ہیں" جرنی ٹو ورڈز جناح "کا آغاز تین سال پہلے کیا۔ جہاں مختلف کورسسز سے علم کو لوگوں تک پہنچاتی ہیں ایک دن ان شاءاللہ اسکو جامع بنانے کا عزم رکھتی ہیں اللہ پاک ہمارے علم کو عمل میں لانے کی توفیق دیں آمین۔

رب چاہی زندگی

عروش! سائرہ کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

تم یہاں ہو؟؟ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈھ چکی ہوں اس کے پاس بنچ پر بیٹھتے اسکے سر پر تھپڑ لگایا۔

ہاں یار! تمہارا لیکچر تھا میں یہی آگئی۔

یار میم اسماء کا آج کا لیکچر سنا تھا سائرہ نہ عروش کی طرف دیکھا؟؟

میم اسماء کا لیکچر اور میں عروش نے سر جھٹکا۔

یار وہ ایسا بھی کیا کہہ دیتی ہیں؟؟

تم جانتی نہیں کتنی بہکی بہکی باتیں کرتی ہیں اور ان کے سو کولڈ لیکچر کی وجہ سے تم یہ حجاب اوڑھتی ہو نا۔

بس بس۔۔۔۔۔زیادہ چِڑ مت! بتا ٹرپ پر جا رہی ہو؟

تو اور کیا کس میں اتنی مجال کے عروش کو روکے؟؟؟

چل ٹھیک ہے میں لیکچر لینے چلتی ہوں اللہ حافظ۔

پھر کنٹین پر ملتے ہیں۔

بائے! سر کو جھٹکتے ہوئے وہ اٹھی اور کنٹین کی طرف بڑھی۔

السلام علیکم عروش!

www.novelsclubb.com

کیا تم پر بھی اس سو کولڈ میم کا اثر ہو گیا ہے؟ عروش نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے! استاد ہے وہ ایسا تو نہیں بولتے ہیں۔" سمعیہ نے عروش کو ٹوکا تھا۔

"مجھے مت سیکھاؤ"

یہ حجاب کب سے سٹارٹ کر دیا۔" اس نے حجاب کی طرف اشارہ کرتے سمعیہ کو

پوچھا۔

عروش یار کل سے جب انہوں نے جہنم کے بارے میں بتایا؟

دیکھا، کیا دقیانوسی باتیں کرتی ہیں زندگی جینے کے لیے ملی ہے، نہ کہ ایسے گھٹ گھٹ کے مرنے کے لیے دی ہے۔ عروش کی بات پر سمعیہ نے کہا: لیکچر ہے میرا، اللہ حافظ

عروش: اوکے بائے

"ہو کیا گیا ان سب کو سب ہی ایسے پردے دار بن گئی خیر:

"نو سوچو ہے کھا کر بلی حج کو چلی۔"

عروش من ہی من گھتی سلجھانے لگی تو اتنے میں سامنے سے آتا شہیر دیکھائی دیا جو اسی کی جانب چلتا آرہا تھا۔

شہیر مسکراتا ہوا کنٹین میں آیا اور عروش کے سامنے براجمان ہوا اور بولا: "ہیلو عروش کیسی ہو؟؟؟ شہیر سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھا گیا۔"

ٹھیک ہوں" وہ لاپرواہی سے کہتی کچھ کھانے کے لیے آڈر کرنے لگی۔

شہیر: کیا تم کل ٹرپ پر جا رہی ہو؟

عروش ہاں، کیوں؟ مختصر اجواب دیا گیا۔

شہیر: یار یہ سب لڑکیوں کو ہو کیا گیا ہے بہن جی بن کر گھوم رہی ہیں۔ تم دیکھو کتنی خوبصورت لگ رہی ہو؟؟ شہیر کی بات سن کر اتراتی ہوئی بولی: ہاں، میم اسماء نے جادو کر دیا ہے ان سب پر بس پاگل ہو گئی ہیں۔

شہیر: ان سب کو کیا پتہ خوبصورتی کیا چیز ہوتی ہے؟؟ شہیر نے اپنی حوس بھری نگاہ سے عروش کو دیکھا جو لاپرواہی سے کھانے میں مگن تھی۔

میم اسماء کو دیکھتے ہی شہیر وہاں سے غائب ہو گیا۔

عروش نے حقارت بھری نگاہ سے میم اسماء کو دیکھا۔

میم آپ پھر یہاں آ گئی آپ کیوں پیچھا کرتی ہیں میرا؟؟ میں آپکی سو کولڈ باتوں میں نہیں آنے لگی۔۔۔

میم اسماء نے عروش کی باتوں کو خاطر میں نہ لاتے اپنے پین کو عروش کی کمر کے ساتھ لگایا بات سمجھتے ہوئے تو عروش فوراسے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔

میم اسماء نے اپنا برقعہ عروش کو تھمایا" یہ پہن لو لڑکی۔"

عروش : بالکل نہیں میں ہر گز نہیں پہن سکتی ہوں۔ میم اسماء کو عروش پر شدید غصہ آیا اور وہ چلائیں:

تو ٹھیک ہے ایسے ہی گھوم لو نو مور آپشن۔

یہاں ابھی بوائز آئیں گئے۔ تو کھڑی رہیں ایسے۔

او کے اجازت دیں۔۔۔۔۔۔اللہ حافظ

میم کو جاتے دیکھ وہ گھبرائی تھی۔

"رکیں میم! عروش نے شرمندہ سی نگاہ اسماء پر ڈالی

دے دیجئے ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے برقعہ تھاما۔

www.novelsclubb.com

عروش کی نظر اچانک عقب میں کھڑے شہیر اور اسکے چاروں دوستوں پر پڑی جو عروش کے انتظار میں تھے۔

اس کو برقعہ پہنے دیکھ شہیر نے اپنا پلان فیل ہوتے دیکھا اور اچانک سے سامنے آیا یہ کیا تم نے بھی یہ پہن لیا ابھی تو بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی تم؟؟

عروش نے مٹھی کو بھینچتے ہوئے کہا جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔

شہیر: اوہو اتنا اٹیٹیوڈ کس بات کا ہے میڈم غلط تو نہیں کہا ہے؟؟؟

"تم کتنے گرے ہوئے انسان ہو کہتے ہوئے ایک زناٹے دار تھپڑ شہیر کے منہ پر جڑا جس کو اسکے تمام دوست دیکھ چکے تھے۔

جب تم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا سمجھ تو مجھے تب ہی جانا چاہیے تھا۔ وہ پلٹی اور سیدھا گراؤنڈ کی طرف آگئی۔

کالج کے ٹرپ کے لیے کالج کی بس تیار تھی سب لوگ صبح صبح ہی کالج پہنچ گئے۔

گرین کلر کی فراک پہنے اور بالوں کی اونچی پونی بنائے گلے میں ڈوپٹہ اڑا کے وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شہیر اور اسکے ساتھیوں کا گروپ بھی بس میں داخل ہوا اور شہیر نے عروش کو دیکھ کر آنکھ ماری۔

میم اسماء اور ان کی کچھ طالبات برقعے میں بس میں داخل ہوئی۔

میم اسماء عروش کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

السلام علیکم میم۔۔۔۔

واعلیکم السلام۔۔۔۔۔شائستگی سے جواب دیا۔

وہ میم بہت شکریہ کل میری مدد کرنے کے لیے اور یہ آپکا برقعہ اپنے پاس پڑا شاپر میم اسماء کو تھماتے وہ مسکرائی۔

جزاک اللہ۔

بس ڈارئیو نے بس سٹارٹ کی اور سب لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔اتنے میں شہیر نے اٹھ کر میوزک آن کیا میم اسماء نے سب طالبات کو کانوں میں ہینڈ فری لگانے کا کہاتاکہ میوزک کی آواز کانوں میں نہ جاسکے۔

اسماء نے ہینڈ فری لگا کر نشید چلادی۔

مری پہنچ کر سب گروپس میں تقسیم ہوگئے تمام حجاب والی سٹوڈنٹس میم اسماء کے ساتھ ہو گئیں اور عروش سائرہ کی وجہ سے میم اسماء والے گروپ میں رہی۔تمام باپردہ لڑکیوں میں وہ مخصوص طور پر نظر آرہی تھی۔مال روڈ پر سب لوگ کچھ نہ کچھ یادگار کے طور پر خریدنے لگے ٹھنڈ محسوس ہوتے عروش نے اپنا اپّر نکال کر پہنا۔

شام کے وقت ٹھنڈ بھڑنے لگی سب نے ہوٹل سے کھانا کھا کر گھومنے کا پلین بنایا۔

عروش یہ لو یہ تمہارے لئے ایک برقعہ آگے کرتے سائرہ مسکرائی۔

عروش: یار یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟؟

سائرہ: گفٹ ہے یار بدتمیزی نہیں ہے۔

عروش: تم خود ہی سنبھال کر رکھو تمہیں ہی سوٹ کر رہا ہے اپنی سانسیں روکنا

سائرہ: نہیں رکتی یار بس تمہیں لگتا ہے۔

عروش: اوکے بس مجھے نہیں چاہیئے شکریہ

چلو ہوٹل واپس بھی جانا ہے وہ دونوں اک دوسرے کا ہاتھ تھامے بس کی طرف بڑھی۔

www.novelsclubb.com

عروش نے سائرہ کا نام پکارا تو سائرہ نے بے اختیار کہا "جی"۔۔۔۔۔۔۔

کیا واقعی جہنم بھیانک ہے اسکو سمیعہ کی کہی بات یاد آئی۔

بہت زیادہ بھیانک کیا تم ماچس کی جلتی تیلی کو چھو سکتی ہو؟

نہیں کبھی نہیں

تو پھر وہ آگ تو کئی گناہ زیادہ جلائے گی اسکے دل میں خوف پیدا ہوا۔

سائرہ: کیا پردہ ضروری ہے؟؟؟

بہت زیادہ ضروری ہے کیا تم نے کبھی دیکھا شہیر اور اسکے دوست جس نگاہ سے میم جویریہ کو دیکھتے ہیں ویسے کبھی میم اسماء کی طرف نگاہ اٹھائی ہو؟

نہیں تو یہ بات میں بھی نوٹ کی تھی اسکی طرف تجسس سے دیکھتے ہوئے جواب دیا

۔

تو پیاری اگر ایک ایکسٹرا کپڑا آپ کو بری نظروں سے بچا رہا ہے تو پھر برائی کیا ہے؟؟؟

برائی نہیں ہے لیکن مجھے گھٹن ہو گی۔

کیا مجھے میم اسماء کو دیکھا کبھی ہمیں گھٹن ہوئی۔

اتنی شدید گرمی ہے اوپر سے اتنا بڑا عبایا اور نقاب دونوں بس میں جا کر بیٹھ گئی۔

سائرہ نے میم اسماء کو سلام کیا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

www.novelsclubb.com

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میم کیا میں آپکی سیٹ پر بیٹھ سکتی ہوں؟؟؟

ضرور بیٹا! میم اسماء اٹھ کر سائرہ کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

کیا تم گرمی میں ماچس کی تیلی پکڑ سکتی ہو؟

عروش: نہیں یار گرمی سردی کا کیا آگ تو آگ ہوتی ہے۔ سائرہ: آگ تو آگ ہوتی ہے۔ گرمی ہو یا سردی جلائے گی ضرور جہنم میں بھی آگ ہے۔

اتنی ٹھنڈ میں بھی اسکے چہرے پر پسینہ صاف نظر آرہا تھا۔

وہ خاموشی سے باہر کا منظر دیکھنے لگی۔

دل میں بیٹھا خوف بڑھنے لگا اور گھبراہٹ نے جگہ لے لی۔ وہ کمرے میں آئی تو سائرہ اس کو پریشان دیکھ اسکے پاس آئی

عروش تم ٹھیک ہو؟

ہاں میں ٹھیک ہوں اثبات میں سر ہلاتے وہ رضائی اوڑھے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

خواب میں دیکھتی ہے کہ وہ ایک تنگ بند جگہ پر ہے جہاں بہت گھٹن ہے سانس لینے میں دشواری ہے دو عجیب سے حلیے آتے ہیں جو بہت ہی عجیب ہے۔

ککککون ہو تم کپکپاتی آواز میں عروش اتنا ہی کہہ سکی۔ایک حلیہ کہتا ہے میں تمہاری اچھائی ہوں جو بہت ہی پتلا اور کمزور ہوتا ہے اور ایک لاٹھی کی مدد سے چل رہا ہوتا ہے۔دوسرا موٹا اور بہت بڑا حلیہ کہتا ہے میں تیری برائی ہوں جو دنیا میں تم کرتی آئی ہو اتنے میں ایک اژدھا آتا ہے نیکی والا حلیہ سامنے آجاتا ہے وہ اسے لے کر ایک تاریک جگہ پر آجاتا ہے لیکن اسکی اپنی روشنی میں عروش کو سب نظر آرہا ہوتا ہے۔

دیکھو" میں بہت کمزور ہوں اور میں تمہیں زیادہ دیر تک نہیں بچا سکتا ہوں اسکے چہرے پر مایوسی چھا جاتی ہے"

www.novelsclubb.com

"اگر تم دنیا میں نیک عمل کرتی اور دین والوں کا ساتھ دیتی تو آج اس حال میں نہ ہوتی تمہیں تو بہت سے لوگوں نے نیکی کی دعوت دی میری طرف بلایا تم نے ہمشہ دھتکارا اور مذاق بنایا کہ بس سب زندگی ہی ہے اب بتاؤ زندگی تو ختم ہو گئی اصل زندگی تو اب شروع ہوئی ہے" اتنے میں نیکی والا حلیہ آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع

ہو جاتا ہے اور اژدھا سامنے آ جاتا ہے۔

عروش چیخیں مارنے لگی نہیں مجھے معاف کر دو!

مجھے معاف کر دو! پاس سوئی سائرہ فوراً سے اٹھی۔

روشنی روشنی وہ گہری نیند میں چلا رہی تھی سائرہ بھاگ کر میم اسماء کو بلا لائی میم اسماء اسکا ٹھنڈا پڑتا جسم اور سردی میں بھی چھوٹتے پسینے دیکھ کر سمجھ گئی اس نے کوئی خوفناک خواب دیکھا ہے۔انہوں نے اسکے پاس قرآن پڑھنا سٹارٹ کیا۔

عروش آہستہ آہستہ پر سکون ہوتی گئی اور خاموش ہو گئی۔ لیکن اسکا بخار ابہت تیز ہو چکا تھا میم اسماء نے ڈاکٹر کو بلوایا انہوں نے اسکو انجکشن دیا اور سائرہ کے ساتھ میم اسماء بھی اس ہی روم میں روک گئی۔

www.novelsclubb.com

ٹھنڈی پٹیوں اور ڈاکٹر کے انجکشن کے بعد بخار اترا انہیں پر قدرے کم تھا۔

میم اس کو کیا ہوا ہے؟؟؟

یہ ابھی بالکل ٹھیک تھی بس راستے سے اب تک کچھ عجیب گم سم سی ہے۔

اس نے کوئی خوفناک خواب دیکھا ہے یہ رب نے اس کو حقیقت کی جھلک دکھائی

ہے اور انسان اکثر ایسی

حقیقت کی جھلک برداشت نہیں کر پاتا ہے۔

عروش کو ہوش آ گیا لیکن خواب کا اثر اسکے ذہن پر ابھی تک تھا۔

میم اسماء کو دیکھ کر ان کو اپنے پاس بلایا

"کیا خدا معاف کر دیتا ہے؟

وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی لیکن اسکی آواز اتنی مدہم تھی جیسے کسی گہرے کنواں سے آ رہی ہو"

میم اسماء نے اسکو دیکھا: "عروش رب تو معاف کر دیتا ہے وہ تو انتظار کرتا ہے کہ اسکا بندہ اسکے پاس آئے"

www.novelsclubb.com

اس نے کہا ساری زندگی گناہوں میں گزاری ہے بس اک بار میرا بندہ کہہ دے کہ رب مجھے معاف کر دے میں اسکو معاف کر دوں گا"

وہ اپنے کریم رب کے رحم کو سن کر اور آنسو بہانے لگی

سب لوگوں نے واپسی کی تیاری کی اور سائرہ نے جو برقعہ خریدا تھا وہ در حقیقت

عروش کے لیے ہی خریدا تھا کیوں کے رب کی حکمت ہی یہی تھی۔

برقعہ پہنے وہ بس میں بیٹھی رب کو پکار رہی تھی۔

اے اللہ مجھے آپ سے محبت ہے مجھے آپکے ہر حکم سے محبت ہے مجھے آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھنا اور اپنے محبوب بندوں میں شامل کرنا۔

آج کافی سال گزر چکے ہیں لیکن وہ یہ ایمان لوگوں میں بانٹ رہی ہے آج وہ اک اسلامک انسٹیٹیوٹ کی انچارج ہے اور ایک معلمہ کا فرائض انجام دے رہی ہے

اس نے اپنا یہ عشق اپنی بیٹی کو بچپن سے سیکھایا ہے اور آج وہ رب کا قرب حاصل کر چکی ہے

مما! اریشہ نے اپنی حجاب کی پن آگے بڑھتے عروش کی طرف دیکھا۔

جی میری جان میں لگاتی ہوں پانچ سال کی اریشہ اپنی مما سے پن لگا کر مسکرانے لگی

جب خدا عطاء کر دے اک ماں کو دین

پھر اولاد ہوتی ہے رب سے قریب

اپنی ماں کا ہاتھ تھامے وہ یہ لفظ دوہرا رہی تھی

یااللہ مجھے آپ سے محبت ہے۔۔۔

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

حافظہ ارم شاہین

محترمہ کا نام حافظہ ارم شاہین ہے۔ان کا تعلق بورے والا شہر سے ہے۔12 سال کی عمر میں اللہ پاک نے مکمل قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔درس نظامی کا چھ سالہ کورس کیا ہے الحمدللہ۔کتابیں پڑھنے کا بچپن سے بہت شوق ہے۔ان کو چوڑیوں کے بجائے پیسے جمع کر کے کتابیں خریدنا پسند ہے۔اور کتابوں کی نسبت سے لکھاریوں سے بہت انسیت ہے۔

یہ ان کی پہلی تحاریر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ " یہ اپنی پیاری میم چندا آمنہ صاحبہ کی دل سے مشکور ہیں جن کی بدولت ان کو اللہ پاک نے لکھنے کا شرف عطا فرمایا" الحمدللہ ثم الحمدللہ

www.novelsclubb.com

قرآن پاک کی روشنی میں حقیقی زندگی

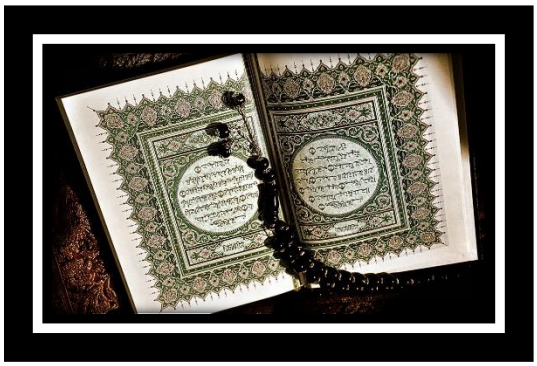

سورۃ العصر

قسم ہے زمانے کی

جس بات کو اللہ پاک قسم سے بیان فرمائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بات بڑی اہم اور ضروری ہے۔

قرآن پاک کی ایک مختصر اور بظاہر چھوٹی سے سورت پاک والعصر یہ قرآن پاک کا ایک معجزہ ہے کہ کم سے کم الفاظ میں علوم و معارف کے سمندر بند کر دیئے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اگر لوگ اس سورت میں ہی غور کریں تو مسلمان کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے صرف یہ سورت ہی کافی ہے"

جس قدر علوم و معارف ، احکام و اعمال اس سورۃ مبارکہ میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ اگر مسلمان صرف اسی سورت کو سمجھ لیں اور اس پر عمل کر لیں۔ تو ان کی دنیا و آخرت سنور سکتی ہے۔

وَالۡعَصۡرِ اللہ رب العزت فرماتا ہے مجھے قسم ہے زمانے کی اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ بے شک، تحقیق انسان سارے انسان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت امیر ہو یا غریب سب خسارے میں ہیں، نقصان میں ہیں۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ نیک عمل کیے، اچھے عمل کئے وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ اور ایک دوسرے کو حق بات کی وصیت، تاکید اور تبلیغ کرتے رہے وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت اور تبلیغ کرتے رہے۔

جن لوگوں میں یہ چار صفات پائی جائیں وہ ہر گز اس دنیا میں گھاٹے اور خسارے میں نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں میں یہ چار صفات نہ پائی جائیں وہ سراسر نقصان میں ہیں سراسر وبال میں ہیں۔ اور یہ دنیا کی زندگی ان کیلئے سراسر خرابی ہی خرابی ہے۔

اس سورۃ مقدسہ کا اجمالی طور پر مختصر ترجمہ پیش کیا۔

اب تھوڑی سی تفصیل کی طرف آتے ہیں۔اس سورۃ کا مفہوم سمجھنے کیلئے سب سے پہلے اس کا شان نزول سمجھنا ضروری ہے۔یہ صورت کن حالات واسباب کی وجہ سے نازل ہوئی۔

شانِ نزول

اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق مشرف باسلام ہوئے ۔نبی کریم ﷺ کا کلمہ پڑھ کر انہوں نے اعلانِ اسلام کر دیا تو کفار مکہ ششدر اور حیران رہ گئے۔کیونکہ ابو بکر اس مرتبہ و مقام کے حامل تھے کہ پورے عرب میں آپ کی تجارت کا شہرہ تھا۔مکہ کی بزازی کی تجارت آپ کے کنٹرول میں تھی۔ آپ مکہ کے چیمبر آف کامرس کے پریذیڈنٹ تھے۔لوگ اپنے تجارتی اور دنیاوی معاملات کو حل کروانے کیلئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔آپ کا خاندان اشراف عرب میں مانا ہوا ہے۔کلاہ بن اسید جس کا عہد جاہلیت میں حضرت ابو بکر سے بڑا یارانہ تھا۔وہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے ابو بکر تم بڑے سمجھ دار آدمی تھے بڑے

دانشور تھے۔ تمہاری تاجرانہ مہارت مسلم تھی تمہارا ہر سودا نفع بخش ہوا کرتا تھا۔ یہ تمہیں کیا ہوا؟ کہ تم نے ساری عظمتیں، عزتیں چھوڑ دیں اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑ دیا اور آقا علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا جس کے پاس کھانے پینے کا سامان بھی کوئی نہیں۔۔۔۔

یہ طعنے مشرکین نے حضرت صدیق اکبر کو دیئے آپ نے ان کے طعنے سنے اور مسکرائے مسکرا کر فرمانے لگے۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے دنیا چھوڑی، کاروبار چھوڑا شہرت اور عزت چھوڑی آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑا اللہ رب العزت کی توحید کو مانا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کیا۔ میں نے حق بات پر عمل کیا۔ میں نے اپنی عاقبت بہتر کر لی۔ یہ دنیا چھوڑنے پر یہ مال ومتاع دینے پر اللہ پاک کی قسم!

مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا۔۔۔۔ مجھے کوئی خسارہ نہیں ہوا۔۔۔۔ میرے دل میں کوئی وہم نہیں۔۔۔۔ میرے دماغ کو کوئی فکر نہیں کہ میں روزی کہاں سے کھاؤں گا، مجھے رزق کیسے ملے گا۔۔۔۔؟ میرے پیدا کرنے والے نے میری پیدائش سے

پہلے میرے رزق کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔

یہ سورۃ حضرت صدیق اکبر کی تائید میں اتری ہے۔ معلوم ہوا حضرت صدیق اکبر کی بات بھی اللہ کو اتنی پسند ہے کہ ان کی بات کی لاج رکھنے کیلئے ان کی صداقت کی حفاظت کیلئے ان کے قول کی سچائی کیلئے اللہ رب العزت بھی گواہ بن کر فرما رہا ہے کہ ابو بکر سچا ہے۔

خسارہ

خسارہ کس کو کہتے ہیں؟ کاروبار میں خسارہ۔۔۔۔ دکانداری میں خسارہ، کارخانے میں خسارہ آگیا۔۔۔۔ ہر کاروبار کرنے والا اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ خسارہ کہتے ہیں اصل پونجی لٹ جائے یا اصل پونجی میں کمی آجائے تو اس کو خسارہ کہتے ہیں۔۔۔۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ سارے انسان خسارے میں ہیں۔

مطلب کیا ہوا؟

کہ ہر انسان کی اصل پونجی کم ہو رہی ہے۔ ہر انسان کی اصل پونجی ضائع ہو رہی ہے۔ اس لیے سارے انسان خسارے میں ہیں۔

عمر اصل پونجی ہے

قرآن کی روشنی میں انسان کی اصل پونجی اس کی عمر ہے۔۔۔۔۔انسان کی عمر کے جو اوقات ہیں یہ ہماری اصل پونجی ہے۔۔۔۔یہ راس المال ہے۔۔۔۔ہماری عمر اصل سرمایہ ہے۔۔۔۔ہماری زندگی کے شب و روز ماہ و سال۔۔۔۔دن اور راتیں یہ جس کو ہم وقت کہتے ہیں۔

یہ ہماری اصل پونجی ہے۔اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ہم اپنی آخرت کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔

نفع کس کو ہے؟

اِلَّا الَّذِیۡنَ آمَنُوا۔۔۔۔۔وہ خوش نصیب انسان جس کا دن اور جس کی رات حالت ایمان میں گزری جو کلمہ پڑھ رہا ہے جو ایمان کی دولت سے مشرف ہے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو دن اور رات نیک اعمال کی کوشش کرتا ہے ، نیک اعمال میں مصروف رہتا ہے ، نمازیں پڑھتا ہے ، روزے رکھتا ہے ، زکوۃ دیتا ہے ، صدقہ دیتا ہے ، حج کرتا ہے ، نوافل پڑھتا ہے اور تہجد ادا کرتا ہے۔قرآن پاک کی تلاوت کرتا

ہے، لوگوں کو نیکی کی تبلیغ کرتا ہے، حق کا ساتھ دیتا ہے، نیک کاموں کا حکم دیتا ہے۔ برے کاموں سے روکتا ہے، دین کے رستے میں اگر مشکلات آجائیں تو صبر کر کے جوان مردی سے ان مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے وہ انسان کامیاب ہے۔ باقی سب ناکام ہیں خسارے میں ہیں بادشاہ بھی خسارے میں۔۔۔

دنیا دار بھی خسارے میں۔۔۔۔ تاجر بھی خسارے میں۔۔۔۔ کارخانہ دار بھی خسارے میں۔۔۔۔ زمیندار بھی خسارے میں۔۔۔۔ کوٹھیوں والے بھی خسارے میں۔۔۔۔۔ کاروں والے بھی خسارے میں۔۔۔۔ یہ بڑی بڑی ملوں والے بھی خسارے میں ہیں۔

ہر انسان خسارے میں جارہا ہے گھاٹے میں جارہا ہے۔ نفع میں وہ آدمی ہے جو یہ چار صفات اپنالے پہلی صفت ایمان ہے۔

دوسری صفت عمل صالح تیسری صفت وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لوگوں کو حق بات کی وصیت کرنا۔ حق کا ساتھ دینا اولاد کو نیک بناتا معاشرے میں پاکیزہ کردار ادا کرنا۔ معاشرے کے لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا۔

تیسری صفت کے بعد چوتھی صفت وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ دین کے رستے میں اگر مشکلیں آئیں۔۔۔ لوگ حوصلہ شکنی کریں تبلیغ دین کے رستے میں مشکلات آئیں۔۔۔۔ دین کا نظام چلانے میں نااہل قسم کے لوگ اگر تمہارے رستے میں رکاوٹیں کھڑی کریں تو ان کے مقابلے میں صبر کرو اور ثابت قدم رہ کر اللہ پاک کے دین کی خدمت کرتے چلے جاؤ اور مشکلات سے نہ گھبراؤ؟ جب آدمی یہ صفات اپنائے گا کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اور وہ نفع میں ہے تو وہ دنیا میں بھی کامیاب ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہے۔ اور جس آدمی نے یہ چار طریقے اختیار نہیں کیے۔ اس کی عمر ضائع ہو گئی۔ اس کی پونجی لٹ گئی وہ خسارے میں رہا اُس پر اللہ پاک بھی ناراض ہو گیا۔ آقا علیہ السلام بھی ناراض ہو گئے۔ اور وہ اللہ رب العزت کے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں وقت کی قیمت کا احساس دلائے اور ہم اپنے اوقات اور لمحات کو فضول کاموں میں گزارنے کی بجائے اللہ پاک کی یاد میں گزاریں۔۔۔ نماز میں گزاریں تلاوت میں گزاریں نیک محافل میں گزاریں نماز

جمعہ المبارک میں گزاریں مساجد میں گزاریں نیک لوگوں کی صحبت میں گزاریں اپنے اوقات ذکر کے حلقوں میں گزاریں کیونکہ اصل پونجی وہ ہے جو ہم نے نیک عمل کیے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین! وما علینا الا البلاغ۔

حافظہ ارم شاہین

www.novelsclubb.com

نعمتوں پہ شکر

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

نعمت سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ اور وہ نعمتیں بھی مراد ہیں۔ جن کا اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور نعمتوں کا چرچہ کرنے کا حکم اس لئے فرمایا ہے۔ نعمت کو بیان کرنا شکر گزاری ہے۔

اللہ پاک نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ زمین کو بچھونا بنایا۔ نیلے آسمان کو خوبصورت چھت بنایا۔ انسانوں کے لیے طرح طرح کے پھل اُگائے۔

ندیاں دریا سمندر رواں کیے۔

ہوا کو انسان کے لیے باعثِ راحت بنایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انسانوں کی خدمت کے لیے چوپائے پیدا کیے۔

پھر انہیں انسانوں کے ماتحت کر دیا۔

نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام ہے۔

ایک مسلمان کیلئے نعمتوں کی جان، نعمتوں کی شان، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے۔اور اس نعمت پہ سجدہ شکر ادا کرتے رہنا مومن کی پہچان ہے۔

اللہ پاک نے دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں احسان فرمایا جتلایا نہیں۔

اللہ پاک نے سننے کے لیے کان دیے احسان فرمایا جتلایا نہیں۔

اللہ پاک نے بولنے کے لیے زبان دی احسان فرمایا جتلایا نہیں۔

اللہ پاک نے چلنے کے لیے پاؤں دیے احسان فرمایا جتلایا نہیں۔

اللہ پاک نے تمام اعضاء سے نوازا احسان فرمایا جتلایا نہیں۔

آنکھوں کی قدر اندھے سے پوچھیں۔کانوں کی قدر بہرے سے پوچھیں۔زبان کی قدر گونگے سے پوچھیں۔ہاتھوں کی قدر محتاج سے پوچھیں۔پاؤں کی قدر معذور

سے پوچھیں۔ ہاتھ کٹ جائے ساری دنیا کی دولت کے عوض متبادل ہاتھ نہیں مل سکتا۔

بینائی ختم ہو جائے ساری دنیا کی دولت کے عوض آنکھوں کا نور نہیں مل سکتا۔

گویا کہ معلوم ہوا!

یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا کوئی نعم البدل نہیں۔

کیا ہم نے کبھی ان نعمتوں پہ شکر ادا کیا؟

ہم مال و دولت اور دنیا کی آسائشوں کے پیچھے اپنی زندگی کو برباد کر رہے ہیں۔

ہم سے مال چھن جائے ہم واویلا کرتے ہیں۔ ہم سے اولاد چھن جائے ہم واویلا کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر خسارے پر انسان ماتم کناں نظر آتا ہے۔

کبھی آخرت کے لیے یہ آنکھیں روئیں۔؟

زندگی کے چالیس سال عیاشی میں گزارے۔ ایک دن کیلئے تکلیف پہنچے، انسان واویلا شروع کر دیتا ہے۔ روتا دہائی دیتا نظر آتا ہے۔ کل تک کبھی نہیں کہا تھا کہ میں سجدہ شکر ادا کر لوں۔ میں اس پاک ذات کے سامنے تشکر کے آنسو بہالوں۔ یارب

میں اس قابل تو نہیں تھا۔ جتنا تو نے مجھے نوازا۔ یہ کُفرانِ نعمت کرنے والے کا حال ہے۔

لیکن شکر کرنے والا ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کو یاد کرتا ہے۔ یارب العالمین تیرا شکر تو نے مجھے بہت نوازا ہے۔ مجھ پہ اپنی رحمت فرمائی اپنے پیارے محبوب مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنایا۔ میرا شمار دینے والوں میں کیا۔ میرے دل میں اپنی مخلوق کیلئے محبت ڈالی۔ میرے عیبوں کی پردہ پوشی کر کے مجھے لوگوں میں معتبر بنایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

حافظہ ارم شاہین

www.novelsclubb.com

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

سائرہ مبین

محترمہ سائرہ مبین کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ادب سے لگاؤ بہت بچپن سے تھا۔ ناول پڑھنا ان کی عادت تھی تو اس عادت نے ہی دل میں لکھنے کی لگن پیدا کی۔ ایک خواہش جاگی دل میں کہ اس طرح لکھ سکتی ہوں کیا لیکن اس خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ان کے ایک سینئر سر (عون عباس) کا ہاتھ ہے جنہوں نے انہیں لکھنے پر آمادہ کیا۔ یہ ان کی بہت شکر گزار ہیں۔ لکھنے کا آغاز انگریزی کونٹینٹ لکھنے سے ہوا۔ اب الحمد للہ پندرہ سے زیادہ کتابوں میں شریک مصنفین کے طور پر لکھ چکی ہیں۔ بہت سے اخبارات اور میگزین میں ان کا لکھا شائع ہوتا ہے۔ آگے بھی اسی طرح کوشاں ہیں دعا ہے اللہ تعالی اس خواب کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

"تختہ زار پہ دل"

از قلم: سائرہ مبین

"میں کچھ بھی قبول کر سکتی ہوں ہار کے سوا مجھے ہارنا نہیں پسند کسی صورت میں بھی اور تم جانتی ہو جس دن میں ہاری وہ میری زندگی کا آخری دن ہو گا".

یہ الفاظ اس کے کانوں میں نشتر بن کے گھوم رہے تھے۔ وہ سوچ سوچ کے ہلکان ہو رہی تھی کہ آج اس نے خود اپنے لیے ہار کو چنا ہے وہ بھی ایسی کے جس کے بعد وہ کبھی جیت نہیں سکتی تھی"۔

اور سب سے بڑی بات کہ اس نے خود چنی ہار اپنے لیے وہ ایک ایسی سولی پہ کھڑی تھی جہاں دونوں طرف صرف تکلیف تھی۔

اس نے اس تکلیف کا انتخاب کیا جس میں صرف وہ جلے نہ کہ اس کے پیارے۔

✷✷✷✷✷

ثمن اوئے ثمن کہاں مصروف ہو؟ مجھے کچھ کام ہے تم سے۔ اس وقت ان کی ہمسائی ان کے گھر آ کے بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

وہ نماز پڑھ رہی ہے۔

باجی ! آتی ہوں خیر تو ہے ناں؟ کوئی ضروری کام ہے۔ نصرت جو اس وقت باہر بیٹھی سبزیاں کاٹ رہی تھی فوراً بولی۔

جی ہاں وہ اقراء کو پڑھانا ہے اس کے امتحان ہیں اور اسے آتا جاتا ہی کچھ نہیں تو میں

سوچا اسے کہہ دوں پڑھادے گی۔

اچھا! ہاں ہاں کیوں نہیں پڑھادے گی۔

جی جی آنٹی ! آپ بے فکر رہیں آپ اسے بھیج دیجیے گا میں اسے پڑھادوں گی انشاء اللہ۔اسی وقت وہ نماز پڑھ کے باہر آئی اوران کی مشکل کو آسان کر دیا۔

ماشاءاللہ ! بہت اچھی بچی ہے آپ کی نصرت کیا تربیت کی ہے کبھی جو اس کے منہ سے ناں نکلی ہو۔ جیتی رہو اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔

اور واقعی وہ ایسی ہی تھی جب بھی جو بھی بولتا وہ فوراً مان لیتی تھی۔اس نے کبھی نہ نہیں بولا تھا وہ بہت ہی حساس تھی ہر ایک کا خیال رکھنا اس کی پہلی ترجیح ہوتی تھی۔ خاص کر اپنے والدین کی بات اس نے کبھی نہیں ٹالی تھی بلکہ اس کے والدین کا کہا اس کے لیے حکم آخر ہوتا تھا۔

اگلے دن جب اقراء آئی وہ اپنے ساتھ اس سحر کو لائی تھی جس نے اسے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا اور وہ اپنے سارے بچپن کے سبق اپنی عادات اور اپنے اصول یہاں تک کے اسے پورے کا پورا بدل کے رکھ دیا تھا۔

★★★★★

اسلام علیکم ! ثمن آپی کیسی ہیں آپ یار ؟؟ میں پڑھنا کوئی نہیں ہے آپ کو پتہ ہے مجھے نہیں پسند۔

بری بات اقراء ایسے نہیں کہتے تمہیں پتہ ہے نہ پڑھائی کتنی اہم ہے ؟

اچھا اچھا آپی ! سنیں ناں ! !

پڑھائی کے دوران اس نے ایک لفافہ ثمن کو پکڑا دیا اور کہا کہ آپی کسی کو نہیں بتایئے گا۔ یہ قمر بھائی نے دیا ہے آپ کے لیے مجھے مجبوراً لانا پڑا۔

وہ حیران رہ گئی قمر اس کے لیے کیا لکھ سکتا تھا۔ وہ تو بہت اچھا اور نہایت شریف لڑکا تھا پورا محلہ اس کی تعریفیں کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنے ابو سے سنا تھا کہ بہت اچھا بچہ ہے بڑا ہی نیک اور فرماں بردار سب کی عزت کرتا تھا اور ساتھ میں حافظ قرآن بھی تھا۔

اور خاص کر جب بھی انہیں کوئی کام ہوتا گھر کا کچھ بھی منگوانا ہوتا اس کی امی اسے ہی کہہ دیتی تھیں اور وہ فوراً کر دیتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے حیرت سے اس لفافے کو دیکھا پھر اقراء کی بات کہ کسی کو نہیں بتایئے گا اس نے اسے ایک سائیڈ پہ رکھ دیا اور اقراء کو پڑھانا شروع کر دیا۔

جیسے ہی اقراء گئی اس نے فوراً وہ لفافہ کھولا اور اس کو پڑھنا شروع کر دیا جس کا ایک ایک لفظ پڑھ کے وہ ساکت ہو گئی۔

✱✱✱✱✱

اگلی صبح اقراء پھر لفافہ لے کر آئی اس نے اسے کہا کہ وہ انہیں واپس کر دے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اقراء وہ لفافہ لے کر آ گئی کہ آپی انہوں نے درخواست کہ ہے کہ پڑھ لیں آئندہ وہ کبھی نہیں لکھیں گے۔

اس نے خاموشی سے وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

www.novelsclubb.com

اب وہ سوچ رہی تھی کہ پڑھے یا نہیں؟

اسے وہ پچھلا سارا لکھا ہوا خط یاد آیا۔

اسلام علیکم !! سب سے پہلے معذرت میں نے آپ کے لیے کچھ لکھا اگر غلط لگا تو معذرت۔ لیکن اب میں اپنے جذبات نہیں چھپا سکتا۔ میں آپ سے بے پناہ محبت

کرتا ہوں اتنی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں آپ کو اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں کیا آپ میرا ساتھ دیں گی؟؟ اگر آپ ہاں کریں گی تو میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر بھیج دوں گا نہیں تو آپ خوش رہیں لیکن ہاں میرے دل میں صرف آپ ہیں اور آپ ہی رہیں گی۔ میں ہمیشہ آپ کا منتظر رہوں گا۔

اور وہ جو سب سے کترا کہ رہنے والی لڑکی تھی اس کی باتوں میں آگئی اور اس کی محبت کے جال میں پھنستی چلی گئی۔

★★★★★

کتنے سال گزر گئے وہ اسے سوچتی رہتی اور اقراء سے اس کے بارے میں پوچھتی رہتی تھی لیکن اس نے دوبارہ کبھی خط نہیں لکھا تھا اور اس خط میں بھی معذرت کی تھی کہ آپ کو برا لگا ہے تو سوری آئندہ نہیں لکھوں گا۔ لیکن خدا کے لیے میرے جذبات کو غلط رنگ نہ دیجیے گا۔ آخر کار دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ثمن نے خط لکھا اور اسے کہا کہ وہ رشتہ بھیجے۔

★★★★★

وہ اس کے خط کے بعد تیسرا دن تھا جب قمر کی امی آئی تھی اسے لگا وہ رشتہ لے کر

www.novelsclubb.com

آئی ہیں۔

نصرت باجی بھائی کہاں ہیں؟ آتے ہی ان کا پہلا سوال یہی تھا۔

وہ تو نماز کے لیے گئے ہیں آپ بیٹھیں بہت دن ہو گئے ہیں چکر ہی نہیں لگایا۔

کس لیے لگاتی بہن ہمارے گھر تو قیامت آئی ہوئی ہے۔

خیر تو ہے ناں؟ باجی

ہاں میرا بیٹا ایک چڑیل کے عشق میں ایسا پاگل ہوا پڑا ہے کہ اسے اس کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آ رہا۔

ہین!! قمر تو بڑا اچھا بچہ ہے وہ ایسا نہیں دکھتا؟

ہاں آپ کی بیٹی بھی بڑی شریف دکھتی ہے لیکن ہے نہیں؟

اسی دوران ثمن کے ابو کمرے میں داخل ہوئے۔

بہن آپ کہنا کیا چاہتی ہیں کھل کر بولیں ناں؟

میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اپنی بیٹی کو روک کے رکھو کیوں پیچھے پڑ گئی ہے وہ میرے بیٹے کے۔

زبان سنبھال کے بات کرو آپ عورت ہو تو عزت کر رہا ہوں میری بیٹی پہ بولنے سے پہلے سوچ لو۔

سوچ کے ہی بولا ہے بھائی صاحب ! اسی نے خط لکھا ہے کہ میرے لیے رشتہ بھیجو۔

اور میرا بیٹا اپنی بچپن کی منگنی توڑنے کو تیار ہے اس کے پیچھے اور میں اپنے رشتے نہیں توڑ سکتی۔آپ کی بیٹی کے پیچھے سمجھالو اسے میرے گھر کی بہو تو وہ کسی صورت نہیں بن سکتی۔

کیا یہ سہی بول رہیں ہیں ثمن؟ ان کے جانے کے فوراً بعد ابو نے پوچھا اور وہ خاموش ہو گئی اور اس کے ابا جان بے ہوش.

www.novelsclubb.com

✷✷✷✷✷

اماں میں شادی کروں گا تو صرف انہیں سے نہیں تو میرا مرا ہوا منہ دیکھیں گی آپ اللہ نہ کرے۔میں ان لوگوں کو جواب دے آئی ہوں دوبارہ نام نہ لینا اس کا۔

ادھر ثمن کے ابا جان کا اٹیک ہو گیا تھا تو ادھر قمر نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔

لیکن خوش قسمتی سے وہ بچ گیا۔

اس کی امی ان کے گھر دوبارہ آئی معافی مانگی اپنے کیے پہ اور ساتھ میں ثمن کا ہاتھ مانگا کہ اس سے غلط فہمی ہو گئی تھی جو بھی بولا اس نے۔

بھائی میں دل سے معزرت خواہ ہوں وہی میں کہوں کہ یہ اتنی پیاری بچی کیسے کر سکتی ایسا کچھ ؟

لیکن غلطی ساری میری ہے مجھے پہلے سارا کچھ جان لینا چاہیے تھا۔

بہن ! آپ نے معذرت کی کافی ہے میرے لیے اب دعا ہے کہ اللہ میری بیٹی کے نصیب اچھے کرے۔

رشتہ تو میں اس کا کر چکا ہوں بہت پہلے آپ دوبارہ اس کے لیے نہیں آیئے گا۔ باقی جب آپ کا دل کرے آئیں۔

★★★★★

آج اس کی زندگی کا خوبصورت دن تھا جس کے اس نے بہت سے خواب دیکھے تھی لیکن اس کے خوابوں کا شہزادہ کوئی اور تھا۔

اس کی زندگی میں آنے والا لڑکا اس کی محبت نہیں تھا۔اور آج وہ اپنی ہار پہ نہ روئی، نہ تڑپی، نہ ہی اسے موت آئی۔آج اس نے اپنی ہار کو بخوشی تسلیم کیا تھا۔

اس کی دوست امل نے جب پوچھا کہ "تم نے ایسا کیوں کیا جانتی ہوں میں، تم خوش نہیں ہو پھر بھی؟

امل! مجھے ہار نہیں پسند جانتی ہو کیوں؟ کیوں کہ میرے ابو جی کو مجھ پہ بہت مان تھا بہت فخر تھا کہ میری بیٹی یہ کر سکتی ہے میری بیٹی یہ کر لے گی۔ میں ہمیشہ جیتی کیوں کہ میری جیت کے پیچھے ان کی خوشی تھی۔لیکن آج پتہ ہے کیوں ہاری کیوں کہ میری ہار کے پیچھے ان کی خوشی ہے اور میں ان کا مان ان کی خوشیاں نہیں چھین سکتی ان سے اور ہاں میں کسی سے محبت نہیں کرتی بس وقتی لگاؤ تھا اس کی باتوں سے اور کیا فرق پڑتا کہ ہمیں کیا ملے مجھے اس بات سے فرق پڑتا کہ میرے ابو جان خوش ہیں نہیں بس۔

اور آج وہ ہار کے بھی جیت گئی تھی اپنے بابا کی بات مان کے اسے وہ یاد آیا۔

بیٹا میں نہیں جانتا آپ اسے پسند کرتیں یا نہیں وہ اچھا ہے میں جانتا ہوں بہت اچھا

ہے اگر آپ اس سے شادی کرنا چاہتی ہیں تو مجھے بتا دیں میں آپ کی شادی کروا دوں گا۔

نہیں ابو جان! مجھے آپ جہاں کہیں گے میں وہاں شادی کروں گی ہاں شاید مجھ سے غلطی ہوئی جذبات میں لیکن اب ایسا کبھی نہیں ہو گا ابو جی اس دفعہ معاف کر دیجیے۔

مجھے یہی امید تھی بیٹا خوش رہو؟ اور وہ چپ رہی نہیں جانتی تھی خوش ہے یا اداس لیکن اس کے ابو جان ٹھیک تھے اس کے لیے کافی تھا۔

www.novelsclubb.com

منظم حیات

محترمہ کا نام منظم حیات ہے۔ شہر فرید پاکپتن سے تعلق ہے۔ایم اے اردو اور درس نظامی کے سال دوم میں تعلیم جاری ہے۔انہوں نے میٹرک سے لکھنا شروع کیا۔اور باقاعدہ لکھتے ایک سال ہونے کو ہے۔ بہت سے موضوعات پر قلمبندی کر چکی ہوں۔

www.novelsclubb.com

ملک کے مختلف اخبارات میں کالم شائع ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ کئی میگزین کا حصہ ہیں۔نو آموز کالم نگار اور سٹوری رائٹر ہیں۔ معمولی سی معلمہ بھی ہیں۔

ہاتھوں میں قلم کا آجانا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔انہیں لکھنے کا شوق بچپن سے تھا۔ مگر یہ ہر انسان کو ورثے میں نہیں ملتا۔ جس طرح انہیں یہ عطا کیا گیا۔ان کے

ہاتھوں میں قلم کا ہونا خداداد صلاحیت ہے۔

انسان کا نام اس کی پہچان کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ وقت کے ساتھ ان کا قلم ان کی پہچان ضرور بنے گا۔ جس نے ادب کی دنیا میں انہیں متعارف کروایا۔

یہ "بہت زیادہ لکھنا اور لکھتے جانا" کو فوقیت نہیں دیتی۔ ان کا کہنا ہے "کم لکھیں مگر ایسا لکھیں کہ ایک ایک حرف دل میں اترتا محسوس ہو"۔ وقت کے ساتھ اور بشرط زندگی قلم کی بدولت ایک شناخت بنا کر دنیا سے رخصت ہو گی۔

www.novelsclubb.com

"حویلی"

منظم حیات

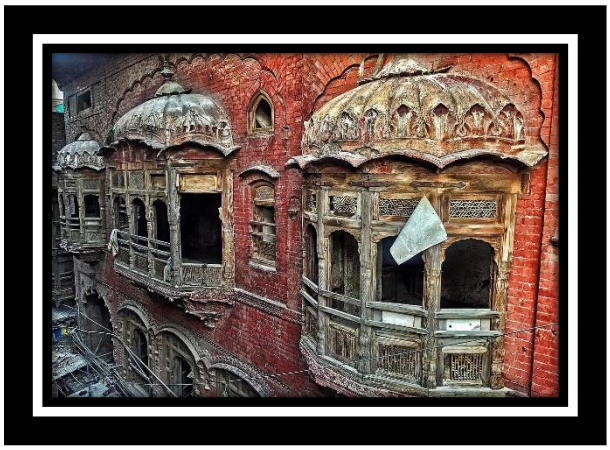

وہ راہداری کی طرف جاتی سیڑھیوں پر بیٹھی حویلی کی بلند و بالا دیواروں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے ان دیواروں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بھلا پرانی اور بوسیدہ دیواروں میں کسے دلچسپی ہو سکتی ہے؟؟

اور حویلی کی یہ دیواریں بوسیدہ ہونے کے ساتھ کئی جگہوں سے اکھڑ بھی چکی تھیں۔ وہ تو ان دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار سے کندہ تحریروں کو دیکھتی رہتی تھی۔ گہری اور مختصر یہ تحریریں وہ بچپن سے لڑکپن کا سفر طے کر چکی تھی۔ اسے ان دیواروں سے نہیں بلکہ ان تحریروں سے انسیت تھی۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ لائینیں لکھی تھی جو اسے کبھی سمجھ نہیں آئی تھیں۔

"محبت کی سخت مار برداشت کرنے اور اذیت سہنے سے بہتر ہے کہ تم اس حویلی کی ان اونچی دیواروں سے باتیں کر لو۔ یقین جانو یہ محبوب کے دل سے زیادہ پتھریلی نہیں"

وہ دن میں کئی بار ان لفظوں کو پڑھتی اور سمجھنے کی کوشش کرتی، مگر شاید وہ کم فہم تھی۔

حویلی کا یہ حصہ پچھلی طرف راہداری سے بائیں جانب تھا۔ جہاں وہ اس وقت بیٹھی تھی۔ یہ حصہ باقی حویلی کی نسبت کافی پرانا اور خستہ ہو چکا تھا۔ مگر اس حصے کی درستگی کی طرف کبھی کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ اس کے باوجود وہ اس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ جہاں پھول، پودوں کے ساتھ مٹی کی خوشبو طبیعت پر خوشگوار اثر ڈالتی تھی۔ وہ خاموشی سے دیوار کے ہر حصے پر تھوڑے فاصلے پر لکھی ان باتوں کو پڑھتی، سوچتی اور پھر نا سمجھی کے انداز میں سر ہلاتی، حویلی کے مرکزی حصے کی طرف چلی جاتی، جہاں اپنی طرز کی ایک مکمل دنیا آباد تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارے! کہاں چلی جاتی ہو وردہ؟ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔ بی جان نے وردہ کو آتے دیکھ سکھ کا سانس لیا۔

"آپ کو معلوم تو ہے بی جان! میں اس وقت کہاں ہوتی ہوں۔ حویلی کے پچھلے حصے میں تھی۔"

"تو میری چندہ اب تو ہی بتا، وہاں تک کیسے جاتی تجھے بلانے۔ ایک تو پتہ نہیں اس ٹوٹے پھوٹے حصے میں تجھے کیا سکون ملتا ہے جو بھاگی جاتی ہے۔ مجھے اکیلے چھوڑ کر خود غائب ہو جاتی ہو۔ یہاں سردی زیادہ ہو رہی تھی۔ میں خود اندر چلی جاتی مگر میری چھڑی اندر رکھی ہے۔" وہ یوں ہی انہیں خاموشی سے سنتی رہی، ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کمرے میں جا کر لٹایا۔ اور خود اپنے اور ان کے لیے کھانا لینے کچن کی جانب چل دی۔

اس بھری پڑی حویلی میں وہ دونوں ایک دوسرے کا واحد سہارا تھیں۔ ورنہ کسی اور کے پاس ان کے لیے وقت نہیں تھا۔ مگر جب بھی ان سے ملتے محبت سے ملتے۔ وردہ کے والدین عمرے کے لیے گئے تو پھر کبھی واپس نہ آئے۔ واپسی پر کار حادثے میں موقعے پر ہی دم توڑ گئے۔ وردہ بارہ سال کی تھی۔ وردہ کو بی جان نے ہی پال پوس کر بڑا کیا۔ اس حویلی میں اس کے دو تایا ابو اور ایک چچا بھی مقیم تھے۔ یہ تمام دولت، جائیداد چاروں بھائیوں کو ورثے میں ملی تھی۔ جسے بعد میں باہمی مشورے سے الگ الگ پورشن میں تقسیم کر دیا گیا۔ تاکہ آپس کی محبتیں کسی تنازعے کا باعث

نہ بنے۔وقت نے ثابت کر دیا تھا کہ یہ فیصلہ کس قدر مفید ثابت ہوا ہے۔

اس حویلی کی دیواریں ضرور بلند تھیں مگر وہاں کے لوگوں کے دل انتہائی نرم اور معاملہ فہم تھے۔وہاں ہر شخص کو اپنے مطابق جینے، فیصلے کرنے کا حق حاصل تھا۔ وردہ کے والدین کی وفات کے بعد ایمان داری کے ساتھ تمام حصہ بی جان کے حوالے کر دیا گیا کہ ٹھیک وقت آنے پر اس کی امانت اس کے حوالے کر دیں۔بی جان اپنی زندگی میں یہ کام کر دینا چاہتی تھی مگر وردہ کو ان چیزوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ اکثر کہتی تھی۔بی جان یہ سب آپ کے پاس رہے گا۔ میں اتنی بااختیار نہیں کہ یہ سب سنبھال سکوں۔اور کسے معلوم زندگی کتنی ہے؟؟

"قسمت کے فیصلے بعض اوقات انسان کی سوچ اور ارادوں سے کہیں مختلف ہوتے ہیں۔ وقت کب کس رنگ میں ہمارے سامنے آجائے، ہمیں قطعی خبر نہیں ہوتی"۔

وہ حویلی کے پچھلے حصے کی جانب بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔جب اس نے عقب سے خوبصورت اور پر سوز مردانہ آواز سنی۔

"یہ کس کی آواز ہے؟اتنی صبح حویلی کے اس حصے میں میرے علاوہ تو کبھی کوئی نہیں آیا" وہ فجر کی نماز اور تلاوت کے بعد اپنے لیے چائے بنا کر سیڑھیوں پر بیٹھ گئی اور اب یہ آواز۔۔۔۔۔۔۔۔

مگر وہ زیادہ دیر خود کو حیران نہ ظاہر کر سکی اور آواز کے سحر میں کھو گئی۔

ہوا کی تیزی سے پتوں میں سنسناہٹ ہوئی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔وہ اس قدر مگن ہو گئی تھی کہ دیوار کے دوسری طرف موجود انسان کو دیکھ بھی نہ سکی۔ حالانکہ وہ صرف کھڑی ہو کر چھوٹی سی دیوار کے اس پار آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔

اس کے بعد پورا دن وہ اس آواز کے متعلق سوچتی رہی۔

"کیا کسی کی آواز اس قدر خوبصورت بھی ہو سکتی ہے؟

وہ اگلے ایک ہفتے مسلسل اس آواز کو سنتی رہی۔وہ اس آواز کو سننے کے بعد ارد گرد سے بیگانہ ہو جاتی۔اس قدر گم کہ اس شخص کو دیکھنے کی کبھی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی۔

اسے بی جان کو ناشتہ کروانا تھا سو وہ سوچوں پر پہرے بٹھاتی اٹھی اور دیوار کے اس

پار دیکھا۔ مگر وہاں ہمیشہ کی طرح کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

سردی بڑھنے سے بی جان کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ اب اکثر انہیں بخار ہو جاتا یا وہ رات بھر کھانستے رہتی۔ وردہ ان کے لیے بے حد پریشان تھی۔ وہ اپنے چچازاد کو بلا کر لائی تاکہ بی جان کا معائنہ کر سکے۔ چچا جان کا ایک ہی بیٹا تھا اور پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھا۔

زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے گڑیا، بس موسم کی تبدیلی کے آثار ہیں۔ ان شاءاللہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ یہ کچھ دوائیاں ہیں جو دودھ کے ساتھ انہیں دیتی رہنا۔ اچھا بی جان میں چلتا ہوں، صبح پھر چکر لگاؤں گا۔ مجھے ہسپتال جانا ہے اور وردہ گڑیا کوئی بھی پریشانی کی صورت میں مجھے فوراً اطلاع کرنا۔ طلحہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور چلا گیا۔ وہ بی جان کے پاس آکر بیٹھی اور ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔ جہاں کسی کو کھونے کا خوف واضح محسوس ہو رہا تھا۔ بی جان نے بازو پھیلائے اور اسے پاس بلایا۔

"ادھر آ میرے پاس، میری چندہ پریشان کیوں ہوتی ہے؟؟؟ میں اب پہلے سے

کافی بہتر ہوں۔ تم تو میری بہت سمجھدار اور بہادر بیٹی ہو۔"

"بی جان آپ کو پتہ ہے نا میرا دل کتنا نازک ہے۔ یہ اتنا بڑا زخم برداشت نہیں کر سکتا، نا ہی کوئی بڑا دکھ جھیل سکتا ہے" وہ یونہی ان کے بازو پر سر رکھے روتی رہی۔

بی جان کی طبیعت خرابی کے باعث وہ کہیں دن وہاں نہ جا سکی۔ اب وہ قدرے بہتر تھیں۔ وہ فجر کے بعد معمول کی طرح ننگے پاؤں وہاں آ کر بیٹھ گئی۔ مگر کافی وقت گزرنے کے بعد بھی اسے آج وہ آواز سنائی نہ دی۔ وہ انتظار کی کیفیت میں کتنے ہی لمحے وہاں بیٹھی رہی۔ مگر بولنے والا شاید آج اس کے اندر کی طرح خاموش تھا۔ اس نے گھٹنوں پر سر رکھا اور آنکھیں موند لیں۔ اب وہ آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔ اس لگا کوئی اس کے کانوں میں بہت قریب سے رس گھول رہا ہے۔ کچھ لمحے بعد اس نے سر اٹھایا تو وہاں ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ وہ آواز اس کے اندر سے کہی اب بھی ویسے ہی آ رہی تھی۔ اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو وہ آنسوؤں سے تر تھا۔ یوں اسے پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ وہ آواز اس کے لیے کس قدر ضروری ہو چکی ہے۔ وہ اس آواز کے عشق میں مبتلا ہو چکی تھی۔

وقت بہت تیزی سے گزر جاتا ہے۔ مگر بعض اوقات انسان کی زندگی میں وقت ایک لمحے پر ٹھہر سا جاتا ہے۔ وردہ کے لیے بھی وقت تھم سا گیا تھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ چپ چپ سی رہنے لگی تھی۔ اپنے معمول کے کام کرنے کے بعد وہ ان اونچی دیواروں کے پاس جا کر اپنا آپ بیان کرتی۔ وہ بظاہر خاموش رہتی، مگر وہ خاموش دیواریں خاموشی کی زبان سمجھتی تھیں۔

"بعض اوقات انسان کے اندر کس ایسی شے کی طلب بڑھ جائے جسے وہ حاصل نہ کر سکے تو وہ اسے آہستہ آہستہ ختم کرنا شروع کر دیتی ہے"۔

وہ دیوار پر لکھی اس تحریر کو پڑھتے ہوئے چونکی۔ اس کے کانوں میں وہی رس گھولتی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے اٹھی اور دوڑتی ہوئی دوسری جانب گئی۔ ننگے پاؤں ٹھنڈی گھاس پر، بنا پلکیں جھپکائے وہ اسے دیکھے گئی۔ آج وہ اسے سن نہیں رہی تھی بلکہ دیکھ رہی تھی۔ اور دیکھتے دیکھتے پتھر کا مجسمہ ہو گئی۔

"کیا کوئی اس قدر بھی خوبصورت ہو سکتا ہے؟"

وہ معلوم نہیں کتنا وقت ویسے کھڑی رہتی، مگر کسی نے آ کر اس کے سامنے ہاتھ

ہلایا۔

"آپ غالباً وردہ ہیں؟ میں بدر الزمان، آپ کی تائی جان یعنی میری پھوپھی جان نے بتایا تھا کہ حویلی کے اس حصے میں آپ لوگ رہتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک تو ہیں؟"

وہ اس کی حالت دیکھ کر یہی اندازہ لگا سکا کہ شاید وہ ٹھیک نہیں ہے۔ پاؤں بغیر جوتے کے، شال کندھوں پر لڑھکتی ہوئی، بکھرے بال، سرخ آنکھیں، مگر وہ اسے سن ہی کب رہی تھی بس دیکھے جا رہی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں، کہہ کر وہ اسی تیزی سے واپس پلٹ گئی۔"

مگر وہ پلٹا نہیں تھا، کئی لمحے وہی کھڑا ہو کر اس حیرت کے مجسمے کو سوچتا رہا۔ وہ کوئی پھول تھی جو اس کے ارد گرد کو معطر کر گئی تھی۔

بی جان اسے دیکھ دیکھ کر پریشان رہنے لگیں۔ مختلف قرآنی آیتیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکتی، صدقہ اتارتی۔ وہ اب اسے حویلی کے پچھلے حصے کی جانب بھی نہیں جانے دیتی تھی کہ شاید بچی کو وہی سے کچھ ہوا ہے۔

بات تو صحیح تھی۔ وہ اس دن واپس آنے کے بعد دوبارہ وہاں نہیں گئی۔ وہ آواز، وہ چہرہ آنکھوں کے راستے دل میں اتر گیا تھا۔ اور وہ اس تصویر کو دل کے نہاں خانوں میں چھپا گئی تھی۔ وہ بدر الزمان تھا، "زمانے کا چاند" بھلا اس کی زندگی کا چمکتا ستارا کیوں بنتا؟؟ وہ گھنٹوں بیٹھی اسے سوچتی رہتی۔ دل میں موجود اس واضح عکس کو دیکھتی رہتی۔ رات اکثر جاگتے گزر جاتی۔ وہ بیمار رہنے لگی۔ وہ جو کھلا ہوا "گلاب کا پھول" تھی۔ اب مرجھانے لگی تھی۔ وہ دل میں موجود محبت کے اس جہان کی خبر کسی کو نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ بی جان کو بتا سکتی تھی جو اس کے دکھ سکھ کی ساتھی تھی۔ مگر وہ اس راز کو آشکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو صرف اسے اور اس کے رب کو معلوم تھا کم از کم اس فانی دنیا میں تو بالکل بھی نہیں۔

www.novelsclubb.com

انسان اس معاملے میں بے حد بے بس ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ محبت پر اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ یہ تو خداوند کریم کا انعام ہے جو خاموشی سے دلوں پر اتار دیا جاتا ہے۔

وہ جانتی تھی وہ زیادہ دیر اس درد کو برداشت نہیں کر سکے گی جو اس کے دل کو بے کل کیے رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اس کا نازک دل محبت کا زخم برداشت نہیں کر

سکا۔ بہر حال کچھ بھی ہو جائے انسان بعض زخموں کو اکیلے نہیں جھیل سکتا۔

اس دن شدید تکلیف کے باعث وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور بی جان سے آخری خواہش کو پورا کرنے کی التجا کی، وہ روتے روتے زمین پر جھک گئی، آخری سانس ہواؤں کے سپرد کر دی۔ اور خالق حقیقی سے جا ملی۔

وہ آج آخری بار یہاں آئی تھی اور ہمیشہ کیلئے وہی آباد ہو گئی۔ یہ جگہ اس سے مانوس تھی اور وہ ان دیواروں سے۔ اس کی آخری خواہش وصیت سمجھ کر پوری کی گئی۔

اس کی موت کا صدمہ بی جان برداشت نہ کر سکیں اور کچھ ہی دنوں بعد وہ بھی پر سکون نیند سو گئیں۔ یوں حویلی کا یہ حصہ ہمیشہ کے لیے ویران ہو گیا۔ مگر وردہ ہمیشہ بے خبر رہی کہ بدر الزمان بھی اس گلاب کے پھول کی خوشبو دل میں اتار چکا ہے۔ وہ اب بھی حویلی کے اس حصے میں سیڑھیوں کے سامنے بنی اس کی قبر پر آتا۔ گلاب کا پھول رکھتا اور اپنی خوبصورت آواز میں کلام پڑھتا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ منوں مٹی تلے دفن اس لڑکی کے دل میں ہمیشہ کے لیے اس کی محبت دفن ہو گئی ہے۔

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

ماہ نور شہزاد

محترمہ کا نام ماہ نور شہزاد ہے۔ان کی عمر اٹھارہ سال ہے ۔ انہوں نے بارہویں جماعت کے امتحانات دیے ہیں اور اب نتیجے کا انتظار کر رہی ہیں ۔ راولپنڈی کے شہر میں آباد ہو کر میں اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے محنت کر رہی ہیں۔ میگزین کے ذرائع سے یہ اپنے افسانے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مستعد ہیں اور امید ہے کہ قارئین کو

ان کی لکھائی سے ایک خوش، معنی خیز تعلق بنے گا۔

www.novelsclubb.com

نقاب

مہرماہ نے کبھی ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ کبھی اپنے سر کو ڈھانپنے کے لیے حجاب کرے گی۔اور کچھ ہی عرصہ بعد اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے نقاب بھی کرے گی۔وہ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جہاں دوپٹہ لینا سختی سے رائج تھا مگر کسی تہوار پر نہیں۔اس کو دوپٹہ لینا کبھی پسند نہیں تھا مگر باپ کی سختی کی وجہ سے اسے دوپٹہ لیناپڑتا۔مہرماہ جب دس سال کی تھی تب سے اسے اس بات پر پابند کیا گیا تھا کہ دوپٹے کو زندگی کا لازمی جزو بنالے۔ایک دن مہرماہ کے گھر ان کی کوئی دور کی رشتہ دار اماں بی حج کر کے ان سے ملنے آئیں۔دکھنے میں سادہ اور ضعیف تھیں مگر

اپنی جوانی میں خوب فیشن کر چکی تھیں۔ مہر ماہ کے گلے میں دوپٹہ دیکھے کہنے لگیں۔

"ارے بیٹا دوپٹہ لینا ہے تو اچھی طرح سے لو نہیں تو رہنے ہی دو"

کہا تو بہت میٹھے انداز میں گیا تھا مگر مہر ماہ کو ہر بات سمجھ میں آتی تھی۔ مہر ماہ کی امی نے آنکھیں نکال کر اشارہ کیا کہ دوپٹہ سر پر کرو۔ ان بوڑھی اماں کے جاتے ہی مہر ماہ کی ماں اس کے سر چڑھ کر جوں بولنا شروع

ہوئیں کہ مہر ماہ کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔

پانچ سال یہی چلتا رہا اور مہر ماہ ڈھیٹ بن چکی تھی۔ کبھی اس کے سر پر دوپٹہ ہوتا تو کبھی نہیں۔ ماں بولے یا باپ مہر ماہ ایک کان سے سنتی دوسرے سے نکالتی جاتی تھی۔ مہر ماہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بہت خوش رہتی تھی مگر سحر وش کے ساتھ اس کی دوستی الگ تھی۔ مہر ماہ اور سحر وش کا گھر ساتھ ساتھ تھا۔ ایک دن سحر وش بہت اداس لگ رہی تھی۔ یہ بات مہر ماہ نے بھانپ لی۔

"تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" مہر ماہ کو تشویش ہوئی۔

"امی چاہتی ہیں میٹرک کے امتحان کے بعد مدرسے جاؤں"

سحر وش نے مہر ماہ کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا جیسے وہ مہر ماہ سے کچھ چاہ رہی ہے

"ہاں تو کیا ہوا؟اس میں کوئی بری بات ہے کیا؟

"نہیں مگر میں چاہتی ہوں تم میرے ساتھ چلو"

سحر وش نے اداسی سے مہر ماہ سے کہا۔

"اچھا چلو میں امی سے پوچھوں گی اگر وہ مان گئیں پھر ہم اکٹھے چلیں گے۔ ویسے نیک کام میں تو کبھی نہیں روکا امی نے مجھے، پھر بھی میں پوچھوں گی۔"

مہر ماہ نے شرارت سے بولا۔ سحر وش اتنے میں ہی خوش ہو گئی۔ مدرسے جانے کے بعد مہر ماہ میں بہت سی تبدیلیاں آگئی تھیں۔اور یہ بات اس کی ماں کو بھی محسوس ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

میٹرک کے امتحان ختم ہوتے ہی اس کی روٹین خراب ہو چکی تھی۔وہ رات کو ناول یا رسالوں میں گم رہتی اور صبح دیر سے جاگتی جو اسکی ماں کو بالکل پسند نہیں تھا۔ مدرسے جانے کے بعد اس کی روٹین بھی اچھی ہو گئ تھی وہ قرآن مجید کا ترجمہ کر رہی تھی۔ مہر ماہ کو شروع سے ہی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا شوق تھا مگر تفصیلات

سے وہ اب واقف ہو رہی تھی ۔ مدرسے جانے کے کچھ ماہ بعد ہی مہرماہ کے گھر والے راولپنڈی سے اسلام آباد شفٹ ہو گئے ۔مہرماہ نے مدرسہ تو چھوڑ دیا مگر قرآن مجید کو اپنی

روٹین سے پڑھتی تھی اور اس نے اپنے سر کو ڈھانپنے کے لیے حجاب شروع کر دیا تھا ۔مہرماہ نے حجاب کو اللہ تعالی کا فرمان سمجھ کر پہنا تھا۔

شادی کی ایک تقریب میں جب وہ پہلی مرتبہ حجاب کر کے گئی تو اس کو اپنا آپ الگ اور

عجیب لگ رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا جیسے سب اسی کو گھور رہے ہیں مگر ایسا نہیں تھا۔ وہ بہت زیادہ سوچ رہی تھی۔جب وہ ایک ٹیبل پر جا کر بیٹھی تو وہاں اس کی ماموں زاد بیٹیاں بیٹھی تھیں۔

"واہ یار تم حج سے کب واپس آئی؟

اس کی ایک کزن نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں مہرماہ پہلے یہ بتاؤ کہ تم گئی کب تھی؟

دوسری نے ایک اور سوال اٹھایا اور پھر ہنسنے لگی۔

"میں نے تم سے پوچھا کیا کہ تم امریکہ سے کب آئی ہو؟

مہرماہ جل کر بولی اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔اگلی بار جب وہ شادی کی تقریب میں گئی تو جاتے ہی اس کے چچازاد بیٹے کی بیوی عافیہ نے اسے ملنے کے بہانے سے روکا۔

"ماشاءاللہ مہرماہ تم بہت پیاری لگ رہی ہو حجاب میں"

عافیہ نے مہرماہ کے حجاب کو ہاتھ سے چھوتے ہوئے کہا۔

"شکریہ بھابھی کیسی ہیں آپ؟

مہرماہ نے عافیہ سے تعریف سنتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔لگ تو بہت پیاری رہی ہو مگر شادی پر کون حجاب کرتا ہے؟

"کیوں بھابھی شادیوں میں حجاب پر پابندی ہے کیا؟

"نہیں نہیں میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ تم شادی پر اچھی طرح انجوائے کرو نا ایسے کیسے تم انجوائے کرو گی"

عافیہ بوکھلا کر بولی۔

"نہیں بھابھی میں ایسے ہی انجوائے کر رہی ہوں بہت شکریہ آپکا"

یہ کہتے ہوئے مہرماہ آگے نکل گئی۔ بہت سے لوگوں کو مہرماہ کا حجاب دیکھ کر خوشی ہوتی اور کچھ اس کو عجیب نگاہوں سے دیکھتے جیسے وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہے۔لوگ مہرماہ سے طرح طرح کے سوال کرتے جس سے پہلے وہ بہت تنگ ہوئی مگر پھر سنبھل گئی اور لوگوں کی باتوں کا کوئی اثر نہ لیتی۔جب وہ پہلی بار حجاب کر کے شادی میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی تب مہرماہ کی امی پہلے تو حجاب دیکھ کر چونک گئیں اور پھر سوال کرنے لگیں۔

"شادی میں بھی اس طرح دوپٹہ کر کے جاو گی؟

یکدم مہرماہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔جو شیشے میں اپنا حجاب سیٹ کر رہی تھی۔

"جی امی جان میں حجاب کر کے ہی جاؤں گی۔اب کیا اس کو شادیوں کے لیے صندوق میں رکھ دوں؟

مہرماہ کو حجاب کرنا کسی جنگ سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

ایک دن مہرماہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ رہی تھی تب اس نے یہ آیت پڑھی جو وہ کافی

مرتبہ پڑھ چکی تھی مگر آنکھوں میں آج سمائی تھی۔وہ سورت احزاب کی آیت تھی

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آزاد باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

اور وہ ساکن ہو گئی۔وہ بہت دیر تک اسی حالت میں رہی۔اب وہ جانتی تھی کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔قرآن پڑھ کر اس نے واپس رکھا تو اس کی امی نے دروازہ کھولا اور کہا۔

www.novelsclubb.com

"مہرماہ چلو تو ذرا میرے ساتھ بازار۔مجھے تمہاری بھابھی کے لیے بھی کچھ شاپنگ کرنی ہے اور باقی تیاریاں بھی دیکھنی ہیں۔"

اتنا کہہ کر اس کی امی واپس چلی گئیں۔ان دنوں مہرماہ کے بھائی کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور شادی کی تقریب زیادہ دور نہیں تھی۔مہرماہ بازار جانے کے لیے

تیار ہوئی تو آج حجاب کا ہی نقاب کر رکھا تھا۔ مہر ماہ کا نقاب دیکھ کر اس کی امی دنگ رہ گئیں۔

"تم نے نقاب بھی شروع کر دیا ہے، اور کیا کب سے ہے؟

ان کے ذہن میں بہت سے سوال چل رہے تھے مگر وہ کچھ پوچھ نہیں پا رہی تھیں۔

"امی جان ابھی سے ہی نقاب کرنا شروع کیا ہے پر آپ اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں؟

مہر ماہ کو لگا جیسے اس کی ماں نے پہلی مرتبہ کوئی نقاب کرنے والا انسان دیکھا ہے۔

"نہیں حیراں نہیں ہو رہی مگر۔۔۔۔ رہنے دیتی نقاب اب اتنا بھی کیا پردہ، اور ویسے بھی باہر گرمی ہے"

مہر ماہ کی ماں کو تو جیسے دھچکہ لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں امی بس آپ چلیں۔" مہر ماہ نے ماں کی باتوں کو نظر انداز نہیں کیا تھا مگر ٹال دیا تھا۔ دل ہی دل میں وہ اللہ تعالی سے دعا کر رہی تھی کہ اس کو نقاب کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ ہو مگر اللہ تعالی اپنے بہترین بندوں کو ہی آزماتا ہے۔ اس کے بعد مہر ماہ کو اس کے گھر والوں اور رشتہ داروں کی طرف سے ہی زحمت ہوئی۔

مہر ماہ کے بھائی کی شادی کو کچھ ہی دن رہ گئے تھے اور گھر میں مہمانوں کی ریل پیل تھی۔ مہر ماہ اپنے نقاب کا خاص خیال رکھتی کیونکہ گھر میں سب کزنز، لڑکے لڑکیاں اکھٹے تھے۔ اور سب ایک دوسرے سے ہنسی مذاق میں مصروف رہتے تھے۔ مہر ماہ کو یہ سرگرمیاں شروع سے ہی پسند نہیں تھیں۔ اور اب سب جان بھی گئے تھے کہ مہر ماہ نقاب کرتی ہے۔ مہر ماہ اور اس کی امی مہمانوں کے لیے ناشتے کا انتظام کر رہی تھیں۔ جیسے ہی مہر ماہ کی امی باہر گئیں تو مہر ماہ کا کزن جو اس سے دس سال بڑا تھا کچن میں داخل ہوتا ہے۔ مہر ماہ جلدی سے اپنے چہرے کو دوپٹے سے ڈھانپتی ہے۔

"مہر ماہ پانی کا جگ اور گلاس دے دو چچی جان نے کہا ہے کہ مہر ماہ سے جا کر مانگ لو" عاقب بول رہا تھا

www.novelsclubb.com

جبکہ مہر ماہ کی پشت اس کی طرف تھی۔

"جی بھائی میں لاتی ہوں"

مہر ماہ نے مڑے بغیر کہا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے سنا ہے کہ تم نے نقاب کرنا شروع کر دیا ہے۔ ذرا

دکھانا کیا یہ سچ ہے؟

مہر ماہ مڑے بغیر کہتی ہے

"آپ پلیز جائیں یہاں سے"

اتنے میں مہر ماہ کی امی کچن میں آتی ہیں۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

تشویش سے پوچھا۔

عاقب بوکھلا گیا۔

"میں تو بس پانی پینے آیا تھا۔"

اس کی امی کو غصہ آیا

"پانی کا جگ اندر پڑا تھا اور تم جان بوجھ کر یہاں آئے ہو۔ تمہیں پتہ تھا کہ مہر ماہ اب نقاب کرتی ہے۔اب جاؤ یہاں سے"

عاقب تیزی سے باہر نکل گیا۔

مہر ماہ کو اپنی ماں کے بولنے پر فخر محسوس ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اور میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ نقاب نہ کرو ابھی عمر ہی کیا ہے تمہاری"

سارا بھرم توڑ دیا گیا تھا۔ مہر ماہ اپنے کمرے میں گئی اور اندر سے کنڈی چڑھا دی۔ بیڈ پر دوپٹہ پھینک کر رونے لگی۔

"یا اللہ کیا یہ اتنا مشکل ہے کہ مجھے ہر کسی سے باتیں سننے کو مل رہی ہیں کیا میں اسے آرام سے نہیں کر سکتی ؟؟ آپ نے اس کو میرے لیے اتنا مشکل کیوں بنا دیا ہے ؟؟؟ یا اللہ میری یہ آزمائشیں ختم کر دیں"

اور روتے ہوئے اللہ تعالی سے عام انسانوں کی طرح شکوہ کرنے لگی۔

کہ یکدم اس کی زبان پر سورہ الم نشرح کی آیت آئی۔

"اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے"

اور وہ چپ ہو گئی اس نے ٹھان لی تھی کہ کوئی بھی اگر اس سے کچھ کہے گا وہ اس کی نہیں سنے گی۔ مشکل کے بعد آسانی ضرور ہے۔ وہ خود اپنے لیے لڑے گی کیونکہ نقاب کرنا گناہ نہیں ہے اور پھر وہ وقت آن پہنچا کہ مہر ماہ کو ہمسفر ایسا ملا جو نقاب میں اس کا ساتھ دیتا تھا۔ بیس سال کی عمر میں مہر ماہ کی شادی ہو گئی اس کا شوہر محاد بھی

یہی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی کو کوئی غیر محرم نہ دیکھے اور وہ پوری کوشش کرتا تھا کہ مہرماہ کو خوش رکھ سکے۔ مہرماہ کو شادی کے بعد بھی بہت سے لوگوں کی باتوں کا سامنا کرنا پڑا کہ اب شادی ہو گئی ہے اب تو نقاب نہ کرو مگر مہرماہ کے لیے یہ باتیں نئی نہ تھیں اور محاد بھی مہرماہ کا پورا پورا ساتھ دیتا تھا جہاں وہ لوگوں کی باتوں سے ڈگمگا جاتی محاد اسے سنبھال لیتا۔ اچھا ہم سفر بھی بہت بڑی نعمت ہوتا ہے جو آپکا ہر مشکل وقت میں ساتھ دیتا ہے۔ ہم لوگ ایسے لوگوں کی راہوں میں کانٹے بچھا دیتے ہیں جو حق پر ہوں اور ایسے لوگوں

کے لیے آسانیاں کرتے ہیں بہت لوگ اچھا کام کرنے سے پہلے سو بار سوچتے ہیں ایسا کروں یا نہیں۔ ہمارے معاشرے نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر پردہ ڈال رکھا ہے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کو مشکلات ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسلام کے احکامات پر چلنا چاہتے ہیں، نہ تو ہمیں حق ہے کہ ہم کسی کی راہ میں دشواریاں پیدا کریں اور نہ غلط کا ساتھ دینا چاہیے اور اگر کوئی اللہ کے احکام پر چل رہا ہے تو اگر آپ اس کے لیے آسانیاں پیدا نہیں کر سکے تو دشواریاں پیدا کرنا بھی چھوڑ دیں تاکہ دوسرے

انسان کوایسانہ لگے کہ وہ صحیح نہیں غلط کر رہا ہے۔"امن قائم کریں۔"

★★★★★★★★★★★★★★

اقراء ملک

محترمہ اقراء ملک ایک نو آموز لکھاریہ ہیں۔ یہ صوبہ پنجاب کے ضلع میانوالی سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ اب تک تین اینتھالوجیز "زندگی کے نام"، "رنگِ زیست" اور "Rays of Hope" میں لکھ چکی ہیں۔ مختلف بین الاقوامی میگزینز اور کتب میں بھی لکھ چکی ہیں۔ بہت جلد اپنی کتاب منظر عام پر لانا چاہتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

خاموش بارش

اقراء ملک

زمیں کو تانبے کی رنگت میں ڈھال کر ہر ذی روح کو گھروں میں مقید کر دینے والی

سورج کی انگارے اگلنے والی شعاعوں کو کڑکتے بادلوں نے چھپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ موسلا دھار بارش میں کھڑکی سے وہ سب کو نہاتا دیکھ رہی تھی۔ تیز ہوا کے باعث کبھی وہ چہرے پر آتی لٹوں کو قلم سے پیچھے کرتی تو کبھی ڈائری کے ورق کو انگلیوں کے پوروں سے الٹنے سے روکتی۔

"تم جانتے ہو سب مجھ سے یہی سوال کرتے ہیں کہ مجھے بارش کیوں نہیں پسند، مجھے بارش میں بھیگنا کیوں نہیں پسند، اس بارش کی آواز سے الجھن کیوں ہوتی ہے؟ وہ لکھتی جا رہی تھی ایسے جیسے صدیوں سے لکھا نہ ہو، پچھلے چار گھنٹوں سے وہ اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر۔۔۔۔۔

تھک ہار کر اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں کے حصار میں میز پر پھیلے اوراق پر رکھ دیا، ہاتھوں کے گیلا ہونے پر اسے احساس ہوا کہ اس کے آنسو اوراق میں جذب ہو کر انہیں بھگو چکے تھے۔ نہ جانے وہ کب سے خاموش بارش میں بھیگ رہی تھی؟ اس احساس نے اس کی اداس آنکھوں کو مزید سیراب کر دیا۔

"تم جانتے ہو نا جس کے اندر ہر وقت بارش برستی ہو اسے موسمی بارشوں سے کیا

وابستگی؟

اب کی بار وہ مسکرائی اور ڈائری بند کر کے ایک نظر کھڑکی سے باہر کا جائزہ لیا۔اس کی خاموش بارش میں اور ساون کی بارش میں کتنی مماثلت تھی دونوں ہی بن موسم برسے جا رہی تھیں۔

گمشدہ تاج

اقراء ملک

www.novelsclubb.com

"یہ برستی آنکھیں، آدھی رات کو اٹھ جانا، سر کی درد سے پھٹتی شریانیں، یہ سب کب تک چلے گا؟اپنے آپ سے جواب طلبی کرتے ہوئے اسے درد ہو رہا تھا مگر روز روز کی امید لے کر خود کے کردار کو جھوٹا دلاسہ دینا خود کو زندہ گاڑ دینے کے

مترادف تھا۔

"رونا چاہتی ہو، جی بھر کر رولوں، مگر ایک بات یاد رکھنا، آج یہ ہاتھ تمہاری ہمدردی کے لیے آنسو نہیں پونچھے گے"، آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے وہ خود سے سوال وجواب کر رہی تھی۔اور ایک آخری بات!، ضمیر کے اس انداز میں مخاطب کرنے پر جھیل جیسی سیاہ آنکھیں ایک لمحے حیرت سے چند لمحوں کو پھیل گئیں،" کچھ کردار ہمیشہ نامکمل ہوتے ہیں، تمہیں اپنی کہانی کو مکمل کرنا ہے تو کسی شہزادے کی آمد کی امید رکھے بغیر اپنی کہانی کا اختتام لکھوں"، آنسو کی ایک لڑی گالوں کو چھوتے ہوئے ٹھوڑی کے گڑھے تک پہنچ چکی تھی، اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"تم گہری دھند میں اپنا تاج کھو چکی ہوں، جسے کھوجنا اب تمہاری ذمہ داری ہے" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے خود سے کہا اور بالوں کو کیچر میں مقید کر کے باہر کی راہ لی۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

"ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری"

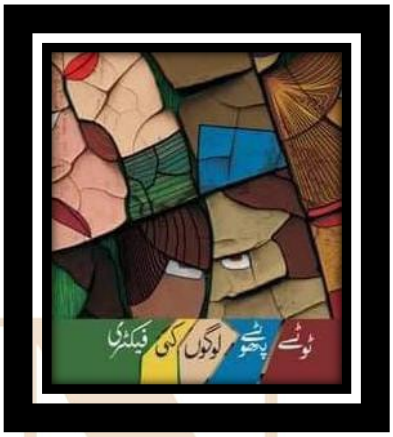

از قلم: اقراء ملک

کمر تک آتے بالوں کو سیاہ کیچر میں مقید کیے، شانے پر سیاہ دوپٹہ جمائے سفید کوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ سے چہرے پر آنے والی لٹوں کو پیچھے کرنے اور دوسرے ہاتھ میں قلم پکڑے وہ ڈائری پر کچھ لکھنے میں مشغول تھی۔ دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کی۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس الجھے بال، شب بیداری سے سوجھی سرخ انگارہ آنکھیں لیے وہ اندر داخل ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور نظر ہٹانا بھول گئی۔ اس کے پیچھے ہی نرس بھاگتی ہوئی آئی

ڈاکٹر صاحبہ!

"میں نے اس شخص کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے میری بات کو نظر انداز کر دیا"

اس نے اشارے سے اسے جانے کو کہا اور چند ثانیے کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی اتنی گہری خاموشی کہ گھڑی کی ٹک ٹک کو سنا جا سکتا تھا۔

"تم!۔۔۔۔۔میرا مطلب آپ یہاں"

اس نے سکوت کو توڑتے ہوئے بولا۔کچھ دیر اس کے چہرے پر نظریں ٹکانے کے بعد جھکا لیں۔"تمہاری خاموشی مجھے پہلے کی طرح مار ڈالے گی، کچھ تو بولو"اس نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کچھ دیر بعد اس کے گلابی ہونٹوں پر خشکی کی تہہ جمی دیکھ کر اس نے کانچ کے گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے گھٹا گھٹ پی کر اپنی پیاس بجھائی۔

اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے وہ تلخ لہجہ اپناتے ہوئے بولی،" یہ جگہ آپ جیسے لوگوں کے لیے سازگار نہیں ہے، ان جگہوں پر آنے سے آپ امیروں کا ذہنی

سکون خراب ہو سکتا ہے، یہ ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری ہے ، آپ جیسے امیروں کا محل نہیں ہے"۔وہ خاموشی سے اس کی ذو معنی باتیں سن رہا تھا۔"میں ٹوٹ چکا ہوں، مجھے اس ٹوٹی پھوٹی فیکٹری کے سہارے کی ضرورت ہے" جیب سے بہت سارے کارڈز میں سے ایک کارڈ نکال کر میز پر رکھا اور چلا گیا۔ان کارڈز میں اپنی تصویر دیکھ کر اسے مزید اذیت ہوئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد ہاتھوں کا پیالہ بنا کر اپنا چہرہ چھپائے وہ کافی دیر روتی رہی۔خود کو پر سکون کرنے کے لیے ماضی کے جس دریچے کا قفل ابھی ٹوٹا تھا اس پر دوبارہ سے قفل لگانا ضروری تھا۔موبائل الارم کے عندیہ پر اسے احساس ہوا کہ کافی زیادہ وقت ہو گیا ہے اسے گھر جانا چاہیے۔کرسی پر پڑی سیاہ رنگت شال اپنے شانوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے نرس کو دروازہ بند کرنے کی تاکید کی۔

اس کے گھر پہنچنے سے قبل ہی موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی۔وہ غیر اضطرابی طور پر دن میں پیش آنے والے واقعے کو سوچوں کا محور بنائے ہوئے تھی۔اس کا جی گھبرانے لگا وہ کبھی گھڑی کی جانب دیکھتی تو کبھی طوفان کی شدت سے ہلتے

دروازے کی جانب، کچھ اور وقت گزرا تو اس کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس نے ایک بار پھر گھڑی کی سوئیوں کو اپنی آنکھوں میں جکڑنے کی ناکام کوشش کی۔ وقت کی رفتار اور طوفان کی شدت میں تیزی آچکی تھی۔ ہزاروں وسوسے دل میں سر اٹھانے لگے۔ نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد کافی دیر سجدہ ریز رہی۔ کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی اس کے گالوں پر لڑھکتے آنسوؤں کو جگمگانے پر مجبور کر رہی تھی۔ دعا مانگنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس نے نماز ادا کرنے کے بعد جائے نماز تہہ کی

۔

نیند کی وادی آنکھوں کی حدِ نگاہ سے کوسوں دور تھی۔ اسی الجھن میں مبتلا اسے ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ جس نے اس کے اضطراب میں مزید اضافہ کر دیا اور اسے کھڑکی سے باہر جھانکنے پر مجبور کر دیا۔ ایک پرندے کے بچوں کا گھونسلہ طوفان کی زد میں آکر درخت سے گر چکا تھا۔ پرندہ اپنی آواز میں درد سموئے رینگ رینگ کر ان تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس نے رات کے اس پہر ہر قسم کے طوفان سے نمٹنے کے لیے قلم کو جنگی ہتھیار

کے طور پر استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔

آج پہلی بار اس کے قلم سے نکلنے والے ہیروں کو اس کے جذبات نے قفل لگا دیا تھا۔ اچانک ماضی کے تمام صندوقوں کے قفل ٹوٹے، وہ الفاظ اس کے کانوں میں ایسے گونج رہے تھے جیسے کسی نے ابھی ابھی بولے ہوں، "تم پاگل ہو میں تمہیں سائکٹرسٹ بننے کی بالکل اجازت نہیں دوں گا، ٹوٹے پھوٹے لوگ آکر نت نئی کہانیاں سناتے رہتے ہیں، خود بھی پاگل ہیں تمہیں بھی پاگل کر دیں گے۔

"سات سال پہلے کہے گئے جملے آج بھی اسے یاد تھے جب اس نے سائیکیٹرسٹ بننے کی خواہش سب کے سامنے رکھی تھی اور اپنے حق میں دلائل دیتے ہوئے بولی ،" دیکھیں علیان ! وہ ٹوٹتے کیسے ہیں، ہم لوگ ہی تو ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں، اس میں غلط کیا ہے، آپ جانتے ہیں ان لوگوں کی مدد کرنا میرا بچپن سے خواب رہا ہے۔ "پہلے اپنا بچپنہ تو ختم کر لو، آئے دن تم نت نئے خواب دیکھتی رہتی ہوں، مجھے تو آج تک سمجھ نہیں سکی، ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری یا میرا ساتھ، اب تم فیصلہ کر لو" اس نے یہ کہہ کر اسے خاموش کرا دیا تھا۔

سورج کی کرنیں کھڑکی سے گزر کر اسے کے چہرے کو حدت بخش رہی تھیں ۔الارم بجنے پر اس کی آنکھ کھل گئی، وقت کی قلت کی وجہ سے بغیر ناشتے کے وہ ہسپتال چلی گئی۔ ہسپتال پہنچتے ہی اسے وہاں دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ وہ خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑے اسے مختلف لوگوں کے کمروں میں لے گئی، "یہ عورت جسے بیٹا نہ پیدا کرنے پر اس کے گھر والوں نے اسے ذہنی مریضہ بننے پر مجبور کر دیا، سرمئی رنگت سوٹ میں ملبوس نوجوان لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ،" یہ گلابی گالوں والی لڑکی، جسے جنسی زیادتی کے بعد اس کے گھر والوں نے ہی بے آسرا کر دیا، شہزادے کے خواب بننے کی عمر میں یہ معصوم گڑیا معاشرے کی وجہ سے خودکشی کرنا چاہتی ہے اور دیکھ رہے ہو وہ بارہ سالہ بچہ والدین کی ہر وقت کی چپلش نے اس کے اندر محبت کے احساس کو مار دیا ہے"۔

یہ سب بتاتے ہوئے وہ تھک ہار بینچ پر ڈھے گئی، اس کی آنکھوں سے پلکوں کا حصار توڑتے ہوئے آنسو چہرے پر بکھر رہے تھے۔" اور آپ اس کے اس سوال نے حیرت میں مبتلا کر دیا۔" میرا دل اور میرے جذبات تو اسی دن ان ٹوٹے پھوٹے

لوگوں میں شامل ہو گئے تھے جس دن آپ نے میری محبت اور میرے مستقبل کے درمیان معاشرے کی دیوار کی پہلی اینٹ رکھی تھی، میں نے اسی دن اپنی محبت کی عمارت ریت کی مانند ریزہ ریزہ ہوتی محسوس کی تھی"۔ وہ بغیر سوچے سمجھے بولے جارہی تھی گویا صدیوں کا غبار نکال رہی ہو۔" جانتے ہو! یہ لوگ جن کی حالت دیکھ کر تم ان پر قہقہے لگاتے ہو، ان کو مایوسی کی طرف دھکیلتے ہو، ان کے بھی جذبات ہوتے ہیں، جس کو تم ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری کہتے ہو، اس فیکٹری میں تمہیں منافقت نہیں ملے گی۔

جب یہ زندگی کی طرف لوٹ آتے ہیں تو میرے ٹوٹے دل میں جینے کی امید پنپتی ہے۔" توڑ پھوڑ انسان کو اس قدر بدل دیتی ہے"، یہی سوچتے ہوئے وہ وہاں سے چل دیا۔

****

عائشہ رانا

محترمہ عائشہ رانا پاکستان کے صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ سے ہیں۔

یہ بی ایس کی طلبہ ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ "ان کا مقصد لکھاری کوئی ذاتی مفاد پر مبنی نہیں ہے۔یہ بچپن سے ایک لکھاری بننے کا شوق رکھتی رہی

ہیں۔ کبھی کبھی تنہائی میں بیٹھی اپنی سوچوں کو ایک نیا رنگ دینے والی لڑکی نے پھر اپنے قلم سے لوگوں کی سوچ بدلنے کا فیصلہ کر لیا۔ان کا کہنا ہے کہ "میرا قلم اللہ کی امانت ہے جس میں خیانت کی کوئی گنجائش نہیں" یہ قلم اللہ پاک کی تخلیق کردہ سب سے پہلی شے ہے جس کو اللہ پاک نے بنایا اور پھر قرآن پاک میں اسکی قسم بھی دی گئی ہے۔

انہوں نے قاری سے لکھاری کا سفر اکتوبر 2022ء سے شروع کیا۔یہ ان کے لیے بہت مشکل تھا مگر ناممکن نہیں۔یہ اکتوبر 2022 سے جون 2023 تک مختلف اخبارات، میگزینز اور اینتھولوجیز میں لکھ چکی ہیں۔اور جتنے پلیٹ فارمز پر کام کیا انہیں بہت فخر ہے اور بہت خوشی بھی جنہوں نے انکی تحاریر کو ایک نیا رنگ دے کر آگے بڑھایا۔ں اور یہ ان تمام انچارجز کی مشکور ہیں جنہوں نے انکی تحاریر کو ہمیشہ سراہا اور حوصلہ افزائی کی۔۔۔

"خمیازہ کون بھگتے"

عائشہ رانا

وہ سیگریٹ کے کش لیتا ہوا خود سے مخاطب تھا اور ایک بار پھر ماضی میں کھو گیا۔

"یہ ہوتی ہے محبت ایسے کرتے ہیں محبت؟؟؟ثاقب تم نے مجھ سے محبت نہیں کی، ایک بار میری بات سنو ایمن۔

"خبر دار جو مجھے مخاطب کیا آج کے بعد! چلے جاؤ میری نظروں سے دور۔ثاقب آج تمہاری وجہ میں ایک بار پھر یتیم ہو گئی۔

"وہ ان چیخوں سے بچنے کے لیے کبھی کان پر ہاتھ رکھتا تو کبھی گردن کو نفی میں ہلاتا

"میں نے کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کا سوچا بھی نہیں تو پھر میں تمہیں تکلیف میں

www.novelsclubb.com

کیسے دیکھ سکتا ہو؟؟؟ میں کیسے سب کو تمہاری صفائیاں دوں اور تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں بے قصور ہوں؟؟؟ یہ صرف ایک سازش ہے تمہیں مجھ سے بد ظن کرنے کی" میں کیسے سمجھاؤں میرے مولا میری مدد کر۔ثاقب صاحب کوئی آپ سے ملنے آئی ہے ملازم کی آواز پر وہ ماضی کی تلخ یادوں سے نکلا۔

جی! بس اتنا ہی کہہ پایا۔

گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی نظر سامنے کھڑے وجود پر پڑی۔۔۔۔۔

تم یہاں کیوں آئی ہو سامعیہ بچے؟؟؟؟ثاقب اپنی بہن کو دیکھ کر خوش بھی نہ ہو سکا اور یہ سوال پوچھ بیٹھا۔

بھاااائی! ابھی اتنا ہی کہا تھا بھائی کے گلے لگ کر رونے لگی۔

کیا ہوا ہے؟ خیریت تو ہے نہ؟

میں آپکو لینے آئی ہوں۔

لیکن کیوں؟؟؟؟

بھائی آپ کو بلکل پرواہ نہیں ہے آپ ادھر ہیں اور رر۔۔۔۔۔

اور؟؟؟؟اس نے تجسس سے پوچھا۔

اور سب لوگ ایمن کی عزت کی کو داغ دار کرتے ہیں۔ وہ روز جیتی ہے روز مرتی ہے۔ بھائی قصور اگر آپکا نہیں ہے تو قصور ایمن کا بھی نہیں ہے وہ بے بیچاری قید ہو کر رہ گئی ہے۔ کوئی اسکی طرف تک نہیں دیکھنا چاہتا۔ سب اس کے شہر بیجنے کی باتیں کرتے ہیں۔ بھائی آپ چلیں ابھی میرے ساتھ۔

" وہ یقین کر لے گی ناں کہ میں نے اسکے خلاف کسی کو کچھ نہیں کہا کوئی غلط فہمی ہوئی ہے انہیں مجھے تو خود معلوم نہیں تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن ابھی اور نہیں میری وجہ سے اس کے کردار پر انگلی اٹھائی گئی ہے تو اب میں ہی اس کا ازالہ کروں گا۔

www.novelsclubb.com

تم بد کردار ہو، نمک حرام ہو تمہارے جیسی لڑکیوں کو تو یتیم خانے میں ہی رہنا چاہیئے۔ میرا احسان ہے جو تمہیں یہاں رکھا اس بات کا ہی مان رکھ لیتی آخر اپنی ماں پر گئی ہو۔۔۔

اللہ کا واسطہ ہے تائی جان میری ماما کو بیچ میں مت لائیں۔ تمہاری ماں ایک بد

کردار عورت تھی جس نے پسند کی شادی کی تھی تمہارے باپ سے آخر اس کا رنگ تو چڑھے گا ہی نہ۔۔۔

وہ سن نہ سکی کہ تائی جان نے آگے اسے کیا کہا وہ ہمیشہ اپنی تذلیل برداشت کرتی رہی مگر ابھی کردار کشی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔وہ اپنے کمرے میں آکر کھڑکی کھول کر لمبے لمبے سانس لینے لگی کہ اچانک سامنے سے آتی گاڑی پر اور اس میں بیٹھے شخص پر نظر پڑی تو چہرے پر نفرت کے تاثرات نمودار ہوئے اور ساتھ ہی کھڑکی بند کی۔

ابھی وہ گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ اس کے کانوں میں اندر سے آنے والی آواز ٹکرائی "کیوں منہ چھپا کر بیٹھی ہو؟؟؟خود سکون سے بیٹھی ہو میرا بچہ دربدر ہو گیا صرف تمہاری وجہ سے" یہ آواز تائی جان کی تھی ابھی وہ اور بھی کچھ بولنے والی تھی کہ ثاقب ایک دم دھاڑا...

بس کر دیں ماما! ابھی ایک لفظ اور مت کہیے گا۔ایک بات یاد رکھیئے گا آپ سب اگر آج کے بعد اس کی کردار پر کسی نے انگلی اٹھائی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" وہ

یہ سب کہہ کر وہاں رکا نہیں۔وہی کھڑی نائلہ اسے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمارہی تھی کہ اچانک ایک بار پھر اس کی شیطانی رگ بھڑکی اور ایمن کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ارے ایمن تم بھی باہر آجایا کرو یارررر یہ تائی جان کی تو عادت ہے ایسے کہنے کی نائلہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میرا دل نہیں مان رہا کہ یہ ثاقب اتنا بڑا بہتان لگا سکتا ہے مجھ پر۔

کیا پتہ تائی جان نے اس کے رشتے کی بات کی ہو اور اس نے تمہیں کھونے کے ڈر سے سب کچھ کہہ دیا ہو اس مرتبہ پھر وہ ہمیشہ کی طرح اس کے خلاف کر گئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد چائے کا بہانہ کر کے باہر نکل گئی۔

باہر نکلتے ہی ایک شیطانی مسکراہٹ اس کے لبوں پر رینگ گئی اور انیلہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

تائی جان کے پاس جاتے ہی اس کی گود میں سر رکھ کر کہنے لگی! "تائی جان ایمن نے مجھے کہا ہے کہ وہ ہر حال میں ثاقب کو حاصل کر کے دیکھائے گی اور یہ بھی کہہ رہی

تھی کہ ثاقب صرف اس کا ہے کوئی نہیں روک سکتا یہاں تک کہ تائی جان بھی کچھ نہیں کر سکتی "چچی جان مجھ سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ برداشت نہیں ہوئے اس لیے میں وہاں رکی نہیں۔

تم رکو ذرا میں ابھی آتی ہوں ایمن کو اس کی اوقات یاد کروا کے پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔۔

کہاں مر گئی ہو ادھر آؤ باہر کیا کہہ رہی تھی تم کہ مجھ سے میرے بیٹے کو چھین لو گی اور میں خاموش بیٹھی رہوں گی؟؟؟

شور کی آواز سن کر سب باہر آ گئے ایمن بھی بھاگ کر باہر آئی اور روتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اپنی صفائیاں پیش کرنے لگی تائی جان آپ کیوں ایسے کرتی ہیں آپ کیوں روز روز میری عزت کی دھجیاں اڑاتی ہیں میں نے کسی کو کچھ نہیں کہا اور میں کیوں آپ کے بیٹے کو آپ سے دور کروں گی، میں اپنی طرح کسی کو کیوں اس کے ماں باپ کے ہوتے بھی دور کرنا چاہوں گی تائی جان میں نے کچھ نہیں کہا کسی کو۔ مجھے معلوم نہیں کہ کون ہے جو آپ کے کان میرے خلاف بھرتا ہے پلیز تائی جان !

میرا یقین کریں میں نے کچھ نہیں کہا ابھی اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھی۔
دیوار سے لگی نائلہ بالوں کی لٹ کو انگی سے مروڑتے ہوئے بہت دلچسپی سے وہ کاروائی دیکھ رہی تھی۔
سب لوگ ساکت ہو کر کھڑے تھے صرف ہچکیوں کی آواز تھی اس خاموشی کو سامعیہ نے توڑا "مامایہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے یہ بے قصور ہے آپ۔۔۔۔"
ابھی بات مکمل ہی نہیں ہوئی تھی کہ اس کی ماں بول اٹھی "یہ دکھتی معصوم ہے لیکن بڑی فسادن ہے یہ منحوس لڑکی جو اپنے ماں باپ کو کھا گئی ابھی میرے بیٹے پر ڈورے ڈالنا شروع کر دیے" انیلہ بیگم کی اس قدر نفرت کو دیکھ کر وہ ایک دم چیخ کر کہنے لگی۔۔۔
www.novelsclubb.com
بس کر دیں تائی جان! بس ایک لفظ اور نہیں اگر کچھ کہا تو میں لحاظ نہیں کروں گی کہ آپ کون ہیں۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں نے آپ کے بیٹے پر ڈورے ڈالے ہیں تو ٹھیک ہے یہ فیصلہ بھی میں آپ کو دیتی ہوں آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔ بس ایک بار میری بات مان لیں پلیز! آپ کہیں تو میں معافی مانگ لوں گی آپ سے

لیکن پلیز مجھے اس طرح نفرت سے نا دیکھیں میں یہ نفرت برداشت نہیں کر سکتی

میں کیا چاہوں گی کون کرے گا تم جیسی جھوٹی اور بد کردار لڑکی سے شادی؟؟؟

میں کروں گا اس سچی اور باکردار سے شادی اس آواز پر ایمن ایک دم کرنٹ کھا کر پلٹی نائلہ کا حال بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔

ثاقب تم اس لڑکی سے کیسے شادی کر سکتے ہو جو تمہاری ماں کی عزت نہ کرے؟؟؟

نائلہ یہ میرا اور ماما کا معاملہ ہے تم دور ہی رہو تو بہتر ہے ثاقب نے گھوری سے نوازا۔ چچی جان آپ دیکھ رہی ہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟؟؟

نائلہ تم جاؤ یہاں سے ابھی تمہاری آواز نہ آئے انیلہ بھابھی بات کریں گی تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے اس معاملے میں انور صاحب کو اپنی بیٹی کی دخل اندازی پسند نہ آئی۔

ایمن کے جاتے ہی سب آہستہ آہستہ وہاں سے چلے گئے اور ثاقب اپنی ماما کے ساتھ اس کے ہمراہ ہو لیا۔

بہت کوششوں کے بعد آخر وہ مان ہی گئیں خود کو یہ تسلی دے کر کہ بیٹے کو کھونے سے بہتر ہے وہ یہ زہر کا گھونٹ پی لے پھر سب کی رضامندی سے شادی کی تاریخ رکھی گئی۔

سب نے ایمن کو بھی راضی کر لیا مگر وہ خوش نہیں تھی۔

شادی کی شاپنگ کرنے ثاقب کے ساتھ ایمن سامعیہ اور نائلہ کو بھیج دیں وہ اپنی پسند کی شاپنگ کر لیں گی تائی جان نے کہا۔

اور وہ تینوں ثاقب کے ہمراہ ہو گئیں وہ تینوں اپنی اپنی شاپنگ کر رہی تھیں کہ اچانک ایک لڑکا ایمن سے مخاطب ہوا!

"اوہ ہیلو ! بیوٹیفل گرل ! تم کھڑی ہو اور تمہارا منگیتر اپنی کزن کے ساتھ اوپر ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہے" وہ اسے ایسے بھڑکا رہا تھا جیسے کسی کے کہنے پر یہاں آیا ہو۔

ایمن نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ثاقب کو نہ پا کر پریشان ہو گئی۔

وہ لڑکا پھر بولا "یقین نہیں آرہا تو چلو میرے ساتھ میں دکھاتا ہوں" یہ کہتے ہی اس

کو کلائی سے پکڑنے ہی والا تھا کہ کسی نے اسے دھکا دے کر ایک تھپڑ رسید کیا لوگ کم ہونے کی وجہ سے کوئی ان کے قریب نہیں تھا بس وہ پانچ لوگ ہی تھے اس سیکشن میں۔

کون ہو تم یہاں کیوں کھڑے تھے اس کے پاس ثاقب نے دبے دبے غصے سے پوچھا؟؟

"مجھے اس نے بلایا تھا بتاؤ نہ" وہ لڑکا ایمن کی طرف انگلی کرتے ہوئے بولا۔

وہ ایک دم بولی ثاقب میں تو اس کو جانتی بھی نہیں یہ کون ہے سچی میرا یقین کریں۔

ثاقب نے کچھ نہ بولا صرف دو لوگوں سے موبائل چھین کر ایمن کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گیا۔اتنے میں وہ دونوں بھی آ گئیں اور گاڑی گھر کی طرف روانہ کی۔اس وسیع بنگلے میں اس وقت چائے کا دور شروع ہوا تھا سب ساتھ بیٹھے تھے۔ثاقب کی آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"چچی جان چاچو! اور پھر ایمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اس کے تو ماں باپ دونوں ہی نہیں تھے لیکن اس کے ماں باپ تو زندہ تھے ناں (اس نے نائلہ کو بازو

سے پکڑ کر سب کے سامنے کیا) تو پھر کیوں نہیں کی آپ لوگوں نے اسکی اچھی تربیت؟؟؟" وہ غصے سے دھاڑا تھا آخر پورے سات مہینے بعد جو آنکھیں کھلی تھیں آخر کار آج اصلی مجرم مل ہی گیا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم یہ کونسا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا انور صاحب غصے سے بولے؟؟؟

میں بکواس کر رہا ہوں نہ یہ دیکھیں آپ لوگ اس کے فون کو سب کے سامنے کرتے ہوئے وہ ساری چیٹس دکھادیں جو وہ گاڑی میں بیٹھ کر اس لڑکے سے کر رہی تھی جو اس کا یونیورسٹی فیلو تھا۔

مجھے ساری باتیں سامعیہ نے بتائی تھیں کہ یہ کس طرح جھوٹی جھوٹی باتیں ماما کو بتاتی ہے مجھے یقین تھا یہ آج بھی کچھ نہ کچھ کرے گی اس لیے میں نے پیچھے نائلہ کے ساتھ سامعیہ کو بٹھایا تھا جو اس کی ساری چیٹس دیکھ رہی تھی لیکن اسے معلوم ہی نہیں ہوا کیونکہ یہ مصروف ہی اتنی تھی کہ کوئی ہوش نہیں تھا اسے۔

ثاقب کے چہرے پر اپنے لیے نفرت دیکھ کر وہ ایک دم تڑپ اٹھی "ثاقب محبت

کرتی ہوں میں تم سے، تمہیں کھونا نہیں چاہتی میں تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں وہ سات مہینے پہلے یہ سب کچھ میں نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ تمہیں کھو دوں۔دیکھو میری محبت میں کچھ بھی کر سکتی ہوں تمہارے لیے اور ایمن نے کیا کیا تمہارے ساتھ ابھی تو وہ تمہارا اعتبار بھی نہیں کرتی وہ نفرت کرتی ہے تم سے دیکھو نہ میری محبت کی طاقت اللہ تعالیٰ نے کیسے راستہ نکالا کے تمہاری منگیتر بھی تم سے نفرت کرتی ہے تو تم چھوڑ دو نہ اسے۔اس وقت تو وہ بلکل ایک پاگل لڑکی لگ رہی تھی اپنے ہواسوں سے بیگانی۔

"یہ محبت ہوتی ایسے ہوتی ہے محبت پہلے محبت کا مطلب تو سمجھو کیوں محبت کی توہین کر رہی ہو ؟؟؟ تمہاری زبان سے محبت کا لفظ بلکل اچھا نہیں لگ رہا" ثاقب نے افسوس سے اسے کہا۔

نہیں ثاقب یقین کرو میرا۔۔۔۔۔وہ ابھی بھی کچھ بولنے والی تھی کہ ایمن نے دو قدم آگے بڑھا اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی کہ انور صاحب کی بگڑتی حالت دیکھ کر ان کی طرف بڑھ

گئی۔

کیا ہوا ہے تایا جان! ان کا دل پہ رکھا ہوا ہاتھ دیکھ کر وہ تڑپ گئی ثاقب دیکھو انہیں کیا ہوا ہے ہاسپٹل لے کر جائیں پلیز! جلدی گاڑی نکالیں وہ زاروں قطار رو رہی تھی۔

بیٹا اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا میں نے کبھی بھی تمہارا دفاع نہیں کیا اور میری بیٹی کو بھی معاف کر دینا میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔

ایمن نے ان کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے بولی چچا جان آپ کو کچھ بھی نہیں ہو گا میں کسی سے بھی ناراض نہیں ہوں یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا تو ہو گیا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے میں نے سب کو معاف کر دیا۔ابھی تایا جان مسکرا رہے تھے اور آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ثاقب انہیں لے کر چلو ہسپتال تائی جان اور چچی جان دونوں اس کے ساتھ چل دیں۔

ڈاکٹر صاحب! چاچو کیسے ہیں ڈاکٹر کے آتے ہی ثاقب اس کی طرف بڑھا۔

مگر اس کا جواب سن کر وہ دنگ رہ گیا" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب؟؟؟ ان کو میجر اٹیک ہوا تھا وہ ہارٹ پیشنٹ تھے نہیں، یہ پہلا ہی اٹیک تھا جو خطرناک

ثابت ہوا وہ کہہ کر رکا نہیں تھا ثاقب بھی انیلہ بیگم اور چچی جان کے ساتھ ڈیتھ بوڈی لے کر گھر آ گئے تھے۔۔

آج ایمن کا مایوں تھا پورے چھے مہینوں بعد اس گھر میں رونق لگی تھی اس فوتگی والے ماحول کو ختم کرنے کے لیے شادی کی تاریخ جلدی رکھ دی تھی۔

ایمن تیار ہو کر اپنے کمرے میں بیٹھی باہر سے آنے والے بلاوے کا انتظار کر رہی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازا کھلا دیکھا تو سامنے نائلہ کھڑی تھی بکھرے ہوئے بال اور آنکھیں سوجی ہوئی تھی جیسے برسوں سے سوئی نہ ہو۔

نائلہ کمرے میں آتے ہی اس کے پیروں میں گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے لگی "ایمن مجھے معاف کر دینا میں ثاقب کو کھونا نہیں چاہتی تھی وہ میرا جنون بنتا گیا اور پھر میری ضد بن گئی جب جب میں اسے تمہارے ساتھ ہنستا ہوا دیکھتی تھی، جب بھی تم ثاقب کا نام اپنی زبان سے لیتی تھی میری نفرت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نفرت کی آگ نے مجھے ہی جلا دیا سب کچھ ختم ہو گیا ایمن میں نے اپنے باپ کو مار دیا ایمن میں قاتل ہوں اپنے باپ کی۔۔۔۔۔

ایمن نے اس کو کندھوں سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے کہا"۔بس تایا جان کی اتنی ہی زندگی تھی تو اللہ کے فیصلوں کے آگے ہماری کیا مجال؟؟ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا نہ بس یہی کافی ہے میں نے معاف کر دیا سب کو، میں نے کبھی اپنے دل میں کسی کے لیے نفرت نہیں رکھی لیکن ایک بات یاد رکھنا"ایک جھوٹ چھپانے کے لیے نا جانے کتنے جھوٹ بولنے پڑتے مگر جھوٹ کی کوئی خاص مدت نہیں ہوتی وہ پکڑا جاتا ہے لیکن اس سے دوسروں کو ملی تکلیف کا خمیازہ کوئی نہیں بھر سکتا" جیسے ایمن کے ساتھ نائلہ نے کیا اگر آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو اسے بتا دیں یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اپنی محبت کو پانے کے لیے سازشیں تو ناکام ہی ہوتی ہیں کیونکہ محبت ایک جذبہ ہے جو اللہ پاک کی طرف سے ہوتا ہے کسی کے پریشرائز کرنے سے نہیں"ایمن نے اس کے آنسوں پونچھ کر مسکرا کر اسے گلے لگا لیا۔

ایمن کو اسٹیج پر لایا جا رہا تھا جو کہ کچھ لڑکیوں کے ہمراہ لایا جا رہا تھا جن میں ایک نائلہ بھی تھی اسے لا کر ثاقب کے ساتھ بٹھا دیا ایمن اپنے شادی کے لال جوڑے میں

بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔سب کچھ سہی ہو گیا تھا ایمن نے انیلہ بیگم کو معاف کر دیا اور سب لوگ پھر سے ایک ہو گئے۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

شگفتہ اعجاز

محترمہ کا نام شگفتہ اعجاز ہے۔ یہ پنجاب کے شہر جہانیاں سے تعلق رکھتی ہیں۔بی ایس انگلش کی طالبہ ہیں۔ یہ کالم نگار اور افسانہ نگار ہیں۔انہوں نے ستمبر 2022 میں لکھنے کا اغاز کیا، ادب سے تو انہیں بچپن سے ہی بے حد لگاؤ تھا لیکن جب لکھنا شروع کیا تو قلم بہت خوبصورتی سے رواں ہوتا چلا گیا۔ انہوں نے اب تک پاکستان کے مختلف نیوز پیپرز، میگزینز اور ڈائجسٹ میں لکھا ہے ۔انڈیا کی 40 سے زائد انتھالوجی کتابوں میں کو-آتھر کے طور پر لکھ چکی ہیں، اور

وہاں کی دو کتابوں "فیتھ ان لو اور ٹرو فرینڈ شپ" کی کمپائلر ہیں۔ شاعری لکھنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اور وقتاً فوقتاً غزل یا شعر لکھتی رہتی ہیں۔ ایک ناول لڑکی ست رنگی لکھ رہی ہیں جو ان شاءاللہ جلد منظر عام پر آجائے گا۔ یہ ایک بہت اچھی گرافک ڈیزائنر بھی ہیں۔

ان کے لکھنے کا مقصد لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے، حق اور سچ لکھنا ہے۔ یہ چاہتی ہیں کہ ان کے قلم سے ایسے الفاظ لکھے جائیں جو ہر پڑھنے والے پر اثر رکھیں اور ان کے قارئین ان الفاظ سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھیں۔

www.novelsclubb.com

عنوان: اجالا

از قلم: شگفتہ اعجاز (کالم نگار و افسانہ نگار)

اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی وہ باہر کا نظارہ کر رہی تھی۔ باہر موجود چھوٹا سا باغیچہ اس کے کمرے کی کھڑکی سے واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ وہ باغیچے میں لگے رنگ برنگے پھولوں کو دیکھتے ہوئے اس کے تخلیق کرنے والے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ رب نے ہر چیز میں کیسے کیسے رنگ بھرے ہیں، وہ ہر چیز کو کتنا پیارا تخلیق کرتا ہے۔ حوریہ ایسی ہی تھی وہ جب بھی کسی خوبصورت چیز کو دیکھتی تو اس میں کھو سی جاتی تھی۔ ہر وقت قدرتی چیزوں کو گہرائی سے سوچنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ وہ اپنی انہی سوچوں میں گم تھی کہ اس کی چھوٹی بہن عروہ نے زور سے دروازہ کھولا۔ "حوریہ آپی کب سے امی آپ کو آوازیں دے رہی ہیں، آپ کو سنتا

نہیں ہے؟ بہت مہربانی ہو گی آپکی اگر آپ آکر ناشتہ کر لیں۔"

اور حوریہ جلدی سے نیچے آکر پہلے امی کی ڈانٹ سنتی ہے اور پھر دونوں بہنیں جلدی سے ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے کالج اور یونیورسٹی کے لیے نکل جاتی ہیں۔

حوریہ اور عروہ دو بہنیں تھیں۔ان کی ماں پروین بیگم بہت ہی سمجھدار اور مذہبی خاتون تھیں۔اس نے اپنی بیٹیوں کی تربیت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بڑی بیٹی حوریہ بھی ماں کی طرح بہت خوش اخلاق،اچھی سیرت اور مذہب سے لگاؤ رکھنے والی تھی لیکن عروہ تھوڑی لاپرواہ سی تھی۔شوہر کی وفات کے بعد پروین بیگم نے دونوں بیٹیوں پر تھوڑی سختی بھی شروع کر دی تھی۔بڑی بیٹی حوریہ بہت سمجھدار تھی اسے اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا لیکن عروہ چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے باپ سکندر صاحب کی بہت لاڈلی تھی۔

پروین بیگم جب بھی بیٹیوں پر کوئی روک ٹوک کرتی تھیں تو سکندر صاحب اسے منع کرتے تھے کہ کوئی بات نہیں بچیاں ہیں،ان کی کھیلنے کودنے کے دن ہیں اسی لاڈ پیار نے عروہ کو بیگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

باپ کی وفات کے بعد عروہ بہت چڑ چڑی سی ہو گئی تھی۔ ہر وقت کی پابندیوں، روک ٹوک اور ہر وقت ماں کی نصیحتوں سے اس کا سانس بند ہوتا تھا۔

حوریہ عبایا پہنتی تھی تو عروہ کو عبائے سے نفرت تھی۔ کالج میں عروہ کی دوستیں ہائی کلاس فیملی سے تعلق رکھتی تھیں تو اس کا ذہن بھی ویسا ہی سوچتا تھا کہ جیسے وہ کپڑے پہنتے ہیں، لیٹ نائٹ پارٹیز اٹینڈ کرتے ہیں، اپنی مرضی سے گھومتے پھرتے ہیں یہ بھی ویسے ہی اپنی زندگی گزارے۔ لیکن پروین بیگم اپنی بیٹیوں کو اجازت نہیں دیتی تھی۔

عروہ عروہ ہم یہاں ہیں، وہ جیسے ہی کالج میں داخل ہوئی تو اسے اپنے دائیں طرف سے معارج کی آواز سنائی دی اور عروہ کی نگاہیں بھی انہیں کو ڈھونڈھ رہی تھیں۔

معارج اپنی دوست آئزل اور سعد کے ساتھ عروہ کے پاس آ گئے۔

"یار کہاں تھی تم کل؟ تمہیں پتہ ہے ہم نے کتنا مزہ کیا پارٹی میں، ہم تمہارا انتظار کرتے رہے تم آئی ہی نہیں، پک اینڈ ڈراپ کا مسئلہ تھا تو ہمیں بتا دیتی۔"

"معارج نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔"

"ہاں یار تمہیں آنا چاہیے تھا۔"

ایسی بات نہیں ہے، وہ دراصل مجھے نائٹ پارٹیز میں جانے کی اجازت نہیں ہے ماما نے آنے نہیں دیا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ آج کل کون منع کرتا ہے؟ یہی تو عمر ہوتی ہے انجوائے کرنے کی۔" سعد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

عروہ کی آنکھوں میں نمی آگئی، اس کے دل میں ہمیشہ ماں اور حوریہ کے لیے دل میں بد گمانیاں رہتی تھیں، کیونکہ وہ دونوں ہی اسے روکتی تھیں۔ آنکھوں کی نمی چھپاتے ہوئے وہ ان تینوں کے ساتھ لیکچر لینے کے لیے کلاس کی طرف چلی گئی۔

حوریہ کی یونیورسٹی اور عروہ کا کالج ایک دوسرے سے زیادہ دور نہیں تھے۔ اور دونوں کے چھٹی کے اوقات بھی ایک ہی تھے۔ حوریہ جاتے ہوئے عروہ کو پک کر لیتی تھی اور دونوں بہنیں اکٹھے گھر جاتی تھیں۔

آج خلاف معمول عروہ گھر جاتے ہی ماں سے ملے بغیر سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی اور دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔

"حوریہ بیٹا کیا ہوا ہے اسے ؟ یہ ملی بھی نہیں آج اور کھانا بھی نہیں کھایا۔" پروین بیگم نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے حوریہ سے پوچھا۔

واپسی پر گاڑی میں بھی خاموش ہی رہی ہے، مجھ سے بھی کوئی بات نہیں کی۔

" ھمم، دن بدن اس کا رویہ بدلتا ہی جا رہا ہے، پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ؟؟ اس لڑکی کو، اتنا سمجھاتی ہوں سمجھتی ہی نہیں ہے، تم ہی سمجھاؤ اسے۔ ماں نے نہایت پریشانی سے کہا۔"

آپ پریشان نہ ہوں امی جان !اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔"حوریہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔"

لیکن دل ہی دل میں وہ بھی بہن کے لیے پریشان تھی۔

عروہ نے کمرے کا دروازہ لاک کر کے بیگ ایک طرف پھینکا اور بیڈ پر گرنے کے انداز سے بیٹھ گئی۔

بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی اپنے بابا کی تصویر اٹھائی اور ان سے باتیں کرنے لگی۔

" بابا آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے، میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں، کوئی بھی مجھ سے

آپ جتنا پیار نہیں کرتا۔اور آنکھوں سے نکلتے آنسو اس کا چہرہ بھگونے لگے۔"

عروہ اپنے بابا کے بعد بہت چڑچڑی سی ہو گئی تھی۔ہر کسی سے لڑنا جھگڑنا، چھوٹی چھوٹی بات پر رونا، ہر کسی کی بات کا برا مان جانا اب اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔

عروہ ابھی تصویر کو اپنے ہاتھوں میں لیے ہی بیٹھی تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

عروہ! میری پیاری گڑیا دروازہ کھولو۔

عروہ نے جلدی سے تصویر ٹیبل پر رکھ کر اپنے آنسو پونچھے اور دروازہ کھولنے کے لیے اٹھی۔

عروہ نے دروازہ کھولا تو حوریہ کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔

کیا بات ہے؟ کھانا کھانے کیوں نہیں آئی؟

"کچھ نہیں۔"

تو پھر؟

عروہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

حوریہ نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بیڈ پر بٹھا لیا۔

www.novelsclubb.com

ادھر دیکھو میری طرف، روئی کیوں ہو تم؟

"ویسے ہی۔"

بڑی بہن سے شیئر نہیں کرو گی؟ کیوں ہر وقت غصے میں رہتی ہو؟ میری شہزادی غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔ماں باپ یا کوئی بڑا بہن بھائی اگر آپ کو کچھ کہتا ہے تو اس میں آپ کے لیے کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے اس لیے غصہ کرنے کی بجائے ان کی باتوں پر عمل کیا کرو۔

شاید حوریہ کی باتوں کا اثر ہو گیا تھا۔اگلے دن عین وقت پر عروہ کالج کے لیے تیار ہو کر ناشتے کی ٹیبل پر آ گئی

السلام علیکم! امی جان۔

www.novelsclubb.com

وعلیکم السلام! "آ گئی محترمہ؟ مجھے لگتا ہے میری ایک ہی بیٹی میرے ساتھ رہتی ہے ۔دوسری تو اپنی ہی کسی دنیا میں رہتی ہے۔ماں نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔"

نہیں امی جان! ایسی بات نہیں ہے، وہ پڑھائی کا بہت دباؤ ہوتا ہے نہ اس لیے وقت نہیں دے پاتی آپ کو عروہ نے بات گھمانے کی کوشش کی۔

"پڑھائی وڑھائی کی بات نہیں ہے ایسے کہو کہ ماں لیکچرز جھاڑنے لگ جاتی ہے اس لیے دور رہتی ہوں۔" امی بات تو ویسے آپ ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں، عروہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اتنے میں حوریہ کچن سے گرما گرم آلو کے پراٹھے لی آئی۔

واؤ سپائسی، میرے تو منہ میں پانی آگیا ہے۔امی اور حوریہ حیران تھیں کہ وہ لڑکی جو ڈھنگ سے ناشتہ نہیں کرتی تھی آج اسی عروہ نے سیر ہو کر ناشتہ کیا اور پھر دونوں بہنیں کالج اور یونیورسٹی کے لیے روانہ ہو گئیں

بیٹیوں کے جانے کے بعد پروین بیگم نے دونوں کو بہت سی دعائیں دیں۔ وہ ہمیشہ ان کے اچھے نصیب کی دعائیں کیا کرتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

بیٹیوں سے گھر میں کتنی رونق ہوتی ہے۔ وہ تتلیوں کی طرح ہر طرف رنگ بکھیر دیتی ہیں۔اللہ پاک ان کو ہمیشہ ایسے ہی خوش رکھے۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے حوریہ نے عروہ کو تیکھی نظروں سے دیکھا، "چادر صحیح سے اوڑھو عروہ، عروہ نے منہ کے برے برے زاویے بنائے اور اپنی چادر ٹھیک

طریقے سے اوڑھی۔"

کیا ہے آپی؟ گاڑی میں بھی چادر لو، پردہ کرو، کون سا ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے یہاں ۔"

بری بات عروہ، عورت ہمیشہ چھپی ہوئی ہی اچھی لگتی ہے۔ عورت کا پردہ ہی اس کا حسن ہوتا ہے، میں تو کہتی ہوں تم بھی عبایا پہنا کرو۔ انسان بہت محفوظ بھی رہتا ہے اور اللہ پاک بھی خوش ہوتے ہیں۔

"رہنے دیں آپی میرا سانس رکتا ہے عبایا پہن کے۔"

"آپ نے کبھی آئزل کی ڈریسنگ دیکھی ہے، کتنی ماڈرن ہوتی ہے، اس نے کبھی دوپٹہ بھی نہیں لیا۔ سعد اور معارج تو میرا مذاق اڑاتے ہیں جب میں یہ ماسیوں کی طرح اتنی بڑی چادر لے کر جاتی ہوں۔

"اچھا تو تمہیں اس دنیا کے لوگوں کی فکر لاحق ہو رہی ہے اور وہ رب جو اپنے بندوں سے اتنی محبت کرتا ہے، جس نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نوازا ہے اس کا کیا؟ ان کے اعمال نامے ان کے ساتھ جانے ہیں اور تمہارے اعمال نامے تمہارے ساتھ۔ اللہ

کی نافرمانی کر کے جو ہمارے حصے میں دردناک عذاب آئے گا اس سے بچانے تمہارے دوست آئیں گے تمہیں؟حوریہ نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔"

اور ایک اور بات عروہ، لڑکوں سے دوستی نہیں رکھتے ہوتے، اللہّ نے نامحرم کو ہمارے لیے حرام قرار دیا ہے، ایک نامحرم اگر آپ کو نماز کے لیے بھی اٹھاتا ہے تو بھی وہ ہمارے لیے نامحرم ہی رہے گا اور نامحرم ہمارے لیے حرام ہے۔ حوریہ نے پیار سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔"

اور عروہ حوریہ کو دیکھتے ہی رہ گئی، اس کے پاس حوریہ کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموش رہی۔ اتنے میں عروہ کا کالج آگیا اور حوریہ اسے ڈراپ کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

حوریہ یونیورسٹی پہنچی تو اس کی دوستیں، ثنا اور سندس اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

"یار حوریہ کہاں رہ جاتی ہو تم؟ ٹائم سے آیا کرو نا، روز لیٹ ہو جاتی ہو۔" دونوں نے خفگی کا اظہار کیا۔

بس وہ عروہ کو کالج چھوڑنا ہوتا ہے تو اس لیے تاخیر ہو جاتی ہے۔ بندی ناچیز معذرت

خواہ ہے آپ سے، کل سے آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گی اور دونوں مسکرا کر حوریہ کے گلے لگ گئیں۔ وہ دونوں بھی حوریہ کی طرح عبایا پہن کے رکھتی تھیں۔

ان تینوں دوستوں کا وقت بہت اچھا گزرتا تھا۔

عروہ سارا دن کالج میں کھوئی کھوئی سی رہی۔ حوریہ کی باتیں اسے بے چین کر رہی تھیں۔

کالج سے واپسی پر عروہ نے دیکھا کے ایک انیس بیس سال کی خوبصورت لڑکی جس نے خود کو اچھے طریقے سے بڑی سی چادر کے ساتھ ڈھانپا ہوا تھا۔ اور وہ ہر کسی کے آگے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ رہی تھی۔

وہ ایک ہاتھ سے معذور تھی۔ عروہ کو اس کی حالت دیکھ کر دھچکہ سا لگا۔ اسے ہر طرف سے ایک ہی آواز سنائی دینے لگی۔

"فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّ کُمَا تُکَذِّبَانِ"

ترجمہ: "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔" (سورۃ الرحمن: ۱۳:۵۵)

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اسے ایسے محسوس ہو رہا تھا
جیسے اسے کوئی زور سے جھنجھوڑ رہا ہو۔ وہ سوچتی ہے کہ میں کتنی ناشکری ہوں۔ مجھے اللہّ پاک نے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ لیکن میں پھر بھی خوش نہیں ہوں۔
پروین بیگم اس کی ہر خواہش پوری کرتی تھیں۔ عروہ کو ہر آسائش میسر تھی۔ لیکن پھر بھی اسے لگتا تھا کہ اس کی زندگی میں تاریکی ہی تاریکی ہے، چار سوں اندھیرہ چھایا ہوا ہے۔
گھر پہنچ کر دونوں نے سلام کیا اور پروین بیگم نے جلدی سے ان کے لیے کھانا لگا دیا۔ انہیں معلوم تھا دونوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ واؤ امی جان! پاستہ، عروہ چہکی۔ آپ کو کیسے پتہ کہ میرا پاستہ کھانے کو دل کر رہا تھا؟ بیٹا ماں ہوں تم لوگوں کی، مجھے معلوم ہے کہ میری بیٹیوں کو کیا چیز پسند ہے اور کیا نہیں، اور عروہ نے محبت سے ماں کو گلے لگا لیا۔
کھانے کے دوران ماں نے کہا" عروہ بیٹا تم بھی نماز پڑھا کرو پابندی کے ساتھ، مجھے تم دونوں کی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی بھی بہت فکر ہے، اور قرآن کی تلاوت

کا تو تم دونوں معمول بنالو۔"

عروہ نے فرمانبرداری سے "جی ماں جی ضرور پڑھوں گی" کہا تو حوریہ اور پروین بیگم دونوں حیران رہ گئیں اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

عشاء کے وقت عروہ کچن سے پانی پی کر واپس آرہی تھی تو اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی ہلکی ہلکی سسکیوں کے ساتھ رو رہا ہو۔ کچن کے قریب ہی حوریہ کا کمرہ تھا وہ اس کے کمرے کی طرف گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ حوریہ آپی جائے نماز پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہیں اور اللہ پاک سے دعائیں مانگ رہی ہیں۔

"اللہ پاک آپ اپنی اس گنہگار بندی سے راضی ہو جائیں، اے اللہ پاک مجھے معاف کر دیں۔"

www.novelsclubb.com

عروہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی، احساس ندامت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ آپی اللہ کے ہر حکم کی پابندی کرتی ہے، اللہ کی اتنی عبادت کرتی ہے اور میں؟ میں کیا ہوں؟ میں تو پھر پوری کی پوری گناہوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ اور وہ جلدی سے اپنے کمرے میں جا کر وضو کرتی ہے۔ رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھتی

ہے اور اللہّ پاک سے سجدے میں جا کر گڑ گڑا کر دعائیں مانگتی ہے۔

نماز کے بعد اس نے الماری میں سے سالوں پہلے رکھے ہوئے قرآن پاک کو اٹھایا، کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس کا غلاف اتار کر اسے چوما۔ اسے امی جان اور حوریہ آپی کی بات یاد آجاتی ہے۔ "عروہ تم عشاء کے بعد سورۃ ملک ضرور پڑھا کرو اس کی بہت فضیلت ہے۔" وہ جلدی سے انتیسواں پارہ کھولتی ہے، وہ جیسے ہی پڑھتی ہے،

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ: "بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورۃ ملک: ۱:۶۷)

پڑھ کے اسے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر طرف روشنی پھیل گئی ہو، اس کے چاروں طرف اجالا ہی اجالا ہو گیا ہو۔ زندگی جو اسے تاریک لگتی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ تاریکی ختم ہو چکی ہے۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج اس کی زندگی کی خوبصورت رات تھی۔ آج وہ پہلی دفعہ اتنی پر سکون نیند سوئی تھی۔ ایک دن کے منظر نے اس کی زندگی بدل دی تھی۔ وہ اپنے رب کی بہت شکر گزار تھی۔

✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶✶

شاہ تاج بانو

محترمہ کا نام شاہ تاج بانو ہے ان کا تعلق ضلع بھکر سے ہے۔انہیں بچپن سے ہی لکھنے کا شوق تھا اور وقت کے ساتھ یہ شوق جنون میں تبدیل ہو گیا۔یہ چاہتی ہیں کہ "اپنے قلم کے ذریعے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچائیں اور اک لکھاری کے طور

پاکستان

اور اپنے گاؤں کا نام روشن کریں۔

www.novelsclubb.com

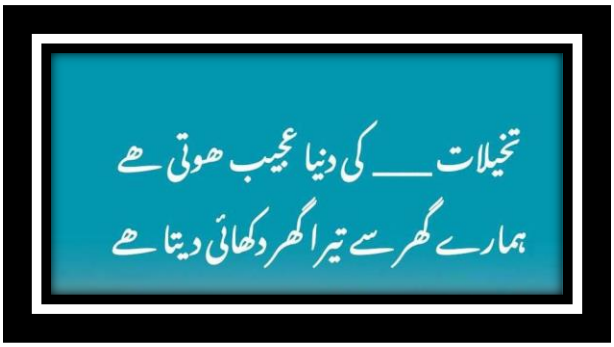

"گوشہ تخیل میں اکثر میری پلکیں بھیگ جاتی ہیں
اور یونہی روتے روتے میری راتیں بیت جاتی ہیں"

رات کے پچھلے پہر نرم گرم بستر سے اٹھ کر وہ سیڑھیوں کی طرف جا رہی تھی، پورے گھر میں سناٹا چھا رہا تھا، سوائے اس کے قدموں کی چاپ کے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ چلتے چلتے اس کے قدم رکے لیکن اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، اسے چھت پہ جانے کی جلدی تھی۔ جیسے ہی چھت پہ پہنچی اسے ہمیشہ کی طرح محسوس ہوا کہ وہ آزاد ہے۔ یہ لمحات اسکی زندگی کل اثاثہ تھے کیونکہ انہی لمحات میں اس نئ امید ملتی تھی۔ وہ آنکھیں موندے زمین پہ بیٹھ گئی، آنسو پلکوں کی باڑ کو توڑتے

گالوں پہ چھلک رہے تھے۔ چاروں طرف فضا میں قہقہے سنائی دے رہے تھے، روتے وہ ہنسنے لگی اتنی ہنسی کہ اگر اس وقت کوئی دیکھتا تو اسکو پاگل تصور کرتا، قہقہوں میں چند آوازیں سنائی دینے لگیں، اس کے ہونٹوں پہ جنبش پیدا ہوئی، جیسے وہ کسی سے بات کر رہی ہو۔ بار بار اک ہی الفاظ دہرائے جا رہے تھے" بانی ہمت نہیں ہارنی بیٹا، تم پھپھو کی بہادر بھتیجی ہو، تمہیں آگے بڑھنا ہے اپنے لیے خود راستہ بنانا ہے، اللہ کے علاوہ دنیا میں کوئی ساتھ نہیں دے گا، اسے اپنا ہم راز بناؤ، اسکی عبادت کرو۔ اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکنا، خود کو ہر خوف سے آزاد کرو" اس نے اک دم سے آنکھیں کھول دیں وہ منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی، اس نے گالوں سے آنسو پونچھے اور سیڑھیاں اترنے لگی۔ پیچھے سے سنائی دیتے قہقہے اور آوازیں ہوا میں تحلیل ہو گئیں۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ کمرے میں آتے ہی دروازہ بند کیا اور ڈائری کے ورک پہ اک جملہ لکھا" اڑنے کی چاہ میں ہے قید زندگی"۔

زندگی کی الجھنوں سے نکل کر

گوشہ تخیل میں قرار املتا ہے

وہ ہمیشہ سے ایسے ہی تھی اپنے دکھ پہ غموں پہ خاموش رہنے والی، ہر کسی کی بات کو خاموشی سے سننے والی۔ اسے وقتی سہارے بنانے کا شوق نہیں تھا۔ اپنے آپ میں مگن رہنے والی، زندگی کی الجھنوں سے آزاد، صبر اور شکر اسکی زندگی کے روشن پہلو تھے، اس نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس کے ساتھ اکثر اوقات برا ہو جاتا لیکن کبھی زبان پہ شکوہ نہیں لائی۔ وہ ہمیشہ اک بات کہتی تھی کہ زمینی تعلقات جیسے بھی ہوں آسمانی رابطے مضبوط ہونے چاہیں پھر آپکا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میں ہمیشہ اسکی باتوں پہ ہنستی تھی لیکن آج جب اکیلے بیٹھ کر مسکراؤں تو اسکی بات ہمیشہ یاد آتی ہے، سچ کہتی تھی وہ "آسمانی رابطے مظبوط ہونے چاہییں"

www.novelsclubb.com

سحر شیر ساجد

مصنفہ کا اصل نام سحر شیر ساجد ہے
ان کا قلمی نام سحر مومنہ ہے۔
لکھنے کا آغاز 2022 میں فیس بک
سے کیا اب تک یہ نو ناول مکمل لکھ چکی
ہیں اور کافی سارے افسانے مختلف
رسالوں میں لکھ چکی ہیں اس وقت ماہنامہ عین عشق کے

تذکرے اولیاء اور فیس بک ٹیم کی انچارج ہیں۔

www.novelsclubb.com

"وصال یار"

از قلم سحر مومنہ

صبح کی سحر طلوع ہو رہی تھی۔ہر طرف ہلکی سی روشنی تھی پرندے جاگ چکے تھے وہ ذکر الٰہی میں مصروف بیٹھا آسمان کو تک رہا تھا پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اگر آنکھوں کے آگے سے (ظاہری) پردے ہٹا بھی دیئے جائے تو بھی وہ (نور حقیقی) ہزاروں دیگر پردوں کے پیچھے چھپا رہے گا۔"

خواجہ معین الدین چشتی۔

"ایک پردہ ہٹاتا ہوں دوسرا پردہ آتا ہے۔اے میرے محبوب کیسے ملوں تم سے کیسے وصال ہو میرا آخر!اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔"

تمہارے پاس دیکھنے والی آنکھ ہی نہیں ہے وہ اپنے رخ کا پردہ کیا اٹھائے کوئی ایسا صاحب نظر کہاں ہے؟ جس پر وہ خود جلوہ عیاں کرے۔

خواجہ معین الدین چشتی۔

کوئی آواز آئی اس کے اندر سے وہ چونک گیا یہ کون بولا! میرے اندر سے: وہ ایک بڑے پتھر پر بیٹھا تھا یہاں وہاں دیکھنے لگا پھر اس کو ایک آواز آئی۔۔

شائد تو حور قصور کی دید کے لیے آنکھیں نہ کھولے لیکن اس کے دیدار کے لیے تو اپنی آنکھیں کھول۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

"دیدار ہی تو چاہتا ہوں سرکار ہر طرف جب آپ کا جلوہ ہے تو مجھے کیوں نہیں دیکھائی دیتا؟؟ وہ جلوہ ظاہر باطن سب جگہ جب آپ کا نور ہے تو مجھے کیوں نہیں نظر آتا جاناں؟؟ اس نے آواز سے سوال کیا۔۔

عشق کے دلال کا کہنا ہے کہ: "محبوب کے درشن کی قیمت جان کا نذرانہ مقرر کیا ہے اگر تو جان دے سکتا ہے تو پھر اس کے بازار میں آنکھیں کھول۔"

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

اب اس کی آنکھوں سے آنسوں جارہی ہوگئے تھے۔ جان آپ کے قدموں میں سرکار!! اب وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگا تھا۔ سسکیاں بلند ہو رہی تھی وہ روئے جارہا تھا۔ جب کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے کھڑے انسان کو دیکھ کر وہ چونک گیا یہاں ویران جگہ پر اس کے سوا بھی کوئی ہے وہ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ چہرے پر ایک نور تھا ایک سکون ایک راحت تھی جس کو دیکھ کر ارمان کے دل میں بھی خود بخود سکون اترنے لگا تھا۔

کیا ہوا بچے اتنے اداس کیوں؟ تم رو کیوں رہے ہو؟ وہ بزرگ بولے۔۔

آپ کون ہیں یہاں کیسے آئے کیا مجھے جانتے ہیں آپ؟ ارمان نے پوچھا۔۔

"جہاں محبوب کے بندے ہونگے جہاں پیاس ہو گی میں وہاں ہوتا ہوں۔ تمہارے اندر پیاس ہے محبت ہے عشق کی یہ آگ ہر کسی میں ہوتی ہے یہ آگ تحفہ ہوتا ہے۔ محبوب کا تم خوش نصیب ہو جو تم جل رہے ہو"

یہ جلن تمہیں جہاں پہنچا دے گی وہاں کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے بچے!!! وہ

بزرگ بولے۔۔۔

کیا میری محبت میں کوئی کمی ہے میری پیاس میں کوئی کمی ہے کیا سرکار؟ ارمان نے پوچھا۔۔۔

نہیں کوئی کمی نہیں ہے بس تم چپ چاپ سب سہتے جاؤں بیٹا عاشق کا کام ہے جلنا معشوق اگر جلا رہا ہے۔ تو چپ چاپ جل جاؤں افف نہ کرو سر آگے رکھ دو خاموشی سے۔ یہاں سر کٹ جانا بھی سر اٹھانا ہوتا ہے سرمد نے سر کٹا کر لا الہ سے آلا اللہ تک پہنچ گیا تھا!! وہ بزرگ بولے۔۔۔۔

وہ عظیم ہستی تھے میں ایک گناہ گار انسان ہوں ایک عام انسان ہوں میری اتنی اوقات نہیں ہے سرکار ان سے مل سکوں!!! ارمان نے کہا۔۔

بے شک وہ عظیم تھے یہ عاجزی ہے تمہاری بچے جو تم خود کو کم سمجھتے ان سے پر تم چنے گئے ہو در محبوب پر بلایا گیا ہے۔ تم کو بس ایک چیز کرو یہ زنگ اتار دو دل کا آئینہ صاف شفاف کر دو تم اپنا!! وہ بزرگ بولے۔۔

ارمان نے حیرت سے ان کو دیکھا آنکھ سے آنسوں جاری تھے۔۔۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بیٹا:

"تیرے جمال کے بغیر آئینہ دل کیا چمک سکتا ہے جب (جس وقت) آئینے کا گرد اور غبار اور زنگ اتاروں تو وہ اس قابل ہوتا ہے کہ کچھ نظر نہ آئے"

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

اپنے دل سے ہر طرح کا زنگ اتار دو جتنا اندر صاف اتنی منزل آسان، اتنا وجود کشادہ، اتنے کیفیات ظاہر، اتنے وجد طاری بس اور محبوب اپنی مخلوق میں بستا ہے یہاں ویرانے میں تم کہاں ڈھونڈ رہے ہو؟؟؟ تم اس کو جو اندر ہے ظاہر باطن ہے جو سب کے اندر ہے اس کو پہلے وہاں دیکھ پھر جہاں کا حکم ہو وہاں نکل جا۔ پر پہلے اپنی ہستی مٹا دے یہ زنگ اتار اور معاف کر دے کیونکہ محبوب کی صف میں پہلی چیز معافی ہے معافی دو گے تو معافی ملے گی تم کو بچے!!! وہ بزرگ بولے۔۔۔

ارمان نے چونک کر بزرگ کو دیکھا پھر اس کو اپنا ماضی یاد آنے لگا اور وہ کھو گیا اپنے ماضی میں۔

تین سال پہلے

چچی میرا کوئی قصور نہیں ہے آپ قسم لے لیں مجھ سے میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا صاحبہ کو صرف ایک لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا اس پر ڈانٹا ہے اس کو آخر وہ میری منگیتر ہے اتنا تو حق ہے میرا اس پر!!! ارمان نے کہا۔۔

اے ہیلو! اپنی حد میں رہو۔ میں کوئی منگیتر نہیں ہوں تمہاری سمجھے تم دادی یا ابا کے فیصلے کو میں نہیں مانتی۔ اور تم جیسے کالے اور غریب کے ساتھ میرا کوئی جوڑ ہے بھی نہیں سمجھے۔ یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ ارمان مرزا!!! صاحبہ نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا۔۔

ارمان دکھ سے اس کو دیکھ رہا تھا جب اس کی چچی بولی۔۔

"اور نہیں تو کیا اس کے جوڑ کا اس کے جیسا ہی ہونا چاہے تم جیسا کوئی مزدور یا دیہاڑی پر کمانے والے نہیں یہ محلوں کی رانی ہے میری بیٹی!!! صاحبہ کی ماں نے اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔۔۔"

ممی پلیز میرے بالوں کو اپنے برتن والے ہاتھ مت لگائیں ابھی آپ برتن دھو کر آئی ہیں۔ وہی ہاتھ ہیں نا میں نے آج پالر سے نیا ہیر کٹ اور کلر کروایا ہے خراب نہ

کرے آپ۔صاحبہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔۔۔

اس کی ماں اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئی پھر اس نے غصہ سے چلا کر ارمان کو کہا اب چلو نکلو یہاں سے اپنے کام سے کام رکھو۔اب صاحبہ کے معاملے میں مت بولنا سمجھے۔ چلو اب جاؤ اپنے کام پر!! جب اپنی بیٹی نے بے عزتی کی اس کا غصہ ارمان پر ہی نکلا تھا۔۔۔

ارمان ہمیشہ کی طرح چپ چاپ وہاں سے نکل کر باہر آ گیا صحن میں ایک جگہ بیٹھ گیا اور سامنے ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگا۔ آج نہ جانے کیوں اس کو ایسا لگا تھا صرف سورج نہیں ڈوب رہا ساتھ ہی اس کی قسمت بھی ڈوب گئی ہے۔ایک ٹھنڈا سانس بھر کر اس نے اپنے دل سے کہا چل اب یہاں تیرا گزر نہیں ہے جس کی وجہ سے آج تک یہاں تھا اب وہ ہی نہیں رہا اپنا۔ تو اب کیا کرنا یہاں رہ کر اس نے کچھ سوچ کر اپنے ایک دوست کو کال ملائی اور بات کرنے لگا بات کر کے وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا وہاں جا کر اپنا سامان پیک کرنے لگا پھر چاچا کے کمرے میں گیا۔۔

ارمان کا باپ گزر چکا تھا وہ ماں کے ساتھ چاچا کے گھر میں رہتا تھا۔ چاچا اور دادی نے ارمان اور صاحبہ کا رشتہ بچپن میں طے کیا تھا ارمان اس وقت سات سال کا تھا اور صاحبہ پانچ سال کی۔ بچپن میں وہ اس کے بہت قریب تھی پر جیسے ہی بڑی ہوئی وقت کے ساتھ ساتھ وہ بدل گئی۔ آج وہ ایک لڑکے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی پھر ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر وہ دونوں باہر ہوٹل میں جا رہے تھے ارمان نے اس کو بہت ڈانٹ کر وہاں سے گھر لے آیا تھا۔ اب چچی اور صاحبہ کی اتنی سننے کے بعد وہ یہ شہر چھوڑ کر جا رہا تھا اب چاچا کے پاس تھا۔۔

چاچا مجھ سے کوئی بھی بھول چوک ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ اب میرے جانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں سوچا آپ سے اجازت لیتا جاؤں میں؟؟ ارمان نے کہا۔۔

بھول تو میرے سے ہو گئی ہے بیٹا تم مجھے معاف کرنا میں کچھ نہیں کر سکا تمہارے لیے آج تک۔ چاچا کے آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔۔

ایسی کوئی بات نہیں آپ نے بہت کچھ کیا میرے لیے۔ خود کما رہا ہوں تو آپکی وجہ سے ابا کے بعد آپ باپ بنے اور امی کے بعد امی بنے۔ میں تو آپ کا قرض دار ہوں

بس ایک بات بولنا چاہتا ہوں آپ سے میں ! ! ! ارمان نے کہا۔۔

کہوں بیٹا کیا کہنا ہے تم کو ! ! ! وہ بولے۔۔۔۔

آپ جب بھی صاحبہ کی شادی کریں مجھے مت بلایئے گا میں سب سہہ جاؤں گا پر اپنی چاہت کو کسی اور کا ہوتا ہوئے نہیں دیکھا سکتا ! ! ! ارمان نے کہا اور کھڑا ہو گیا تھا۔۔"

اس کے چاچا کچھ بول نہیں پائے تھے ارمان نے خدا حافظ کہا اور گھر سے نکل گیا تھا۔۔

باہر گیا ابھی بس اڈے پر پہنچا تو ایک بندہ جو گندے کپڑے پہنے ہوئے بال بڑے تھے داڑھی بڑی کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اس نے ارمان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کہا۔۔

"دنیا کے ہاتھوں سے ٹوٹا رب جوڑ لیتا ہے جب رب جوڑتا ہے نہ تو ایسا جوڑتا ہے کے ساری دنیا دنگ رہ جاتی ہے تجھے محبت نے توڑا ہے پر عشق تجھے محراب عطا کرے گا "

اس فقیر نے ایک پیالہ پانی کا دیا اس کو لو یہ پی لو تم تمہارے لیے ہی آیا ہے یہ !!!

اس فقیر نے کہا۔۔

ارمان نے وہ پانی پی لیا پھر فقیر کو دیکھا۔۔

وہ فقیر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر چلا گیا حق اللہ ھو اللہ ھو کرتا ہوا چلا گیا ارمان وہی کھڑا رہا کچھ دیر بس میں بیٹھ گیا اور شہر سے چلا گیا۔۔۔

"دنیا کے باغ میں کبھی کسی نے کوئی پھول کانٹوں کے بغیر حاصل نہیں کیا تو پھر اگر تجھے پھول کی جستجو ہے تو کانٹوں کے زخم کے لیے تیار رہ"

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

ارمان نے چونک کر بزرگ کو دیکھا جو مسکرا رہے تھے وہ انکی آواز پر جیسے ماضی سے باہر آیا تھا۔۔

عشق کا وہ محراب تمہارے سر پر چمکے گا ضرور بس اپنی ہستی مٹا دو تم اور زنگ اتار دو !!! بزرگ نے کہا۔۔

دو ماہ پہلے چچی کی کال آئی تھی اس کو اور بتایا تھا چاچا گزر گے ہیں۔ صاحبہ اور اس کا

شوہر گھومنے گئے تھے وہاں سے گر کر صاحبہ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھی اب وہ چل پھر نہیں پا رہی تھی۔ شوہر نے طلاق دے کر اس کو واپس بھیج دیا تھا۔ چچی اور صاحبہ نے معافی مانگی تھی اور اس نے بنا کچھ کہے فون بند کر دیا تھا۔ اب سب کچھ اس کے دل سے اتر گیا تھا۔ صاحبہ اب اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی وہ دنیا میں تو تھا پر دنیا کا نہیں رہا تھا وہ دنیا سے الگ تھا پر وہ معاف نہیں کر پایا تھا صاحبہ کو۔۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بچے۔۔

"روح کے موسی کو نفس کے اژدھے سے کیا غم جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ لا تخف (ڈر مت) کی عطا مل رہی ہے۔"

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

"اب بھی کیا سوچ رہے ہو تم بچے؟؟؟ محبوب اور بندے کے بیچ کی دیوار کے نفس وہ دیوار گرا دے بس پھر محبوب تم میں اور تم محبوب میں ہو گے نور ہی نور کو ملتا ہے نور گندے میں نہیں آتا بیٹا!!! وہ بزرگ بولے۔۔۔"

ارمان نے خاموشی سے ان کو دیکھا اور آنسو صاف کر دیے اپنے اب ایسا ہی ہو گا!!

ارمان نے کہا۔۔

بزرگ نے ارمان کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔۔

بارش کے ہزاروں قطروں میں سے صرف ایک ایسا ہوتا ہے کہ جو سیپی کے دل میں تربیت سے گہر بنتا ہے۔"

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

ایک تیز روشنی ہوئی اور وہ بزرگ غائب ہو گے۔۔

ارمان نے یہاں وہاں دیکھا پر کوئی نہیں تھا پھر اس نے آسمان کو دیکھا کچھ دیر پھر وہاں ویرانے سے نکل گیا تھا۔۔۔

تین ماہ بعد

www.novelsclubb.com

یہ اجمیر شریف شہر تھا سلطان الہند کا شہر وہ وہاں ایک کونے بیٹھا تھا۔کالی رنگ کی شال اوڑھ کر اپنے کندھے تک آتے بالوں کی پونی باندھ کر وہ دیوار سے ٹیک لگا کر خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کو دیکھ رہا تھا۔یک ٹک یہاں آنے سے پہلے وہ صاحبہ اور چچی کو معاف کر کے اپنے گھر لے آیا تھا۔انکی دیکھ بھال کے لیے اس نے

نوکر بھی رکھ دیئے تھے جوان کی خدمت کرتے تھے۔۔

ایک رات خواب میں اس کو کسی نے کہا کے اجمیر شریف جاؤ تو وہ یہاں آیا تھا اور محفل چل رہی تھی قوال کلام پڑھ رہا تھا۔

"یا محمد سید کونین

بلغ العلی بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو آلہ علیہ وآلہ

کلام کی آواز تیز ہو گی تھی ارمان وہاں ہو کے بھی وہاں نہیں تھا"

بلغ العلی بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو آلہ علیہ وآلہ

www.novelsclubb.com

ایک دم مزار کے اوپر کے حصے سے روشنی نکلی اور وہ روشنی ارمان کے سینے اور سر میں جانے لگی۔۔

جو شب وصال میں مصطفٰی

چلے جی میں ٹھان کر عرش تک

تو زمین سے عرش بریں تلک ہوئی حسن پاک کی روشنی

وہ ہزار خوب دلبری وہ وہار گلشنِ سرمندی

وہ سوار اپنے براق پر گئے جیسے بجلی چمک گئی۔

ارمان نے اپنی شال اتار دی اور بال بھی کھول دیے اب وہ گول گول گھومنے لگا

کلام کی آواز اب تیز ہو رہی تھی

www.novelsclubb.com

بلغ العلی بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو آلہ علیہ وآلہ

وہ اب تیز تیز گھوم رہا تھا

اس کا رقص دیکھ کر گائنگ کی آواز بھی تیز ہو گئی

یا محمد

یا محمد

یا محمد

یا محمد

ارمان گھومتے گھومتے گر گیا تھا روح پرواز کر گئی تھی

محبوب اپنے عاشق سے مل چکا تھا

وصال یار ہو چکا تھا

یہ کیسا وصال یار ہے

عاشق اپنے معشوق میں ہے

آگ پر جل کر ملتا ہے محبوب

اور محبوب عاشق سے جدا بھی نہیں

www.novelsclubb.com

★★★★★★★★★★★★★★

فقیہہ بتول

www.novelsclubb.com

محترمہ کا نام فقیہہ بتول ہے۔ محترمہ کا تعلق صوبہ پنجاب کے شہر فیصل آباد سے ہے۔ حال ہی میں ان کا بی ایس زولوجی مکمل ہوا ہے۔ یہ اپنے فارغ وقت میں کیلیگرافی کرتی ہیں یہ ان کا شوق ہے اور لکھنا ان کا پیشن ہے ۔ یہ ناول نگار ہیں۔ یہ کہانیاں بھنتی ہیں۔ کہانی کے اندر کرداروں کی جنگ میں یہ کچھ پیغامات دینے کی کوشش کرتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

نصیبِ یقین ان کا پہلا ناول ہے جو پبلش ہوا ہے۔ دوسرا ناول حیات سے وفا ہے جو مکمل لکھ لیا ہے لیکن ابھی پبلش نہیں کروایا اور تیسرا مہر ناول ہے جو انہوں نے حال ہی میں لکھنا شروع کیا ہے۔ ناول کے اندر چھوٹے چھوٹے اشعار اور نظمیں یہ خود لکھتی ہوں اور انتھالوجی کتاب میں میں پہلی دفع لکھ رہی ہیں۔ ان کے آرٹیکلز

ہیں "عہدہ عزت مانگتا ہے" اور راہ کا مسافر"

"کہانی بھننا لفظوں کو ترتیب دینا جذباتوں کو لفظوں کی شکل دے کر ایک صفحے پر

اتارنا اور وہی لفظ سیدھا قاری کے دلوں میں اترے تو وہ ایک اچھا لکھاری ہوتا ہے۔

رائیٹر لفظوں سے کھیلتا ہے کرداروں سے جنگ کرتا ہے

لفظوں میں جان تو اللہّ پاک ہی ڈالتے ہیں"

"عہدہ عزت مانگتا ہے"

فقیہہ بتول

وہ کتاب پڑھنے میں مگن تھی کہ اچانک دھڑم سے دروازہ کھول کر عناب اندر

داخل ہوئی۔ زرناب نے سرسری نظر اس پر ڈال کر دوبارہ اپنی توجہ کتاب کی طرف مبذول کی۔

"اٹھو یہاں سے" میز کے پاس پہنچ کر عناب نے اسے حکم دیا تھا۔ لمبی سانس اندر کھینچتے ہوئے زرناب نے کتاب بند کی اور اپنی عینک اتار کر اس کتاب پر رکھی اور ایک بھرپور نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ جہاں غصّہ صاف دکھائی دے رہا تھا وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ گئی۔ اس کے اٹھتے ہی وہ فوراً سے بیٹھی۔

"وہ کرسی بالکل ایسی ہی تھی" عناب نے کرسی گھماتے ہوئے زرناب کو متوجہ کرنا چاہا جو اب لیپ ٹاپ لیے صوفے پر براجمان تھی۔ اس نے نہ سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں بالکل ایسی ہی تھی اسی طرح کے پہیے اسی طرح کے بازو اور اس جیسے ہی سٹف سے بنی ہوئی تھی" کرسی کا معائنہ کرتے ہوئے وہ پھر بولی تھی اس بار زرناب نے جواب نہیں دیا تھا۔

"آج تم یونیورسٹی ایچ او ڈی سے ایک درخواست پر دستخط لینے گئی تھی ہو گیا تمہارا

کام؟لیپ ٹاپ کی سکرین کے پیچھے سے زرناب نے اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھا جو اس کی گلاسز چہرے پر لگائے نہ جانے کیا دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں آج ایچ او ڈی کے آفس میں گئی وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔میری نظر سیدھی ان کی کرسی پر پڑی وہ بالکل اس کرسی جیسی تھی" کرسی کی بات پر زرناب نے کوفت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

" پھر کرسی۔۔۔ تمہارے دماغ میں کرسی کیوں اٹک گئی ہے؟زرناب جھنجھلائی تھی۔

"میں ڈرتے ڈرتے ان کی کرسی پر بیٹھ گئی میں دو منٹ تک بیٹھی رہی مجھے لگا میں الگ ہی دنیا کی باسی ہوں۔اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ وہ آکر مجھے ڈانٹے گی میں اے سی کے نیچے بیٹھی رہتی" عناب نے میز پر بازو رکھتے ہوئے اس پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے کہا۔

یہ بھی بالکل ویسی ہی کرسی ہے لیکن اس پر بیٹھ کر ویسا کیوں محسوس نہیں ہو رہا۔ جیسا تب ہو رہا تھا دل کی دھڑکن کی رفتار بھی نہیں بڑھ رہی" عناب افسوس سے

بولی۔

"کیوں کہ یہ معمولی سی کرسی ہے اور وہ ایک عہدے دار کی کرسی تھی" زرناب لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھے بک ریک کی طرف بڑھی اور اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈھنے لگی۔

"یہ والی کرسی اور ان کی کرسی ایک جیسی ہو سکتی ہے سٹف بھی ایک جیسا ہو سکتا ہے قیمت بھی ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی ان میں بڑا نمایاں فرق کیوں ہے؟ عناب بولی۔

"کرسی ایک بے جان چیز ہے بیشک اس کی قیمت ہے مگر وہ قیمتی نہیں گردانی جاتی ہاں اس پر بیٹھنے والا شخص قیمتی ہو سکتا ہے"۔ زرناب نے کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پتہ ہے میں نے ان کا آدھا گھنٹہ انتظار کیا آدھے گھنٹے بعد وہ جب آئی تو انہوں نے مجھے ڈانٹ کر کمرے سے باہر نکال دیا اور کہنے لگی کہ میں اپنی درخواست ان کی اسسٹینٹ کو جمع کروادوں اور کل لے لوں۔ میں نے ان سے کہا کہ آج

لاسٹ ڈیٹ ہے پھر بھی انہوں نے مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا جبکہ وہ بالکل فری تھیں۔اور ایک آدمی کھانا لے کر آرہا ہے جارہا ہے اور میں باہر کھڑی ہو کر ان کا انتظار کرتی رہی اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنا بیگ لیے کمرے سے نکلی اور مجھ پر ایک نظر ڈال کر چلی گئی "اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب کیا اس بات کا کہ عہدہ بڑا مل جائے تو باقیوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دو؟ عناب کے لہجے میں ایک دفعہ پھر غصّہ امڈ آیا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے ہماری ٹیچرز بھی ایچ او ڈی کے بارے میں بہت چہ مگویاں کرتی ہیں "زرناب اس کے پاس آئی تھی اسے پانی دیا۔

"جانتی ہوں اور جب وہ سامنے آتی ہیں ایسی مسکراہٹوں کا تبادلہ کرتی ہیں جیسے بہت اچھی سہلیاں ہو "عناب کی بات پر وہ مسکرائی تھی۔

"کیوں کہ وہ لوگ انہیں عزت ان کی شخصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے عہدے کی وجہ سے دیتی ہیں"

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو لوگ رتبہ دیکھ کر سلام ٹھوکتے ہیں"

"کل کو اگر یہ والی ایچ او ڈی بدل گئی اور ہماری ٹیچرز میں سے کوئی اس عہدے پر آ گیا تو پہلے والی ایچ او ڈی اس کو عزت دینے پر مجبور ہو جائے گی" بڑا عہدہ عزت مانگتا ہے "میری پیاری دوست" وہ میز سے کتاب اٹھائے اپنی جگہ پر واپس آ گئی۔

"تم نے پہلے کہا کہ کرسی پر بیٹھنے والی شخصیت قیمتی ہو سکتی ہے؟ تو کیا کرسی انہیں قیمتی بناتی ہے" عناب کرسی میں ہی کہی اٹک گئی تھی۔

"تم کنفیوز ہو رہی ہو"۔۔۔ کرسی انہیں قیمتی نہیں بناتی ان کی شخصیت میں چھپا اچھا اخلاق انہیں قیمتی بناتا ہے" اس کے ہاتھ کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔

"جیسے کہ؟"

"جیسے کہ ہماری وائس چانسلر"

www.novelsclubb.com

"یونیورسٹی کیا تھی اور انہوں نے کیا بنا دی ہے صرف اس لیے کہ انہوں نے کرسی پر بیٹھنے کا حق ادا کیا ہے۔"

"جب ہم کسی چیز کا حق ادا نہ کر سکیں تو دل کتنا اداس اور بے چین رہتا ہے ناں؟ عناب افسردہ ہوئی تھی۔

"عناب وہ لوگ بہت پیارے قیمتی اور اعلی درجے پر فائز ہوتے ہیں جو حقوق کو سمجھ کر انہیں نبھا جاتے ہیں۔ جن میں اللہّ کے حقوق بندوں کے اور والدین کے حقوق نمایاں ہیں۔" زرناب مسکرائی تھی عناب نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"زرناب اگر کرسی چھوٹ جائے تو کیا لوگ عزت کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں؟ عناب کی بات پر اس نے لمبی سانس کھینچ کر لیپ ٹاپ کی سکرین گرائی تھی۔

"پانچ سال بعد اگر وی سی تمہارے سامنے آگئی تو کیا تم وہی سے پلٹ جاؤ گی؟ اس نے سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔

"افکورس ناٹ میں انہیں سلام کروں گی اور اسی دوران میرے دل کی دھڑکن بڑھ جائے گی۔

www.novelsclubb.com

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگے گی اور میرا دل چاہے گا میں ان سے اور باتیں کروں" سارے وقت میں وہ اب مسکرائی تھی۔

"جیسے پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتی جیسے پانچ بہن بھائی ایک ہی تربیت پانے کے باوجود ایک جیسے نہیں ہوتے ویسے ہی لوگ ایک بڑا رتبہ پا کر بھی ایک جیسے نہیں

ہوتے۔کچھ لوگ پہلے سے زیادہ نرم مزاج ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ سخت دل کر کہ تبدیلی لانے کی بجائے بس کرسی کا مزہ لیتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"وی سی جیسے لوگ جب کرسی سے اٹھتے ہیں نا تو وہ اپنی عزت اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں اور جو لوگ کرسی کا صرف مزہ لیتے ہیں وہ اپنی عزت اور سکون اسی کرسی پر چھوڑ کر جاتے ہیں۔۔۔اس لیے جب تم کچھ سالوں بعد ان سے ملو گی تو تمہاری آنکھوں میں ان کے لیے عزت ہو گی احترام ہو گا" زرناب کی مسکراہٹ پر عناب نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

"آؤ تمہیں اچھا سا کھانا کھلاؤں" زرناب اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف چل دی تھی اگر وہ اس کا دھیان کہیں اور نہ لگاتی تو اس کرسی کو اس کے دماغ سے نکالنا بہت مشکل ہو جاتا۔ان کی آوازیں اب دور سے سنائی دے رہی تھیں۔

"ہم جب کسی عہدے پر فائز ہوتے ہیں تو ہم سے حلف لیا جاتا ہے کہ ہم اپنے پیشے سے مخلص رہیں گے مگر ہم جب ان راہوں کے مسافر بنتے ہیں تو ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری کیا تھی۔ ہمیں اپنے " کمفرٹ زون " سے نکلنا پڑ جائے تو وہ

تکلیف دہ کام لگتا ہے ان سب کے ساتھ ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ہم دنیا کی نظر سے تو بچ جائے گے مگر اللہ کی نظروں سے نہیں بچ سکتے۔جب یہ یاد آجائے کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو اسی کی طرف پلٹ آئیں اور اس کے ساتھ اور اس کے نوازے گئے پیشے کے ساتھ مخلص ہو جائے۔لوگ آپ کی عزت کریں گے اگر آپ اپنا حق ادا کریں گے لوگ آپ سے دس سال بعد ملیں گے تو آپ کو عزت دیں گے اگر آپ نے وہ عزت کمائی ہو گی اور عزت اور عہدہ کمانے کے لیے جان لگانی پڑتی ہے۔"

www.novelsclubb.com

"راہ کا سفر"

فقیہہ بتول

قدموں کی چاپ قریب ترسنائی دی تو وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے۔

سب کی نظریں دروازے پر ٹکی تھیں مطلوب چہرہ نظر آنے پر سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ سلام کرتی ہوئی اسٹیج پر کھڑی ہوئی تھی سب جواب دیے اس کے آگے بولنے کے منتظر تھے۔ وہ واپس پلٹی تھی اسٹیج پر کھڑے تینوں کینوس سے اس نے پردے ہٹائے تھے ایک گہرا نیلا اور ایک سفید رنگ اٹھائے وہ مہارت سے ان پر کچھ بنانے میں مصروف تھی۔

سٹوڈنٹس کی نظریں اس کے ہاتھوں کی حرکت پر تھیں وہ اس کے ہاتھوں کی مہارت دیکھ رہے تھے اسے ان تینوں کینوس پر ایک ہی چیز بنانے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا۔ وہ ہاتھ صاف کرتی ہوئی کلاس کی طرف پلٹی تھی۔

گہرے نیلے رنگ کے درمیان میں سفید رنگ کی سیڑھیاں تھیں جو ایک کونے سے شروع ہو کر دوسرے کونے تک جا رہی تھیں پہلے چھوٹی سیڑھیاں تھیں پھر کہی جا کر بڑی سیڑھی آتی تھی۔

"آپ کو نظر آ رہا ہو گا اس پہلے کینوس پر پہلی سیڑھی پر ایک چھوٹا سا بچہ ہے اور اِسی کینوس کی بڑی سیڑھی پر ایک بڑا بچہ ہے آپ کو نظر آ رہا ہے یہ کیا کرنے کی کوشش

کر رہا ہے؟ وہ پلٹی تھی اور جب بولی تو خاموش کمرے میں اس کی آواز گونج اٹھی تھی۔

"جی" سب نے یک زبان کہا۔

"کیا نظر آرہا ہے؟ اس نے پھر سے پوچھا۔

"جی آپ بتائے" کسی کے ہاتھ کھڑا کرنے پر اس نے پوچھا۔

"وہ تارے توڑنے کی کوشش کر رہا ہے" اس کے جواب پر وہ مسکرائی تھی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"آپ کی نظر سب سے پہلے اس تارے توڑنے والے بچے پر گئی لیکن آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ اس کا سفر شروع کہاں سے ہوا ہے"

"ہماری نظریں کامیاب شخص کو تک رہی ہوتی ہیں اس کی کامیابی ہمیں حسد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ لیکن اس کامیاب شخص کے پیچھے کی کہانی سے کوئی واقف نہیں ہوتا کوئی جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا کہ وہ کن کٹھن راستوں کا مسافر بن کر منزل تک پہنچا ہے۔ منزل کی جستجو میں نکلے مسافر دو قدم چلتے ہی منزل نہیں پا لیتے

بلکہ خار دار راہوں سے پاؤں چھلنی کر کے پہنچتے ہیں جو منزل کی صورت میں مرہم پا لیتے ہیں۔"

اس نے ایک اور برش اٹھایا اور دوسرے کینوس پر اسی بڑی سیڑھی پر وہی تارے جمع کر کے رکھ دیے تھے اور بچے کو اگلی سیڑھی پر پہنچا دیا تھا۔

"اب بتائیں یہاں کیا ہوا ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے؟ اس نے پوری کلاس سے پوچھا تھا سب نے نفی میں گردنیں ہلائی تھیں۔

اس نے اسی برش پر تھوڑا سا رنگ لگایا تھا اور تیسرے کینوس پر مہارت سے کچھ بنانے لگی تھی اب وہ بچہ بڑا ہو گیا تھا وہ نوجوان کا حلیہ اختیار کر گیا تھا اور اب وہ آخری سیڑھی پر سر جھکائے کھڑا تھا۔

"کیا اب کوئی بتا سکتا ہے؟

"وہ کسی چیز میں گرنے والا ہے اور اسی لیے وہ پریشان ہے۔"

"چلیں اب اندازوں سے حقیقت کی طرف آتے ہیں۔ یہاں بچہ پہلی سیڑھی سے

منزل کی جستجو میں اپنا سفر شروع کرتا ہے اور یہاں بڑی سیڑھی پر وہ اپنی منزل پالیتا ہے اور منزل پر ملنے والے انعام کو وہ وہی رکھتا ہے اور اگلے سفر پر نکل پڑتا ہے وہ پھر سفر شروع کرتا ہے اور پھر منزل پانے پر پھر سے سفر شروع کرتا ہے اور آخری سیڑھی پر وہ جب پہنچتا ہے تو وہ سفر تمام کر چکا ہوتا ہے اور پھر اس کو آخری منزل کی طرف روانہ ہونا ہوتا ہے۔ جسے آپ کسی چیز کہہ رہے ہیں وہ قبر ہے اور قبر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے۔"

"تو میرے پیارے بچو۔۔۔ سفرِ دنیا ایک منزل سے دوسری منزل تک کا سفر ہے لیکن آخری منزل یہ قبر ہے جہاں سے آخرت کا سفر شروع ہو گا۔۔۔۔ انسان تھک جاتا ہے لیکن اس کی چاہتیں ختم نہیں ہوتی ایک چیز حاصل کرنے پر وہ دوسری چاہ کی کوشش میں نکل پڑتا ہے۔ اس دنیا کی چاہتیں اس دنیا میں ہی رہ جائیں گی اللہ ؐ کو پانے کی چاہ اور اس چاہ کو حاصل کرنے کی کوشش تمہیں آخرت میں بھی سرخرو کر دے گی ان منزلوں میں ایک منزل اللہ ؐ کو پانے کی جستجو میں "پیش" کرو جس کی طرف لوٹنا ہے۔

اس کی تیاری بھی ساتھ ساتھ کرتے جاؤ وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے وقت رہتے ہی سنبھل جاؤ جن مقصد کے لیے تم بھٹک رہے ہو وہ مقصد کچھ بھی نہیں جب اللہ کو پا لو گے اس کی رضا میں راضی ہو جاؤ گے تب ایک ناکام مقصد پر بھی تم مسکرا دو گئے۔" وہ بھی بات کے آخر پر مسکرائی تھی وہ ان کو صرف آرٹ نہیں سکھاتی تھی وہ ان کو زندگی جینے کا طریقہ بھی سکھاتی تھی۔

ایک الوادعی نظر ان پر ڈال کر وہ ان کو ایک گہرا سبق دے کر وہ ان سے رخصت لے کر چلی گئی تھی۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

سیدہ علیشبہ تنویر

محترمہ کا نام مصنفہ سیدہ علیشبہ تنویر ہے۔ ان کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ان کا لکھنے کا مقصد اپنے قلم سے دنیا کو روشن کرنا ہے۔ان کو بچپن سے لکھنے کا شوق تھا بچپن میں کئی تحریر بھی لکھی اور اب یہ سوشل رائٹر ہیں۔ مگر یہ کام سب سے مشکل لگتا ہے کہ اسے شائع کیسے کروانا ہے؟؟ یہ اپنے محروم باپ سید تنویر عباس کے خواب پورا کرنے کی راہ پر گامزن ہیں۔انہوں نے 12 سال کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور انشاءاللہ اب ایک کتاب کا حصہ بن جائیں گی اب ان کی کئی تحریریں بھی پبلش ہو چکی ہیں۔ یہ تبصرہ نگار ہیں،ء ٹیلر ماسٹر اور گرافک ڈیزائنر جیسے شعبوں میں کام کرتی ہیں۔اپنے دل اور دماغ میں آنے والے خیالات کو ورق پر لفظ بہ لفظ سونا بنا کر اتارنا ان کی کاوش تھی اور انشاءاللہ جلد یہ اس مقصد میں کامیاب ہونے کا عزم رکھتی ہیں۔

یکطرفہ محبت

از قلم:- سیدہ علیشبہ تنویر

یہ وہ محنت ہے جو ہم بے کار میں کیا کرتے ہیں۔ یکطرفہ محبت وہ جذبہ ہے جس کا تجربہ سب کر چکے ہیں۔ یکطرفہ محبت کا مطلب دل ٹوٹنا، مان ٹوٹنا، خود ترسی ختم

ہونا اور پھر انسان کا ٹوٹ جانا۔ ہمارا دل و دماغ پسندیدہ شخص کے محور میں گھومتا ہے محبت کا جواب اگر محبت سے ملے تو بہت اچھا ہے۔ لیکن محبت کی افسردہ قسم یکطرفہ محبت ہو جانے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ یہ آگ صرف ادھر ہی لگی ہے۔

یا ہم تنہا جل رہے ہیں اگر آپ نے پسندیدہ شخص کو دل کی بات بتا بھی دی ہے تو کترا رہا ہے یہاں ہمیں سمجھ تو آجاتی ہے کہ راہیں جدا ہیں تو زیست فنا ہو جاتی یکطرفہ محبت بہت دردناک ہوتی ہے۔ انسان کو برباد کر دیتی ہے وقت اس کی یادوں کو دھندلا تو کر دیتا ہے مگر کبھی اسے پوری طور پر مٹا نہ سکے یہ تجربہ زندگی کو نہایت اکتا دینے والی بنا دیتا ہے۔ اس میں دل کا ٹوٹنا ء آپ خود اپنے ہی نشانے پر آپنے آپ سے جنگ اور اس جنگ میں آپ خود کو توڑ پھوڑ رہے ہیں۔

"پسندیدہ شخص ہماری رضا جانتے ہوئے بھی اپنی رضا نہیں دے رہا تو سب زہر لگتا ہے "زندگی عذاب اور موت زندگی لگتی ہے۔ "یادیں اس کی روز کربلا برپا کرتی ہیں یزید ہوں جیسے " جب پورا یقین ہو جائے کہ وہ شخص ہمارا نہیں اور نہ کبھی ملے گا نہ ہمارا بن سکے گا تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا سوائے تنہائی کے۔ اسے ہم سنبھال

کر رکھ لیتے ہیں۔

"تنہائی وہ سلطنت ہوتی ہے جس کے بادشاہ وزیر اور فقیر بھی ہم ہوتے ہیں"

ٹینشن، ڈپریشن اور بے چین بندہ تب ہوتا ہے جب ہم خود کے لیے کم اس انسان کے لیے خود کو مکمل طور پر برباد کر دیتے ہیں۔ جسے ہماری خبر تک نہیں ہوتی پتہ ہونے کہ باوجود کہ یہ ہمیں چاہتا ہے یہ ہماری خوش فہمی ہوتی ہے کہ جب وہ شخص ہمیں دیکھے گا کہ اب تو یہ تباہ ہو چکی ہے تو وہ رحم کرے گا لیکن محبت تو نہیں

"آیا خیال جسم کے کھنڈرات دیکھ کر کتنا حسین شخص محبت نے کھایا ہے" "رجوع اور عروج میں چار حروف ایک جیسے ہیں تم بس اس بندے کی جگہ اپنے رب کی طرف رجوع کرو تمہیں عروج ملے گا"

www.novelsclubb.com

ہم سوچتے ہیں جب وہ شخص ہماری طرف رجوع کرے گا تو ہمیں عروج ملے گا لیکن جب خدا ملے گا تب جو بہتر ہو گا وہ ملے گا۔ خود کو میری طرح تسلی دیں زندگی برباد کرنے کے بعد اور خدا پر پورا یقین رکھیں۔

انسانی دماغ کا میموری کارڈ 2.5 پینٹا بائیٹ یعنی 24.96 لاکھ GB ہوتا ہے۔ اور

اس سارے سسٹم میں تباہی مچانے کیلئے ایک محبوب کافی ہوتا ہے۔ جب انسان کو اپنے پسندیدہ شخص کے لیے بار بار محبت کا جواب ناکامی میں ملتا ہے تو انسان کی زندگی میں جیسے حالات بھی چل رہے ہوں تو انسان بولتا ہے۔ ہم برداشت کی اس سٹیج پر ہیں کہ ایسا لگتا ہے زندگی میں جو بھی ہو رہا ہے یہ سب پہلے ہو چکا ہے پھر ہم خود سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ میں محبت میں پاکیزگی اس قدر چاہتی ہوں کہ وہ ملے اور محرم بن کر تاکہ دل بھی راضی ہو جائے اور خدا بھی کبھی کبھی زندگی میں بہت سی چیزیں اتنی دیر بعد ملتی ہیں کہ تب انکی طلب ختم ہو جاتی ہے۔ مگر وہ شخص جس سے ہم محبت کرتے ہیں وہ جب بھی ملتا ہے اس کیلئے ہمارے پاس وہی محبت، وہی طلب، وہی جستجو اور احترام ہوتا ہے وہ پھر ہمارے لیے ایک خواب سا ہوتا ہے جب ہم اس شخص کی وجہ سے پریشان ہو کہ جس کا منانا ناممکن ہو پھر تو اداسی بھی بہت بھوکی ہوتی ہے۔ انسان کی ہنسی چھین کر کھا جاتی ہے یکطرفہ محبت میں ایک شخص جیسے ہمارے لیے وقف ہونا چاہیے۔ وہ شخص اپنا وقت سارے زمانے میں صرف کر رہا ہوتا ہے اور یہ محبت تو ہم پاگل لوگ کرتے ہیں۔ کبھی سمجھ دار لوگ نہیں

کرتے وہ صرف وقت گزارتے ہیں اور پھر جب ہم اپنے آپ میں گم ہوتے ہیں تو حیرانی کی بات ہوتی ہے وہاں بھی وہ شخص اور ہم ہوتے ہیں۔ وہاں ہمارا خیال ہوتا ہے کہ "میں تم سے تم کو مانگوں اور تم کہہ دو میں تو تمہارا ہوں اپنی چیز مانگا نہیں کرتے"

اور جب ہم اس خواب سے باہر آئیں تو پھر ہم اور ہماری تنہائی ہو تو لہجے میں تلخی کیوں نہ ہو؟؟ کیوں جو ہم پر گزر رہی ہوتی ہے اور ہمیں بس یاد ہوتا ہے اور پھر یوں کہہ دیں کہ اپنی سوچوں سے بڑی کوئی بھی اذیت نہیں ہوتی اور یکطرفہ محبت نہ ملنے کی بھی کئی معقول وجوہات ہوتی ہیں۔

عمروں کا زیادہ فرق ذہنی ہم آہنگی کا نہ ہونا، سماجی، روایتی، اقتصادی اور مذہبی فرق جنسی کشش کی کمی اور اگر آپ بھی یکطرفہ محبت کے بندھن میں گرفتار ہیں تو جان لیں کہ یہ راہ دشوار ہے۔ ہم سفر کوئی نہیں اور نہ ہی کہیں منزل ہے۔ ہم یکطرفہ محبت کرنے والوں کا دوسرا مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم دل میں ایک ہی شخص کو جگہ دے سکتے ہیں۔ اپنا قبلہ نہیں بدل سکتے دل میں ہمیشہ ایک بندے کو ہی جگہ دی

جاتی ہے۔" وہ تو مکان ہوتا ہے جہاں پانچ ءدس لوگ اکھٹے رہتے ہیں" ہم یکطرفہ محبت کے بوجھ تلے دبے لوگ جب کسی انسان کو چھوڑ بھی نہیں سکتے اور ان کے ہو بھی نہیں سکتے تو دل چاہتا ہے کہ روح نکل جائے تو کچھ سکون میسر ہو۔" میرا زندہ ہونا وبال لگتا ہے مجھ کو مجھ پر انسان مرتا نہیں مار دیا جاتا ہے"

لہجوں اور رویوں سے تمام نقصانات قابلِ تلافی ہیں ہر دکھ کا مداوا ہو سکتا ہے مگر زندگی کے ماہ و سال جو ہم نے ایسے شخص کے لیے گزارے جسے معلوم بھی نہیں کہ ہم نے کیا کیا ان کا ازالہ اس قدر ممکن ہوتا کہ وہ شخص مکمل طور پر ہمارا ہو جاتا۔ مگر اس کا ملنا ناممکن اور ازالہ بھی ناممکن ہے یہ سب ہو جانے کے بعد ہر حالات سے گزر جانے کے بعد تنہائی پسند ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

شاعر لکھتے ہیں کہ :

"تنہائی کا زہر جان لیوا ہوتا ہے کوئی عام انسان یہ زہر نہیں سہہ سکتا اور جو سہہ جائے وہ عام انسان نہیں ہوتا"

ہمارے لہجے میں یہ توازن بڑی صحبت بعد آیا کئی مزاجوں کے تج دیکھے کئی رویوں کی

خار چانی سننے والوں کو صرف انداز بیان لگتا ہے۔اس کا ہر بول ہمارے دل پہ لگتا ہے اک تیرے بعد کوئی شخص جہاں بھی ہو شاید زیادہ حسین ہو مگر دل پہ کہاں لگتا ہے ویسے کام تو اچھا ہے محبت مگر اس کے انجام سے ڈر لگتا ہے محبت زہر ہوتی ہے مار دیتی ہے۔

www.novelsclubb.com

دھیرے دھیرے راز کھولے

www.novelsclubb.com

از قلم:-سیدہ علیشبہ تنویر.

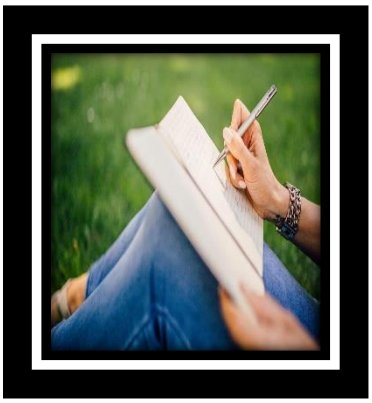

وہ اپنے بالوں کا بن بنائے، قلم منہ میں دبائے، گود میں صحفات اور کتابوں کا بنڈل لیے پڑھنے اور سوچ و بچار میں مصروف تھی۔ کہ اچانک ماں کی آواز نے اس کی سوچ میں رکاوٹ ڈالی بڑی آئی پڑھنے لکھنے والی۔۔۔ بہت پڑھ لیا ہے تو نے۔ اب شہزادی کو اگر ٹائم ملے تو کچھ پیٹ پوجا ہو جائے تیرا باپ اور بھائی بھوکے آئیں گے سارا دن بچارے محنت مزدوری کرتے ہیں لیکن تجھے اس ٹائم پڑھنے کا من کرتا ہے ۔

صبا منہ بنائے اٹھتی ہے ماں کو کچھ بولے بنا ہی کچن میں چلی جاتی ہے۔ پیچھے سے اس کی ماں کی غصہ بھری باتیں اس کا تعاقب کرتی رہتی ہیں لیکن اس کی سوچ اسی شعر پر ٹکی ہوتی ہے جو کچھ دیر پہلے وہ پڑھ رہی تھی۔ وہ سوچتی ہے کہ :

"شاعر لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں کہ اپنے چند لفظوں میں ساری زندگی کا نچوڑ بتا دیتے ہیں"

وہ زیر لب انہی اشعار کو دہراتی جاتی اور اپنی زندگی کی تلخیوں کو ذہن نشین کرتی جاتی

ہے۔

"صنف نازک تو تخلص ہے بس

لڑکیاں بڑی سخت جان ہوتی ہیں"

کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں نا بیٹے بھی انہیں کسی قسم کی کوئی روک ٹوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ انہیں یہ نہیں بولا جاتا کہ سسرال جا کہ "تو نے کتابوں کے بنڈل نہیں پکا کہ کھلانے نہ لفظوں کے گیت سنا کہ انہیں خوش کرنا ہے ان کے زیادہ ہنسنے پہ روکاوٹ نہیں کی جاتی زیادہ بولنے پہ پابندی نہیں کی جاتی"

اسے وہ دن اچھے سے یاد تھا جب وہ اپنے باپ کے سامنے گڑگڑا کر کہہ رہی تھی بابا میٹرک کے بعد پڑھنے دے اور پھر آپ جو کہیں گے میں کرلوں گی۔ جب پورے خاندان والے اس کے مخالف ہوگئے کوئی اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتا کہ "خاندان کی لڑکیاں صرف اور صرف پانچ تک پڑھ کے گھر بار سنبھالتی ہے تو کون ہوتی ہے اگے پڑھنے والی میٹرک تک برادشت کیا تجھے اب مزید نہیں۔۔۔۔" خاندان کی لڑکیوں کی ذہنیت خراب کرنا چاہتی ہے لڑکی کالج یونیورسٹی تک جا کہ نا

جانے کیا گل کھلائے گی..."

اسے آج بھی وہ دن قیامت سے کم نہیں لگتا تھا جب سب خاندان والوں نے اس کے باپ کے ساتھ قطع تعلق کر لیا۔اب اس کا باپ گلی کی مسجد تک جانے سے بھی رہ گیا کہ اس نے خاندان والوں کی بات نہ مانی بیٹی کے علم کو ترجیح دی۔وہ اپنے باپ کی مشکور تھی کہ کس طرح ہر مشکلات کا سامنا کیا اور اس کے ڈھارس بنے رہے۔ ہر وقت بیٹی کو اس کے پڑھنے پر توجہ دلائی اپنی ساری پریشانیوں کو پس پشت ڈالا اور خدا کا شکر ادا کرتی کہ اس نے اسے ایسے شفیق باپ سے نوازا تھا جو پورے خاندان والوں سے الگ تھا جس نے بیٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹی کو بھی اپنے فیصلے کرنے کا حق دیا۔۔۔اس کے باپ کو اس کے لیے کتنے دکھ دیے گئے۔اس نے اپنے باپ کے چھپے آنسو دیکھے تھے کتنا اذیت ناک لمحہ ہوتا ہے جب والدین میں سے کوئی ایک بھی پریشان ہو۔

صبا ان تمام کے "دقیانوسی خیالات کا خاتمہ کرنا چاہتی تھی اپنے خاندان والوں کو بتانا چاہتی تھی کہ گھر داری جتنا لڑکی کے لیے ضروری ہے اتنا ہی ان کے لیے پڑھائی

بھی اہمیت رکھتی ہے". وہ دن رات محنت کرتی رہی گھر داری کے ساتھ ساتھ اس نے سلائی کڑھائی کا بھی کام سیکھا. محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے لگی۔ دن رات محنت سے اس کی طبیعت خراب رہتی۔ مگر اسے اس کی پروا نہیں کیونکہ وہ انہیں بتانا چاہتی تھی صرف لڑکے ہی نہیں والدین کا نام لڑکیاں بھی روشن کر سکتی ہیں۔

آج اسے ایم اے کیے دوسرا سال گزر گیا مگر اس کے خواب ویسے ادھورے تھے۔ اس کے خاندان والوں کے ساتھ ساتھ اس کی ماں کا رویہ بھی بدلنے لگا تھا کہ "کیا کر لیا تو نے کون سے تیر مار لیے پڑھ لکھ کر"

اسے اب ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اس نے لیکچرار شپ کا ٹیسٹ بھی پاس کر لیا انٹرویو بھی بہت اچھا ہوا تھا مگر ابھی تک اسے جوائنگ لیٹر نہیں ملا تھا۔

کچن میں کھڑی سالن بناتے ہوئے وہ یہی سوچے جا رہی تھی کہ "اگر وہ کامیاب نہ ہوئی تو کیا اسے وہی انہیں تلخیوں کا پھر سے سامنا کرنا پڑے گا کیا؟؟ واقعی ہم جیسی غریب خاندان کی لڑکیاں کیا کبھی اپنے خواب پورے نہیں کر پاتی۔ کتنا کٹھن وقت گزرا ہے اب اچھے دن کب آئے گے؟؟

وہ مایوس تو ہوتی جا رہی تھی مگر ناامید نہیں تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ خدا بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا۔۔۔

باپ اور بھائی گھر واپس آ چکے تھے وہ کھانا دے کہ بیٹھی تو باپ نے تعریفوں کے پل باندھ دیے۔میری بیٹی اتنا اچھا کھانا بناتی کہ ہمارے خاندان کی کوئی لڑکی نہیں بنا پاتی میری بیٹی تو ہر ہنر میں ماہر ہے باپ کی شان ہے۔

ماں مایوسی سے باپ کی طرف دیکھتی ہے کیا فائدہ اس کی عمر کی لڑکیوں نے گھر بار سنبھالے ہوئے ہیں اتنا خرچہ کیا اس پہ مگر سب بے کار جا رہا ہے۔پڑھ لکھ کہ بھی تو ہماری طرح ہانڈی روٹی ہی کرنی تھی تو اتنے سال ضائع ہی کیوں کیے؟؟ابھی ماں کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ڈاکیہ خط دے گیا جس میں اس کے لیکچرار شپ کا لیٹر تھا۔جہاں پنجاب یونیورسٹی میں اس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔۔۔

اس نے دھیرے دھیرے اپنے تمام خواب پورے کر لیے تھے یہ سفر جتنا کھٹن گزرا تھا اس کی آنے والی زندگی کا روشن چراغ بن گیا۔اور اپنے خاندان والوں پہ یہ راز کھولا کہ "بیٹی تعلیم حاصل کر کے گھر کا نام خراب نہیں بلکہ نسلوں کو سنوار دیتی

ہے۔" یہ حق تو اس کے مذہب نے بھی دیا تھا پھر لوگ کون ہوتے ہیں راہ میں روکاوٹ کرنے والے۔۔۔؟؟؟

عورت ذات بھی اپنے خوابوں کی تکمیل کرنے کا حق و ہنر رکھتی ہے اس نے اپنی بھرپور محنت و لگن سے اپنے اور باپ کے فیصلے کو درست ثابت کر دیکھایا ہے۔

"ہم لڑکیاں کہاں کمزور ہوتی ہیں

تم جیسے مردوں کو جنم دیتی ہیں"

* * * * * * * * * * * * * *

www.novelsclubb.com

نمرہ امین

www.novelsclubb.com

محترمہ کا نام نمرہ امین ہے۔ان کا تعلق لاہور سے ہے۔ یہ ایک گرافک ڈیزائنر، سوشل ورکر اور رائٹر ہیں۔ ان کی لاتعداد تحریریں، کالم، مضمون، کہانیاں، مختلف اور مشہور اخبارات، رسالے، میگزین، ڈائجسٹ وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع کروا رہی ہیں۔بچوں کے میگزین میں بھی بہت کہانیاں شائع کروا چکی ہیں۔کافی انتھالوجی کتابوں میں اپنے خوبصورت لفظوں کو قلم بند کیا ہے۔جلد اپنی کتاب اور ناولٹ منظرِ عام پر لائیں گی اور ایک بہترین مصنفہ کے طور پر اپنی پہچان بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

"دوستی کا کوئی نعم البدل نہیں"

"دوستی اِس کائنات کا خوبصورت ترین رشتہ ہے۔"

یہ ایک ایسا مضبوط نا ختم ہونے والا رشتہ ہے جو رہتی دُنیا تک قائم رہتا ہے اور اس رشتے کو نبھانے والے اپنی آخری سانس تک نبھاتے ہیں۔انسان کی زندگی میں ایک

ایسا دوست، ایسا ہم راز، ایسا کوئی اپنا ضرور ہوتا ہے جس سے وہ اپنی ہر بات دل کھول کر کر سکتا ہے۔ اُس سے اپنی زندگی کے دُکھ، سُکھ، غمی، خوشی سب بیان کر سکتا ہے۔ ایسا مُخلص اور پیارا انسان بہت قسمت سے ملتا ہے اور جب کوئی آپ کو ایسا چاہنے والا، سمجھنے والا اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا ساتھ دینے والا اچھا دوست مل جائے تو یہ ایک بہت بڑا اللہ کی طرف سے آپ کو انعام ہے، بہت بڑی یہ دولت اور نعمت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے۔

ایک سچا، اچھا اور مُخلص دوست آپ کی ہر غمی، خوشی، چھوٹے، بڑے کام میں، ہر مشکل پریشانی میں آپ کا ساتھ دیتا ہے۔ آپ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر ہمیشہ چلتا ہے۔ "دوستی ایک نایاب اور پیارا رشتہ ہے جس کو بھی یہ مل جائے اُس کی زندگی ہی جنت جیسی بن جاتی ہے"۔ ہر انسان کو کوئی ایسا مضبوط سہارا چاہیئے ہوتا ہے جس سے وہ اپنے دل کی باتیں کر سکے۔ اپنی زندگی کو اُس کے سامنے کھول کر رکھ دے اور اتنا اپنے اُس دوست پر یقین کرے کہ وہ ہر بات، ہر مشورہ، اُس کو بہتر دے گا اُس کے ساتھ منافقت، حسد، کوئی دھوکا اور کوئی مطلب پرستی نہیں رکھے

گا۔ ہمیشہ ایک مخلص دوست بن کر اُس کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ آج کل کے دور میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف ضرورت اور مطلب کے لیے کسی کو دوست بناتے ہیں اُن سے اپنے مطلب کے ہر کام لیتے ہیں اور بعد میں اُن کو دغا دے کر اُن سے ہی منافقت کرتے ہیں۔ پھر اُسی کی باتیں اور راز باہر لوگوں میں عیاں کرتے ہیں جو بہت غلط بات ہوتی ہے۔

ایک انسان جب آپ سے دوستی کرتا ہے آپ پر یقین کرتا ہے اپنی باتیں، اپنے راز بتاتا ہے، تو آپ کے پاس یہ اُس کی امانت ہوتی ہے، آپ کو کسی بھی وجہ سے اُس کی اِس امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کے ایسا کرنے سے اُس کی دل آزاری بھی ہو گی اور آپ کی عزت میں کمی بھی آئے گی۔ وہ خود تو سب کے سامنے شرمندہ ہو گا ہی ساتھ ہی ساتھ وہ آپ پر کیے گئے یقین اور ایمانداری سے سب راز بتانے پر بھی افسردہ ہو گا اور سوچے گا کہ کیوں اُس نے آپ پر یقین کیا؟ اِس وجہ سے وہ بہت ٹوٹ جائے گا اور ہر ایک پر پھر یقین نہیں کر پائے گا۔

بطور انسان آپ کی اچھی شخصیت اور اچھے کردار کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ آپ

کسی کی دل آزاری کریں اور اُس کو دوست بنا کر اُس سے مُنافقت کریں اور اُس کو مطلب کے لیے استعمال کریں۔

"دوستی وہ انمول رشتہ ہے جو انسان کو معتبر کر دیتا ہے، یہ ایسا احساس ہے جو آپ کی دنیا کو حسین بنا دیتا ہے اور آپ خود کو پُر سُکون سمجھتے ہیں۔" دوستوں کا ساتھ اتنا مضبوط ہو کہ وہ ہر بڑی سے بڑی مشکل میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں اور مل کر ہر مُقابلہ کر سکیں۔ جب ایسی سچی دوستی ہو تو دُنیا کی کوئی طاقت اُن کو الگ نہیں کر سکتی ہے نہ ہی اُن کی دوستی کو ختم کر سکتی ہے۔ سوائے اللہ کی ذات کے کیونکہ ایسے مخلص دوست بھی اللہ کی مرضی اور حکم سے ملتے ہیں اور جس کو ایسے دوست مل جائیں وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے اور قدر کرے ایسے دوست کی جو آپ کے لیے باعث راحت و مسرت بنے رہیں۔ ایسے مخلص دوست جو آپ کو ہر اچھے، بُرے کی تمیز اور دین اسلام پر چلنا سیکھائیں، آپ کو حق بات حق کا فیصلہ کرنا سیکھائیں۔ آج کل کے دور میں "آپ کا سچا دوست وہ ہوتا ہے جو آپ کو بُرائی سے روکتا ہے، ہر اچھی، غلط بات میں فرق بتاتا ہے، آپ کی رہنمائی کرتا ہے۔"

اور آج کل ایسے سچے دوست ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے اور بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو آپ کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں۔ آج کل تو نہ سب پر یقین کیا جا سکتا ہے، نہ ہی کرنا چاہیے۔ اب تو ایسے ہے کہ قسمت سے ایسا سچا دوست اور ساتھی ملتا ہے اور ہمیں ہمیشہ اُس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اس کو کھونا نہیں چاہیئے کسی بھی بات سے، کسی بھی غلط فہمی سے، کسی بھی قیمت پر۔

ہم دوست کی قدر کرتے ہیں اور اس بات کو اپنے لیے معجزہ سمجھتے ہیں کہ ایسا سچا دوست، جو میری رہنمائی میرے فائدے کے لیے کرتا ہے، بغیر کسی مطلب کے، بغیر کسی لالچ کے ہم سے ملتا ہے اور ہم سے سچے دل سے مخلص ہو کر دوستی نبھاتا ہے۔ آج بھی ملتے ہیں ایسے دوست جو لاکھوں میں کیا کروڑوں میں ایک ہوتے ہیں، جن کا ساتھ ہمارے لیے قابلِ فخر ہوتا ہے۔ دنیا میں آپ کا اگر ایک بھی ایسا سچا اور بہترین دوست بن جائے نہ تو آپ خود کو بہت خوش نصیب سمجھیں کہ کئی منافق حاسد اور جھوٹے، لوگوں اور دوستوں سے آپ بچ گئے ہیں اور ایک ہی قیمتی سچا ہیرے جیسا دوست آپ کو مل گیا ہے جو ہمیشہ آپ کا بہت اچھا دوست اور

ساتھی بن کہ رہے گا۔

اِس بھری دُنیا میں ایک بھی اچھا نایاب دوست ہو نہ تو آپ کی زندگی جنت جیسی بن جاتی ہے۔ آپ کی زندگی میں پھولوں جیسی مہک اور رونق آجاتی ہے اور اِس مہکتے آنگن میں دو دوستوں کی زندگی میں بہاریں اور خوشیاں آجاتی ہیں۔

آج کل دوست تو بہت مل جاتے ہیں لیکن دوستی کا مان رکھنے والے اِس کو سمجھنے والے، عزت، قدر، پیار کرنے والے اور عمر بھر ساتھ چلنے، ساتھ رہنے والے بہت کم اور قسمت سے قسمت والوں کو ملتے ہیں۔

دوستی نبھانے والوں اور دکھاوا کرنے والوں میں بہت فرق ہوتا ہے، کبھی ایسے لوگوں کی باتوں میں آکر، غلط فہمیوں میں آکر اپنے مخلص دوست سے محروم نہ ہو جائیں۔ ایسا کوئی قدم نہ اُٹھائیں جو آپ کو ہمیشہ کے لیے شرمندگی، پچھتاوا، اور اذیت دیتا رہے۔ آپ کا ایک غلط فیصلہ آپ کو اچھے دوست سے محروم کر سکتا ہے اور آپ اُس کو ہمیشہ کے لیے کھو سکتے ہیں۔

کہتے ہیں نہ کہ:

"انسان کا رویہ، اس کا حسن سلوک، اُس کا اخلاق، طور طریقہ دیکھنا ہو تو اُس کے دوستوں کو دیکھو، کس طرح کے دوستوں کے ساتھ اُس کا ملنا جلنا ہے، دوست آپ کی شناخت کرواتے ہیں کہ آپ کیسے ہیں اچھے، بُرے، باادب، اچھے اخلاق اچھی سوچ کے مالک۔ اِس لیے اپنے مطابق اپنے اچھے دوست بنائیں جو آپ کی اچھی پہچان بن سکیں اور آپ کو خود پر ناز ہو۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔"

اللہ ہم سب کو بہت بہترین دوست عطا فرمائے اور ہمیں اپنے دوستوں کے لیے بہترین دوست بننے کی ہمت دے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں اور ہمیں جنت میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ ملے۔ اللہ پاک ہم سب کے دوستوں کی حفاظت فرمائے اور سب کو بہترین دوست عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

"امید"

www.novelsclubb.com

رائٹر نمرہ امین، لاہور

" انسان اپنی زندگی میں بہت سے ارمان، خواہشیں، امیدیں دل میں لیے رکھتا ہے۔"

ہر انسان کے دل میں بچپن سے ہی امیدیں ہوتی ہیں اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ کچھ امیدیں اُس کی پوری ہوتی ہیں تو اُس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا اور وہ اپنی پوری ہوئی امیدوں سے مزید دل میں نئے جذبے اور امیدیں لیے رہتا ہے اِسی امید سے کہ یہ بھی پوری ہوں گی۔ کچھ امیدیں ایسی ہوتی ہیں جو بلکل لاحاصل ہوتی ہیں۔ انسان اُن کے آگے بالکل بے بس ہو جاتا ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

انسان کی اپنی سوچ ہی ہے جو اُس کو سب سے امیدیں وابستہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ لاکھ ناچاہتے ہوئے بھی انسان کا اپنے دل پر اختیار نہیں چلتا ہے اور وہ کس کس بات کی ہر ایک سے امید لگا لیتا ہے۔"

یہ امیدیں ہی ہوتی ہیں جو اچھے بھلے ہنستے، مسکراتے انسان کا چہرہ مرجھا دیتی ہیں"

"ایک گلاب کی طرح کا کھلتا چہرہ، آنکھوں کی چمک، پر سکون ہنسی، جب ایک لا حاصل امید ٹوٹنے پر یہ چہرے کا نور ماند پڑ جائے، ہنستے مسکراتے لب خاموش ہو جائیں، آنکھوں کی چمک ختم ہو جائے، چہرہ بلکل سوکھے پھول کی طرح مرجھا جائے اور اچانک کوئی خاموش انسان بن جائے"

تو سوچو ذرا! کس قدر وہ انسان ایک امید کے ٹوٹنے کی وجہ سے بکھر کہ رہ گیا ہے اور زندہ ہو کر بھی زندہ لاش کی طرح رہ رہا ہے۔

انسان کیوں اتنی جلدی کسی سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے؟

کیوں؟ اتنی جلدی اپنی قیمتی مسکراہٹ، اپنا نازک دل، اپنے احساسات و جذبات کو دوسروں کو

www.novelsclubb.com

بنا سوچے سمجھے سونپ دیتا ہے اور ایک امید اُن سے لگا کر بیٹھ جاتا ہے یہ بھی نہیں اسے معلوم کہ جب یہ اُمید ٹوٹ جائے گی تو سب کیسے ختم ہو جائے گا ایک مایوسی چھا جائے گی؟

"امید پر ہی تو دنیا قائم ہے"

اور زندگی کے ہر موڑ پر امید کی روشنی انسان کو نظر آتی رہتی ہے سب میں۔ کسی بھی امید کے ٹوٹ جانے کے بعد پھر بھی ہم سب سے امیدیں لگاتے ہیں اور پھر سے خود کو توڑنے کی تیاریوں میں رہتے ہیں۔ کب کوئی آکر اُن کی امیدوں پر پانی پھیر جائے؟؟

کبھی انسان نے سوچا ہے کہ کیوں؟ وہ لوگوں سے اتنی امیدیں وابستہ کر کے اپنی دل آزاری کر رہا ہے اور مایوس ہو رہا ہے؟ دُنیاداری کی امیدیں تو انسان کو مایوسی کے اندھیروں میں ڈال دیتی ہیں۔ انسان ہر وقت مایوس ہی رہتا ہے۔ اگر وہ اپنے رب سے ہر امید کرے، اپنے رب پر توکل کرے تو اُس کی کتنی آرام سکون والی زندگی ہو جائے گی۔ اگر کوئی کسی سے بھی ہمدردی کرے، اچھا سلوک کرے تو بدلے میں لوگوں سے امیدیں لگانے کی بجائے اپنے اللہ سے امید رکھے کہ اِس کا اجر اللہ نے دینا ہے۔

انسان کی ہر امید اگر اللہ سے ہو گی تو اللہ سے لگائی ہر امید انسان کی پوری بھی ہو گی اور انسان کو خوشحال بھی رکھے گی۔

ہر حال میں انسان خوش رہتا ہے جب اُسے اپنے رب پر یقین، توکل اور امید ہوتی ہے۔ ہم اپنے اللہ سے ہی ہر دُعا کرتے ہیں اور اِسی امید یقین کے ساتھ کہ وہ رحمان ور حیم ہے وہی ہمیں ہر خوشی، ہر نعمت سے نواز سکتا ہے۔ اللہ سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ ایک اللہ کی ہی ذات ہے جو ہمیں سب عطا کر سکتی ہے۔

اللہ پر کامل یقین، توکل اور ہر اچھی امید اور اُس کا بہترین صلہ جب ہمیں ملتا ہے تو ہماری زندگی خوشیوں سے بھر جاتی ہے۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

رابعہ نعیم

محترمہ رابعہ نعیم جن کا قلمی نام بنت نعیم ہے۔ ان کا تعلق پاکستان کے شہر گجرات سے ہے۔

ایف اے مکمل کرنے کے بعد انہوں نے التزکیہ اکیڈمی گجرات میں پانچ سال قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔اب انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ذریعے پھر سے اپنی تعلیم کو جاری کرر کھا ہے۔

مئی 2022 میں انہوں نے باقاعدہ لکھنا شروع کیا۔اور 10 مئی 2022 میں ان کا پہلا کالم "شاید ہم کرنا نہیں چاہتے" بیک وقت دو اخبارات میں شائع ہوا۔ پاک ٹائم اور طالب نظر۔آپ کے لکھنے کی وجہ معاشرے میں جنم لیتی ہوئی مایوسی کو ختم کرنا ہے جو نوجوان نسل کو ڈپریشن میں دھکیل رہی ہے۔آپ کی تحاریر بہت سے نیوز پیپر اور میگزین کی زینت بنی جن میں کچھ ہارڈ فارم میں بھی موجود ہیں۔مزید کہ

وہ مختلف انتھالوجی میں بھی لکھ چکی ہیں۔اس کے علاوہ آپ کنول میگزین میں نائب مدیرہ کے عہدے پر فائز رہ چکی ہیں، تحریک دفاع قومی زبان و لباس میں بطور سربراہ شعبہ ناول نگاری کے عہدے پر فائز ہیں، قلم سے قلب تک میگزین میں بطورِ ایڈیٹر اپنا کام سرانجام دے رہی ہیں۔ آپ لکھاری ہونے کے ساتھ ساتھ آرٹ و گرافک کے فن سے بھی بخوبی واقف ہیں۔

نظم

بنت نعیم (گجرات)

میں اپنی زندگی کے کچھ قیمتی ایام تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔۔۔
میں جانتی ہوں کہ تم کبھی بھی مجھے ہمیشہ کے لیے میسر نہیں ہو سکتے۔۔۔

لیکن میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تمہارے ساتھ گزارے گئے میری زندگی کے وہ قیمتی ایام۔۔۔

میری تمام عمر پر بھاری ہو سکتے ہیں کیا۔۔۔؟

کیا تمہارے ساتھ گزارے گئے میری زندگی کے کچھ قیمتی لمحے۔۔۔

مجھے صدیوں پر محیط محسوس ہو سکتے ہیں کیا۔۔۔؟

میں محسوس کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

کیا تمہارے ساتھ گزارے گئے کچھ پل۔۔۔

میرے دل میں وقت کے تھم جانے کی خواہش پیدا کرتے ہیں۔۔۔؟

میں اپنی زندگی کے کچھ قیمتی ایام تمہارے ساتھ گزار کہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

کیا میرے دل میں دوبارہ

تم سے ملنے کی حسرت پیدا ہوتی ہے۔۔۔؟

میں کچھ لمحے تمہارے ساتھ گزار کے دیکھنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

اگر زندگی کے کسی موڑ پہ وقت مجھ پر مہربان ہو اور وہ۔۔۔۔

تمہیں ہمیشہ کے لیے مجھے سونپ دے تو میں ان لمحوں کو کیسے جیوں گی۔۔۔؟

میں اپنی زندگی کے کچھ پل تمہارے ساتھ گزار کے دیکھنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

کیا یہ پل مجھے خود سے محبت کرنا سیکھاتے ہیں۔۔۔

میں اپنی زندگی کے کچھ قیمتی ایام تمہارے ساتھ گزار کے دیکھنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

تمہیں دعاؤں میں مانگنا کیسا تھا۔۔۔؟

میں اپنی زندگی کا قیمتی وقت تمہارے ساتھ گزار کر۔۔۔

اس خسارے کو محسوس کرنا چاہتی ہوں جو مجھے تمہیں نہ پا کر ہو گا۔۔۔

میں کچھ قدم تمہارے سنگ چل کر یہ محسوس کرنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

کیا میں اس دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں۔۔۔

www.novelsclubb.com

"اذیت"

موت کا تعلق مر جانے والوں کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ پیچھے رہ جانے والوں کے

ساتھ ہوتا ہے۔ موت مر جانے والوں کے لیے کبھی بھی باعث اذیت نہیں ہوتی بلکہ زندہ رہ جانے والوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ انہیں پل پل کے لیے مرتا چھوڑ دیتی ہے۔

✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷✷

www.novelsclubb.com

میموری

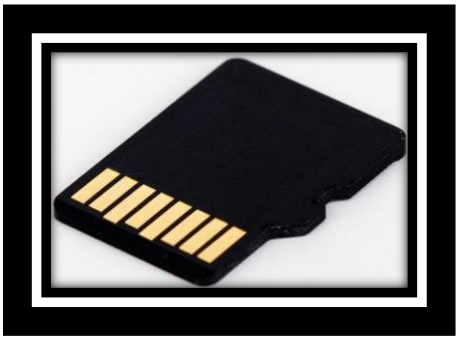

آج کے اس خود غرض، دھوکہ دہی، اور منافقانہ دور میں ہمیں سمارٹ فون جیسا ہو جانا چاہیے۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم رشتوں کو ہمیشہ کے لیے برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ جس طرح ہم واٹس ایپ چیٹ کے وہ میسج ہمیشہ سیو رکھتے ہیں۔ جو ہماری خوشی یا مسکراہٹ کا باعث ہوتے ہیں۔ جن سے ہماری بہترین یادیں وابستہ ہوتی ہیں۔ لیکن سیل فون کی سٹوریج بڑھانے کے لیے ہم فضول چیٹ اور برے میسجز کو ڈیلیٹ کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے سیل فون کا رزلٹ اچھا رہے اور اس میں مزید نئی اور خوبصورت یادیں سیو کر سکیں۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے سیل فون کی سٹوریج کا خیال نہیں رکھتے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟

ہمارا سیل فون رکنا شروع ہو جائے گا۔ کوئی بھی ایپ کھولنے کے لیے انتظار کرنا

پڑے گا اور آخر میں ہینگ ہو جائے گا اور ہمارے لیے تب تک مسئلہ کریٹ کرتا رہے گا جب تک ہم اس میں سے فضول میموری ڈیلیٹ نہیں کرتے۔ لیکن اب ہم اسے پھینک تو نہیں سکتے۔ ہمیں پھر بھی وہی سیل فون استعمال کرنا ہے۔ تو مجبوراً ہمیں اس کے سٹوریج بڑھانی پڑے گی۔

بلکل اسی طرح جب ہم لوگوں کے برے رویوں، بری باتوں اور طنزیہ لہجوں کو ڈیلیٹ نہیں کریں گے نا اپنے مائنڈ سے تو ہمارے مائنڈ کی بھی سٹوریج فل ہو جائے گی اور ہمارے لیے دوسروں سے رشتہ قائم رکھنے میں مسئلہ کریٹ کرے گی اور آخر میں آکر ہم بھی ہینگ ہو جائیں گے۔ لوگوں کے برے رویوں، باتوں اور طنزیہ لہجوں کو یاد کر کے رونے لگیں گے بیمار پڑ جائیں گے۔ اور نتیجہ کیا نکلا سٹوریج فل ہونے کا؟ خود کے لیے مسئلہ کریٹ کیا۔ خود کو تکلیف دی۔ لیکن رشتوں کو پھر بھی توڑ نہیں سکتے وہ ہمیشہ رہیں گے۔ تو بہتر ہے کہ ہم اپنی سٹوریج فل نہ ہونے دیں ساتھ ساتھ بری میموری کو ڈیلیٹ کرتے رہیں۔ تاکہ ہم بھی اپنے مائنڈ میں نئی اور خوبصورت یادیں سیو کر سکیں۔ خود کو بھی اور اپنے مائنڈ کو بھی فریش رکھیں۔

★★★★★★★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

راجہ نجم الحسن

راجہ نجم الحسن کا تعلق نورپور تھل ضلع خوشاب پاکستان سے ہے۔ آپ بی ایس انگلش کے طالب علم ہیں۔ آپ روزنامہ ہم عوام لاہور میں باقاعدہ کالم نگار ہیں۔ آپ مختلف انتھولوجیز میں لکھ چکے ہیں جن میں پیارے ابو جان اور خزاں رسیدہ یادیں شامل ہیں۔ آپ ایک نوآموز لکھاری ہیں اور اپنے تحریروں کے ذریعہ اپنے خیالات کو قلمبند کرنا پسندیدہ مشغلہ سمجھتے ہیں

www.novelsclubb.com

عنوان: تخیلات کی دنیا

از قلم راجہ نجم الحسن

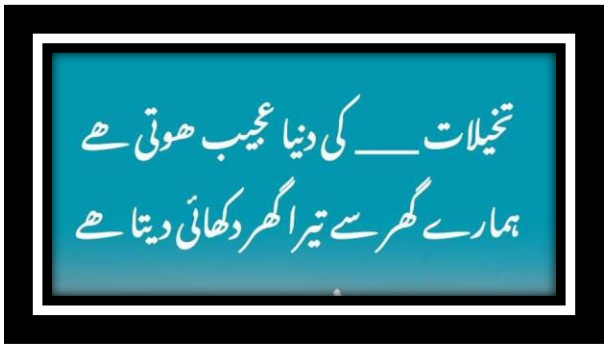

تخیلات لفظ تخیل کی جمع ہے جس کے معنی سوچ، خیال اور دھیان کے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اس تحریر کا عنوان تخیلات کی دنیا اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ ہر ایک لکھاری کا تخیلات کی دنیا سے گہرا رشتہ قائم ہے۔دنیائے ادب میں بڑے سے بڑا شاہکار کسی مصنف کے تخیل سے وجود میں آیا ہے۔

اردو ادب میں مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاعری دیکھ لیں یا انگریزی ادب میں شیکس پیئر کے ڈرامے دونوں تخیلات کی پیداوار ہیں۔

جب ایک مصنف سادہ سے سفید کاغذ پر سیاہ رنگ کی روشنائی سے ایک تحریر رقم کرتا ہے تو گویا ایک نئی دنیا تخلیق ہوتی ہے۔ایسی دنیا جہاں تمام کردار مصنف کے محتاج ہیں۔ جس کردار کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس کو چاہے غلام بنادے۔ایک اچھے منصف کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ اس کے تمام کردار اور واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں حقیقی دنیا کا عکس دیکھائی دیتا ہے۔آپ سعادت حسن منٹو کے افسانے

پڑھ کر دیکھ لیں آپ کو معاشرے کا عکس واضح نظر آئے گا۔اسی طرح آپ تحریک پاکستان کے کو دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں تو اس دور کا ادب دیکھ لیں۔کیسے چوہدری رحمت علی نے ریاست پاکستان کا نقشہ کھینچا؟ان کی تخیلاتی دنیا میں تو پاکستان پہلے ہی بن چکا تھا۔علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری میں تخیل کا استعمال کیا اور پوری دنیا کو حیران کر کے رکھ دیا۔

تخیلات کی دنیا ادب تک ہی محدود نہیں۔سائنس میں دیکھیں تو بڑے بڑے نام نیوٹن اور آئن اسٹائن بھی تجربات کرتے اور تخیلات میں مگن رہتے۔ان لوگوں نے سائنس کے اصول مرتب کیے۔اس کے علاوہ دنیا کے ہر علم میں بنیادی تعریف پڑھیں تو اس میں ارسطو یا کسی اور یونانی مفکر کی تعریف ضرور شامل ہو گی۔کیونکہ یونانی تہذیب کو دنیا میں پھیلایا گیا لیکن ان مفکرین کے افکار بھی تخیل کی پیداوار ہیں۔

اس کے علاوہ قارئین حضرات ایسے کئی کلام آپ پڑھ چکے ہوں گے یا بطور سامعین سن چکے ہوں گے جو سیدھا دل پر اترتے ہیں۔جب ایسے کلام کے الفاظ کانوں سے

ٹکراتے ہیں تو انسان تخیلات کی دنیا میں چلا جاتا ہے اور اپنے ارد گرد کے ماحول سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات ناول یا ڈرامہ کے کچھ ایسے کردار ہوتے ہیں جن میں اپنا وجود نظر آنے لگتا ہے۔ حال ہی میں ڈرامہ پری زاد جس میں ایک غریب نوجوان دیکھایا گیا ہے اس کردار کا اثر تقریباً ہر نوجوان پر ہوا ہے اس طرح ہاشم ندیم صاحب کا ایک اور ڈرامہ خدا اور محبت سیزن ٹو میں جو ایک عاشق کا کردار دیکھا گیا اس نے بھی برابر نوجوان نسل کو متاثر کیا لیکن یہ تخیلات کی دنیا میں جنم لینے والے لوگ ہیں۔ محبت کی جتنی داستانیں اٹھا کر دیکھ لیں ان کو پڑھ لیں اور اس کے بعد کسی آدمی سے پوچھیں لیلیٰ کیسی تھی؟ مجنوں کیسا تھا؟ ہر شخص کی لیلی اور مجنوں مختلف ہوں گے۔ کیونکہ تخیلات کی دنیا میں انسان خود مالک ہے وہ جسے چاہے جیسا بنا دے۔ تخیلات کی دنیا پر بحث کی جاسکتی ہے کہ اس میں رہنا درست ہے یا غلط۔ بہت سے دانشور اس دنیا کے مخالف ہیں کیونکہ یہ حقیقت سے دور کرتی ہے۔ مصنف بعض اوقات ایسے کردار پیدا کر دیتا ہے کہ جن کا وجود حقیقی دنیا میں نہیں ملتا مثال کے طور پر ایک

بہت بڑا مجسم ساز تھا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجسمہ بنایا اور اس قدر عمدہ کہ دنیا حیران و پریشان رہ گئی لیکن وہ اس مجسمہ کے سامنے بیٹھتا اور کہتا تو مجھ سے بات کر۔ تخیلات کی دنیا اس قدر خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن امید کا قرب اور مایوسی سے دوری بھی تخیلات کی دنیا سے ہی ممکن ہے انسان اگر سو فیصد حقیقت پسند بن جائے تو سوچ سوچ پاگل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ تخیلات کی دنیا میں انسان خود کو ترتیب دیتا ہے، کچھ سوچتا ہے اور اپنی ایک شخصیت دیکھتا ہے۔ اس سے انسان کے اندر خواہش جنم لیتی ہے اور وہ محنت اور اللہ پر توکل سے یہ مقام حاصل کرتا ہے۔ اگر تخیلات کی دنیا نہ ہوتی تو شاید کوئی بھی انسان محنت ہی نہ کرتا کیونکہ سوچ رک جاتی اور سوچ حقیقت میں تخیلات کی دنیا ہے۔

عشق و محبت کا تعلق بھی تخیلات کی دنیا سے ہے۔ ایک نوجوان کی محبوبہ جسے وہ خیالات میں سوچتا ہے۔ ایک گندمی رنگ کی، درمیانی جسامت رکھنے والی، سیاہ آنکھوں میں کاجل والی، پانچ فٹ کی لڑکی جو نارنجی رنگ کا کرتا اور سیاہ رنگ شلوار زیب تن کیے سر پر کالی چادر جس میں چہرہ چھپا ہوا ہے۔ یونیورسٹی گیٹ سے اندر آتی

ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک خیالی منظر تھا جو آپ کے سامنے پیش کیا یقیناً آپ کے ذہن میں ایک لڑکی ضرور آئی ہو گی۔ یہ سب تخیلات کی دنیا کا کمال ہے۔

تصوف میں بھی دیکھا جائے تو وہاں مراقبہ کا تصور ملتا ہے۔ جہاں انسان خود کو یاد الٰہی میں مشغول کر لیتا ہے۔ اس پر عمل کر کے تزکیہ نفس بھی حاصل ہوتا ہے اور قرب خدا بھی۔ اس کا تعلق بھی تو تخیل سے جب تخیل پاک ہو جائے اور صرف اس کائنات کے خالق حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے تو تمام کامیابیاں مقدر بن جاتی ہیں۔ یہ تخیلات کی دنیا میں سب اعلیٰ مقام ہے۔

آپ نے اکثر سنا ہو کہ نماز ایسے ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ کر سکو تو یہ تصور کرو کہ میں اللہ پاک کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ کب ممکن ہے جب ہم تخیل میں اس مقام تک پہنچ جائیں کہ ہر چیز اللہ کی حکمت کی وجہ سے ظاہر ہو جائے۔

کئی آئمہ کرام کے متعلق ہے کہ وہ شریعی مسائل پر غور و فکر فرماتے اور تخیل میں ان کا حل تلاش کرتے۔

اس تمام تر بحث کا مقصد یہ ہے کہ تخیلات کی دنیا بہت وسیع ہے اس میں ہر قسم کی

چیزیں موجود ہیں۔اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ کیا تلاش کرتے ہیں ؟؟اس دنیا میں آپ کے لیے سب کچھ موجود ہے جو شاید جو کہ حقیقی دنیا میں آپ کو میسر نہیں

۔

نفسیات کے شعبہ میں تخیلات پر بہت سی تحقیق ہو چکی ہے۔ تخیلات کی طاقت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔دنیا کے بہترین کھلاڑی اپنی جسمانی ورزش کے ساتھ ذہنی ورزش بھی کرتے ہیں اور اس کے لیے تخیلات کی دنیا میں خود کو لے جاتے ہیں۔ روس کے کھلاڑی جمناسٹک میں ہمیشہ اچھی کارکردگی دیکھاتے تھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ جسمانی مشق کے ساتھ ساتھ اپنے تخیلات میں بھی یہ مشق کرتے تھے۔ دنیا میں وہ لوگ زیادہ کامیاب ہیں جو خود کو تخیلات کی دنیا میں لا کر اپنے مستقبل کے منصوبے تیار کرتے ہیں۔

"Think and Grow , Rich by Napoleon Hill"

وہ کتاب ہے جس میں کامیابی کے گر لکھے گئے ہیں۔اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ امیر لوگ اپنے مستقبل کے متعلق تخیلات کی دنیا میں جا کر سوچتے ہیں جب کہ

ناکام لوگ تخیلات کی دنیا میں اپنے ماضی کے متعلق سوچتے ہیں۔اگر ایک بزنس مین مستقبل کے متعلق تخیلات کی دنیا میں سوچے گا تو وہ ہر آنے والے موقع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ناسا نے جب خلاء میں اپنا پہلا مشن بھیجنا تھا تو جہاں وہ کام کر رہے تھے وہاں انہوں نے ایک بڑی سی تصویر لگا رکھی تھی جو ان کو متحرک رکھتی تھی۔اگر آپ تخیلات کی دنیا میں جا کر نہیں سوچ سکتے اور کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی تصاویر اپنے کمرے میں لگا دیں۔یہ طریقہ کار ضرور سود مند ثابت ہوتا ہے۔

ایک جاسوس کی کہانی ہے کہ جس کو دشمن ملک میں پکڑ لیا گیا اور ایک تنگ قید خانے میں بند کر دیا گیا جہاں نہ تو انسان سو سکتا تھا اور نہ ہی کھڑا ہو سکتا تھا صرف بیٹھ سکتا تھا اس شخص نے وہاں چھوٹی چھوٹی ورزشیں کرنا شروع کر دیں اور تخیلات کی دنیا میں وہ chess کے کھیل کی مشق کرنے لگا۔12 سال بعد اس کو رہائی مل گئی اپنے ملک واپس آیا تو اس کو وزیر بنا دیا گیا۔اس کا مقابلہ اپنے ملک کے ماہر chess کھلاڑی سے ہوا اور یہ شخص جیت گیا جب اس سے کامیابی کا راز پوچھا گیا تو بتا کہ میں

12 سال مسلسل chess کی ذہنی مشق کی ہے اور آج مجھے یہ کھیل کھیلتے ہوئے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ کیونکہ میرے دماغ نے خود کو جیت کا عادی کر لیا تھا یہ تخیلات کی دنیا میں رہنے کی طاقت تھی جس نے اس شخص کو کامیاب کروایا۔

"Anatomy of an illness by Norman Cousins"

اس کتاب میں مصنف نے بتایا ہے کہ وہ لیوکیمیا مطلب کہ بلڈ کینسر کا مریض تھا لیکن وہ تخیلات کی دنیا میں سوچتا کہ میرے اندر وائٹ بلڈ سیل جنم لے رہے ہیں اور حقیقت میں سیل بننے شروع ہو گئے اور اس نے بلڈ کینسر جیسی بیماری سے نجات حاصل کر لی یہ بھی در حقیقت تخیلات کی دنیا میں رہ کر اپنی حقیقی زندگی کو بدل رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

آپ نے ایلون مسلک سٹارلنک سیٹلائٹ پروجیکٹ کا سنا ہو گا کہ کیسے 54 سیٹلائیٹ پورے دنیا کا چکر لگا رہی ہیں اور ایک دن یہی سیٹلائٹ پوری دنیا کو انٹرنیٹ مہیا کریں گی۔ یہ ایلون کے تخیلات کی دنیا میں یہ پروجیکٹ تھا اور آج یہ حقیقت بننے جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے چاند پر آبادی قائم کرنے کا بھی کہا ہے

دنیا اس پر ہنس رہی ہے لیکن اس کی تخیلات کی دنیا میں یہ سب کچھ ہو چکا ہے اس نے صرف ایک عملی نمونہ پیش کرنا ہے۔

یہ چند عملی مثالیں ہیں کہ تخیلات کی دنیا میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ سوچ کا مثبت ہونا سب سے اہم ہے۔ تاکہ اچھے نتائج مرتب کیے جا سکیں۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تخیلات کی دنیا میں لوگوں نے کیا کیا سوچا اور پھر دنیاوی زندگی میں وہ سب کچھ حاصل بھی کیا۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ " انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ انسان اگر پہلے پلان بنالے اور پھر کوشش کرے تو وہ سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ آخر میں یہی کہوں گا کہ تخیلات کی دنیا میں خود کو ایک اچھی شخصیت بنا کر پیش کریں اور پھر مشق جاری رکھیں یہاں تک کہ کامیاب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری تخیلات کی دنیا کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

ماہم حامد

محترمہ کا نام ماہم حامد ہے، ان کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ انہوں نے لکھنا 2022 میں بڑی مشکل سے اسٹارٹ کیا ہے۔ کیونکہ ان کو لکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ خیر ابتک ماشاءاللہ سے ان کے ناولٹ حجاب ڈائجسٹ، سوہنی ڈائجسٹ اور کوآرتھر کے طور پہ ایک بک چمکتے ستارے کے نام سے آچکی ہے۔ باقی دو کتابیں آنے والی ہیں۔ان میں بھی یہ کوآرتھر کے طور پہ ہی شریک ہوئی ہیں۔ان کو ڈرامہ رائٹر بننے کا شوق ہے بچپن سے ہے۔ یہ افسانے، ناول ناولٹ اور شاعری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

انشاءاللہ ایک کامیاب رائٹر بننا ہے۔یہی ان کا خواب ہے

www.novelsclubb.com

"وفا کا پتلا"

"کیا سوچ رہی ہو؟ چائے پیو ناں، تمہیں تو بہت پسند تھی ناں میرے ہاتھ کی چائے ۔یاد ہے جب چائے کا وقت ہوتا تھا تم کیسے چھت پھلانگ کر ہمارے گھر آتی تھی۔
"

اس نے حیران و پریشان رابیل کا دھیان بٹانے کے لیے پرانا ذکر چھیڑ دیا۔
"ہاں یار! کیا دن تھے وہ بھی! جب تایا جان تائی جان سب تھے کیسی چہل پہل تھی ناں اس گھر میں۔اب گئی تھی میں جب امی کی طرف گئی۔ثوبیہ بھابھی نے تو ٹھیک سے بات بھی نہیں کی دیواروں کو گھور کر واپس آ گئی میں۔ایسے لگتا تھا جیسے اب تایا جان آ جائیں گے اور کہیں گے رابی کی بچی کوئی بیمار شمار نہیں ہے تو ویسے ہی ماں کو پریشان کیا ہوا ہے۔"
www.novelsclubb.com
رابیل کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی، کہ شامین کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔
"بس وہ دن تو الگ ہی تھے، جب دنیا کی کوئی فکر کسی دکھ کی خبر نہ تھی۔زندگی کا مقصد خوش ہونا قہقہے لگانا تھا۔یاد ہے ہم کیسے سردیوں کی راتوں میں مونگ پھلی اور لڈو لے کر بیٹھا کرتے تھے۔اور توبہ حسن کتنی بے ایمانی کرتا---- تھا؟؟

اس کی زبان اس نام کے آتے ہی لڑکھڑانے لگی۔

"کیا ملا آسیہ پھوپھو کو؟ اور کیا نہیں کیا تھا تایا جان ان کے لیے۔ سب احسانات لمحوں میں فراموش کر گئیں وہ۔ حسن بھائی کو ڈاکٹر بنانے لیے کیا نہیں کیا تایا جان نے۔ پر پھوپھو تو ایسی طوطا چشم بنی کہہ۔----"

"دفعہ کرو رابیل چھوڑو ماضی کی باتیں، تمہاری ڈاکٹر سے اپوائنٹمنٹ کتنے بجے کی ہے؟"

اس نے ماضی کا ٹاپک بند کرتے ہوئے رابیل کا دھیان دوسری طرف لگایا۔

شامین کے ابا تین بھائی بہن تھے۔ بڑے ابا ہاشم پھر آسیہ پھوپھو اور پھر قاسم چچا۔ ہاشم کی دو اولادیں تھیں فراز اور شامین، اور قاسم چچا کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ رابیل نبیل اور چھوٹا عدنان۔ آسیہ جو کہ بھری جوانی میں بیوہ ہو گئیں تھیں۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا حسن۔ بچپن سے ہی حسن اور شامین کا رشتہ طے تھا۔ ہاشم صاحب نے اپنے بچوں کی طرح پڑھایا لکھایا حسن کو۔ پر جیسے ہی وہ ڈاکٹر بنا ہاشم کی ڈیتھ ہو گئی۔ پھوپھو حسن کی جاب کی وجہ سے بڑے شہر کراچی چلی گئیں۔ پھر کہاں ان کو

بہاولپور اور وہاں کے رشتے یاد رہے۔ پھر ایک دن اچانک حسن کی شادی کا کارڈ لے کر آ گئیں۔ شامین کے سارے سپنے ٹوٹ گئے۔ اماں کو پھوپھو کی اس بات سے اتنا دکھ پہنچا کہہ وہ پھوپھو سے سارے رشتے ختم کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ فراز کی بیوی ثوبیہ نے اپنی بہن کے سسرالیوں میں شامین کی جھٹ پٹ شادی کروادی۔ لڑکا جرمنی رہتا تھا۔ شادی کے ایک ہفتے بعد ہی وہ واپس جرمنی چلا گیا۔ شامین کو اسلام آباد اپنے اپاہج باپ کے پاس چھوڑ کر اور یہ وعدہ کر کے گیا کہ "ٹھیک دو ماہ بعد وہ باپ اور شامین دونوں کو بلا لے گا اپنے پاس۔ پر ان باتوں کو چار سال بیت گئے، اب تو مہینہ مہینہ کال بھی نہیں کرتا تھا وہ۔"

شامین اداسی اوڑھ کر تنہائی سے دوستی کر چکی تھی۔ کیوں کہ اسے پتہ تھا ماں باپ کا گھر بھی ماں باپ کی زندگی تک اپنا ہوتا ہے۔ اس کے پاس نہ گھر تھا نہ کسی رشتے کا آسرا۔ ایک بھائی جسے یاد بھی نہیں تھا کہہ اس کی کوئی بہن ہے بھی یا نہیں۔ شادی شدہ بھائی جب سسرال میں نئے رشتے پاتے ہیں تو اکثر پرانے رشتوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ان کو یہ تو پتہ ہوتا ہے میری سالی کے بیٹے کی برتھ ڈے کب ہے، پر

یہ پتہ نہیں ہوتا کہ سگی بہن کی زندگی کن مشکلات کا شکار ہے۔

شامین کو میکے سے ملنے کوئی نہیں آتا تھا۔ آج سالوں بعد رابیل آئی تھی علاج کے سلسلے میں۔ اسکے دل کا وال بند تھا۔ اسلام آباد کے کسی مشہور ڈاکٹر سے علاج کے سلسلے میں اسکا شوہر لے کر آیا تھا اسے۔ انہوں نے قیام شامین کے پاس ہی کیا تھا۔

وہ بہت اپ سیٹ تھی شامین کا حال دیکھ کر۔

شام کا وقت تھا، رابیل کی فلائٹ تھی۔

رابیل کے آنے سے، شامین کی بے رونق زندگی میں، جو چہل پہل سی ہوئی تھی، آج وہ ختم ہو جانی تھی۔

شامین ایک بات کہوں؟"تم اپنے لیے کوئی ٹھیک فیصلہ کرو۔ کب تک ایسے زندگی گزارو گی۔ جب اسے 4 سال میں تمہارا احساس نہیں ہوا آگے کیا ہو گا؟؟ اپنی جوانی مت ضائع کرو تمہارا بھی حق ہے خوشیوں پہ، کب تک یہ بے رنگ زندگی جیو گی تم "۔

رابیل، شامین کو سمجھانے لگی اتنے میں اسکے شوہر کی آواز آئی۔

جلدی کرو رابیل فلائٹ نکل جائے گی۔"

وہ ہینڈ بیگ سنبھالتی ہوئی باہر آئی، ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر لی۔ شامین بھی گاڑی میں بیٹھ گئی انہیں ایئرپورٹ تک سی آف کرنے کے لیے۔

وہ ایئرپورٹ پہنچ گئے، رابیل کا شوہر کاغذات وغیرہ چیک کروا رہا تھا۔

"اچھا رابی! چچی جان اور چچا کو سلام کہنا میرا، اور اپنی صحت کی اطلاع دیتی رہنا مجھے، مجھے بہت فکر رہے گی تمہاری۔"

شامی آنکھوں میں نمی لیے بولی۔

"تم بھی میری باتوں پہ غور کرنا، یہ تمہاری زندگی ہے اس کے تباہ ہونے کا سب سے زیادہ نقصان تمہیں ہی ہو گا۔ کیوں نہیں آ کر دیکھتے فراز بھائی؟ کیسے جی رہی ہو تم؟؟"

رابیل چلو! اس شوہر نے بریف کیس گھسیٹتے ہوئے بولا۔

رابیل اور شامین گلے ملی اور پھر رابیل اس کا ہاتھ چھوڑ کر شوہر کے پیچھے چل پڑی۔

شامین کو لگا اس دل پھٹ جائے گا، تنہائی کا آسیب اسے نوچ کھائے گا۔ اس کی

آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرنے لگے۔ وہ کچھ دیر مسافروں کو جاتا دیکھتی رہی اور آنسو بہاتی رہی۔

"آپ کیوں رو رہی ہیں اتنی دیر سے ؟ لگتا ہے کوئی بہت قریبی چھوڑ کر بھاگ گیا آپ کو۔"

ایک لڑکا نیوی بلیو شرٹ اور گہرے رنگ کی پینٹ پہنے اسکے عقب میں کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"جی ! نہیں کون ہیں آپ ؟اور مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میں روؤں نہ روؤں آپ کواس سے کیا؟

وہ آنسو صاف کرتی ہوئی بولی،اور واپس کومڑ گئی گھر جانے کے لیے۔

"میرا نام شرجیل ہے،اور اتفاق سے میں ایک وکیل ہوں مجھے شوق ہے نئے نئے مسئلے جاننے کااس لیے پوچھ لیا۔"

وہ اسکے پیچھے بیگ کمر پہ لادے دوڑتے ہوئے بولا۔ وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئی، نوکر نے گاڑی کادروازہ کھولااور وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ وہ لڑکا بھی بیگ اگلی سیٹ پہ رکھ کر اسکے

برابر پیچھے بیٹھ گیا۔

"ارے دماغ ٹھیک ہے آپ کا؟ آپ ہماری گاڑی میں کیوں بیٹھ رہے ہیں۔؟ نعمت چاچا آپ منع کرو ناں انہیں۔"

وہ گھبراتے ہوئے بولی۔ اور نعمت تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ اوپر سے پیلے دانت نکال کر مسکرائے جا رہا تھا۔

"ایسی کی تیسی آپکے نعمت چاچا کی کوئی مائی کا لال نیلا پیلا نہیں نکال سکتا ہمیں گاڑی سے۔"

وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

"عجیب ڈھٹائی ہے، جان نا پہچان میں تیرا مہمان۔"

وہ غصے سے بولی۔ پر وہ بہت ریلیکس بیٹھا تھا جیسے اپنی خالہ جی کے گھر جا رہا ہو۔

گھر آ گیا، وہ تیزی سے نیچے اتری اور سیدھی بابا جان کے کمرے میں گئی۔

بابا! بابا! کوئی اجنبی گھس آیا ہے گھر میں

وہ گھبراتے ہوئے بولی۔

کون ہے؟ کہاں ہے؟

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولے۔

"وہ گاڑی سے اتر رہا ہے، بیگ سمیت، آپ جائیں نکالیں اسے۔"

"میں نکالوں، تم خود ایئرپورٹ سے اس کو گھر لے کر آئی ہو۔ میں کیوں نکالوں؟؟

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولے۔

"میں نہیں لائی وہ خود ہی گھس گیا گاڑی میں، آپ نکالیں اسے۔"

"تم سے تو چھوٹی سی گاڑی سے نکالا نہ گیا، یہ اتنے بڑے گھر سے کیسے نکلے گا مجھے۔"

وہ بیگ ایک طرف پھینک کر بابا جان کی وئیل چیئر کے پاس نیچے بیٹھ گیا۔ ان کے ہاتھ چومنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"کیسے ہیں آپ؟ کتنے کمزور ہو گئے ہیں، لگتا ہے بہو خیال نہیں رکھتی آپ کا؟

بابا جان پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے اس کے سر پہ۔

"بھئی بہت خیال رکھتی ہے میری بہو، حالانکہ میں ہی کچھ نہیں کر سکا اس کے لیے

"۔

وہ اب بھی نہیں سمجھی تھی، حیرت سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ ہوتے کون ہیں یہ سب پوچھنے والے؟، میرے بابا جان آپ کو کیا میں خیال رکھوں نہ رکھوں؟

"جی جی آپکے بابا اتفاق سے میرے سگے چاچا ہیں۔اس لیے ہم پورا حق رکھتے ہیں یہ تو ہم جرمنی تھے نہیں تو یہ شادی بھی نہیں ہونے دینی تھی ہم نے"

"بس شرجیل بہت ہو گیا بھئی اب تنگ مت کرو میری بیٹی کو۔اسی نے تو سنبھالا ہوا ہے۔"

"یعنی آپ سب جانتے ہو ایک دوسرے کو، یہ میں ہی بدھو بنی ہوں بس۔"

وہ منہ پھلائے ہوئے کچن میں چلی گئی کھانے پینے کا انتظام کرنے۔

"یہ بے وقوف لڑکی اب تک اس کا انتظار کر رہی ہے اور وہ وہاں شادی کر کے بیوی بچوں کے ساتھ عیاشی کر رہا ہے۔یہ تو تم نے بتا دیا مجھے نہیں تو شاید کبھی پتہ نہیں چلتا۔"

میں سمجھا پتہ ہے آپکو۔

وہ دھیرے سے بولا۔

" پتہ ہوتا تو کب کی یہ شادی ختم کروا دیتا میں۔اب تم اسکی طلاق کا کیس کرو اس پہ، اس بچی کا میں بھی گناہ گار ہوں۔میں ہی جان چھڑاؤ گا اسکی اس سے۔"

وہ چائے کی ڈش لیے دروازے پہ کھڑی سب سن چکی تھی۔

چائے بابا جان، آنکھوں میں آنسو لیے چائے کی ڈش میز پہ رکھ کر نیچے بیٹھ گئی۔

مجھے آپ سے بات کرنی ہے اکیلے میں، وہ شرجیل کی طرف دیکھ کر بابا جان سے مخاطب ہوئی۔

شرجیل اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

" بابا جان مجھے پلیز طلاق نہ دلائیں میرا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں۔بھائی بھابھی کتنا پوچھتے ہیں یہ تو چار سال سے دیکھ ہی رہے ہیں آپ۔آپ پلیز یہ رشتہ چھین کر مجھے بے گھر مت کریں۔جیسے آپکا بیٹا آپ کا آسرا نہیں بننا چاہتا میرا بھائی بھی میری ذمہ داری نہیں لینا چاہتا۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔شرجیل باہر کھڑا سب سن رہا تھا، یہ سن کر اس کی

بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ باباجان نے شامین کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ کاغذات سائن کر دیں، سارا کام مکمل ہے بس کورٹ کے ذریعے یہاں بیٹھے بیٹھے طلاق ہو جائے گی۔"

وہ کاغذات دیکھے بغیر سائن کرنے لگی، وہ سمجھ گئی تھی کہ باباجان کا بھتیجا آ گیا انہیں اب اسکی ضرورت نہیں ہے۔ نہیں تو وہ یہ کاغذات نہ بنواتے۔

اس نے سائن کر کے کاغذات حوالے کر دیئے۔

دو تین کاغذات کے بنڈل سائن کروا کر وہ واپس چلا گیا۔

طلاق ہو گئی، باباجان نے شامین کو عدت اسلام آباد ہی پوری کرنے کا کہا۔ اور وہ رک گئی۔

www.novelsclubb.com

چار ماہ بعد:

وہ اپنے کپڑے بیگ میں ڈالنے لگی، بھلے بہاولپور میں کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا اس کا، پر اسے جانا تو تھا۔ وہ کیسے رک سکتی تھی یہاں۔ کوئی رشتہ کوئی امید نہ بچی تھی اب۔

تم کہاں جا رہی ہو بیٹی؟

وہ گھبرائے، اسے پیکینگ کرتا دیکھ کر۔

"آپ نے خودی تو نکالا ہے اپنی زندگی سے مجھے اب خودی پوچھ رہے ہیں۔"

وہ اداسی اور خفگی سے بولی۔

"میں نے تمہیں نہیں نکالا اپنی زندگی سے، بلکہ اداسیوں کو نکالا ہے تمہاری زندگی سے۔ تم نے سگی اولاد سے بڑھ کر خیال رکھا ہے میرا اب میرا بھی تو فرض بنتا ہے کہ میں باپ بن کے دیکھاؤ۔ یہ سوٹ منگوایا تھا میں نے تمہارے لیے، پہن لینا شام کو تم کہیں بھی نہیں جا رہی ہو۔"

وہ جذباتی انداز میں بولے۔

لیکن کیوں،

وہ حیرانی سے بولی۔

"شام کو تمہارا اور شرجیل کا نکاح ہے۔ میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر باپ بن کے کیا ہے تمہارے لیے۔ امید ہے تم اپنے باپ کا مان نہیں توڑو گی۔ اور ہاں میں نے یہ گھر تمہارے اور شرجیل کے نام کر دیا ہے"

www.novelsclubb.com

وہ حیرت سے ان کی بات سن رہی تھی۔

"شرجیل میرے بھائی کا بیٹا ہے، اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ یہ اور میرا بیٹا فیصل اس کے ساتھ جرمنی گیا تھا 8 سال پہلے۔ میں تمہاری حالت دیکھ کر کڑھتا تھا ۔پر میرا کسی سے رابطہ نہیں تھا جرمنی۔

شرجیل نے اتفاق سے پاکستان آنے سے پہلے مجھ سے رابطہ کر لیا۔ تو مجھے پتا چلا کہ فیصل تو تم سے شادی سے پہلے ہی جرمنی میں شادی کر چکا تھا۔ یہ سن کر مجھے بہت دکھ ہوا پر یہ جان کر خوشی ہوئی کہ شرجیل پاکستان میں سیٹل ہونا چاہتا ہے۔ شرجیل نے تمہیں ایئرپورٹ پہ ہی پہچان لیا تھا۔ کیوں کہ میں نے اسے تمہاری تصویر سینڈ کی تھی۔ اور ہاں شرجیل تم سے خود شادی کرنا چاہتا ہے۔"

لیکن کیوں شادی کرنا چاہتا ہے وہ مجھ سے؟؟

وہ بابا جان کی بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑی۔

اس سوال کا جواب میں دیتا ہوں تمہیں، میں نے جرمنی میں آٹھ سال اس لیے شادی نہیں کی کیونکہ کوئی بھی جرمن عورت ہماری مشرقی عورت جتنی وفادار

نہیں لگی مجھے۔اور جانتی ہو تمہیں ایئرپورٹ پہ دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا میں نے کہ تمہاری طلاق کے فورا بعد میں تم سے شادی کروں گا۔کیونکہ کہ تم وفا کا پتلا ہو شامین، تم نے تو فیصل جیسے کٹھور آدمی سے اتنی وفا کر دی۔تو میری زندگی کو تو جنت بنادے گی تمہاری وفا۔کیا بناؤ گی میری زندگی کو جنت؟

اس نے شامین کی طرف ہاتھ بڑھایا، شامین نے بابا جان کی طرف دیکھا، انہوں نے مسکرا کر رضامندی ظاہر کی، شامین نے اپنا ہاتھ شرجیل کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔

اور ہاں شام کو رابیل اسکا میاں اور تمہارا بھائی فراز بھی پہنچ جائیں گے، نکاح میں شرکت کے لیے۔

بابا جان کی یہ بات کرتے ہی، شامین کے لبوں پہ، شرم اور خوشی سے مہکتی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی۔